اسرار و رموز

اقبال

سلیس اردو ترجمہ
از
میاں عبدالرشید

اسرار و رموز
اقبال
سلیس اردو ترجمہ
از
میاں عبدالرشید

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز،
لاہور ○ حیدرآباد ○ کراچی

اسرار و رموز

اقبالؒ

مع سلیس اُردو ترجمہ

میاں عبدالرشید

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز

لاہور ○ حیدر آباد ○ کراچی

طابع : شیخ نیاز احمد

مطبع : غلام علی پرنٹرز

اشرفیہ پارک فیروز پور روڈ لاہور۔

ISBN - 969 - 31 - 0716 - 0

مقامِ اشاعت

شیخ غلام علی اینڈ سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ، پبلشرز

۱۹۹۔ سرکلر روڈ چوک انارکلی لاہور۔ ۵۴۰۰۰ (پاکستان)

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۰	درمعنیٔ ایں کہ نظامِ ملت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئین ملتِ محمدیہ قرآن است۔	۲۶۸
۴۱	درمعنیٔ ایں کہ در زمانۂ انحطاط تقلید از اجتہاد اُولیٰ تر است۔	۲۷۴
۴۲	درمعنیٔ ایں کہ پختگی سیرتِ ملیہ از اتباعِ آئینِ الٰہیہ است۔	۲۷۸
۴۳	درمعنیٔ ایں کہ حُسنِ سیرتِ ملیہ از تأدب بآدابِ محمدیہ است۔	۲۸۶
۴۴	درمعنیٔ ایں کہ حیاتِ ملیہ مرکزِ محسوس میخواہد و مرکزِ ملتِ اسلامیہ بیت الحرام است۔	۲۹۲
۴۵	درمعنیٔ ایں کہ جمعیتِ حقیقی از محکم گرفتنِ نصب العینِ ملیہ است و نصب العینِ امتِ محمدیہ حفظ و نشرِ توحید است۔	۳۰۲
۴۶	درمعنیٔ ایں کہ توسیعِ حیاتِ ملیہ از تسخیرِ قوائے نظامِ عالم است۔	۳۱۰
۴۷	درمعنیٔ ایں کہ کمالِ حیاتِ ملیہ ایں است کہ ملت مثلِ فرد احساسِ خودی پیدا کند و تولید و تکمیلِ ایں احساس از ضبطِ روایاتِ ملیہ ممکن گردد۔	۳۱۸
۴۸	درمعنیٔ ایں کہ بقائے نوع از امومت است حفظ و احترامِ امومت اسلام است	۳۲۶
۴۹	درمعنیٔ ایں کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا اسوۂ کاملہ ایست برائے نساءِ اسلام	۳۳۲
۵۰	خطاب بہ مخدراتِ اسلام۔	۳۳۶
۵۱	خلاصۂ مطالبِ مثنوی در تفسیرِ سورۂ اخلاص۔	۳۴۰
۵۲	عرضِ حالِ مصنف بحضور رحمۃ للعالمینؐ۔	۳۶۰

پیش لفظ

ایک دن شیخ نیاز احمد صاحب غریب خانہ پر تشریف لائے۔ آپ شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز کے مینجنگ ڈائریکٹر ہیں۔ علامہ اقبالؒ کی تصانیف اسی ادارہ نے اہتمام کے ساتھ شائع کی ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ جیسے مَیں کبھی کبھی اپنے کالم "نورِ بصیرت" میں علامہؒ کے فارسی کلام کا ترجمہ نشر ہیں دیتا ہوں، اس طرح اقبالؒ کے سارے فارسی کلام کا ترجمہ کر دوں۔ مَیں نے ہامی بھر لی۔ کام میری مرضی کا تھا اور اس سے پہلے بعض قارئین مجھے یہ بات کہہ چکے تھے۔

صرف ایک مشکل تھی اور وہ یہ کہ آنکھوں میں تکلیف کے باعث مَیں لکھنے پڑھنے کا زیادہ کام نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے یوں مدد فرمائی کہ میرے محترم دوست خان عزیز الرحمٰن خان اس کام میں میرا ہاتھ بٹانے پر تیار ہو گئے۔ خان صاحب علم دوست آدمی ہیں۔ ویسے تو وہ قرآن پاک کے طالب علم ہیں، مگر چونکہ اقبالؒ نے قرآن پاک ہی کے موتی اپنے اشعار میں پروئے ہیں، اس لیے وہ کلامِ اقبالؒ سے بھی گہرا شغف رکھتے ہیں۔ خان صاحب ہر روز تشریف لاتے اور ہم ایک گھنٹہ

یا اس سے کم و بیش وقت مطالعۂ اقبالؒ پر صرف کرتے۔ خان صاحب نہ صرف ترجمہ لکھتے جاتے بلکہ ان کے ساتھ تبادلۂ خیالات سے بعض الفاظ کے معنی اور کئی اشعار کے مطالب زیادہ واضح ہوئے۔

ہم نے اس کام کی ابتداء "زبورِ عجم" سے کی۔ علامہؒ کو اپنی اِس کتاب پر ناز تھا۔ اس کے آخر میں "گلشنِ رازِ جدید" ہے، جو خاصے دقیق مضامین پر مشتمل ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ترجمہ میں کوئی خاص مشکل پیش نہ آئی۔ اس کے بعد "پیامِ مشرق" کا ترجمہ شروع کیا۔ ساتھ ہی "ارمغانِ حجاز" کا ترجمہ بھی ہو گیا۔ پھر مثنوی "اسرار و رموز" شروع کی۔ "رموزِ بیخودی" کے بعض اشعار کا ترجمہ کرنے میں کچھ مشکل پیش آئی۔ بہر حال یہ مرحلہ بھی طے ہوا۔ اس کے بعد مثنوی "پس چہ باید کرد" اور "مسافر" کا ترجمہ کیا۔ آخر میں "جاوید نامہ" کے ترجمہ سے کام اختتام پذیر ہوا۔

ہم نے ترجمہ آسان اور مطالب قابلِ فہم بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ فیصلہ قارئین کے ہاتھ میں ہے۔ کوئی بات پسند آئے، تو ہمارے لیے دعا کریں۔ غلطی نظر آئے، تو مطلع فرمائیں۔

عبد الرشید

اسرارِ خودی

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر

کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست

زیں ہمرہانِ سست عناصر دلم گرفت

شیرِ خدا و رستمِ دستانم آرزوست

گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما

گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

(مولٰینا جلال الدین رومیؒ)

- کل شیخ چراغ لے کر شہر میں گھوم رہا تھا (اور کہتا تھا)
کہ میں درندوں اور چوپایوں سے سخت تنگ ہوں اور انسان دیکھنے کی خواہش رکھتا ہوں۔
- ان نکمے ساتھیوں سے بیزار ہو چکا ہوں
میں ایسے لوگوں کی تلاش میں ہوں جو شیرِ خدا ہوں اور رستم کی سی قوت رکھتے ہوں
(روحانی اور بدنی دونوں قوتیں رکھتے ہوں)
- میں نے کہا، ایسے لوگ نہیں ملتے ہم بہت ڈھونڈ چکے ہیں۔
اس نے کہا جو نہیں ملتا میں اسی کی تلاش میں ہوں

(مولٰینا جلال الدین رومیؒ)

(اشارہ اس طرف ہے کہ یہ مثنوی شیرِ خدا اور رستم دستان انسان پیدا کرے گی)

اسرارِ خودی

تمہید

نیست در خشک و ترِ بیشۂ من کوتاہی
چوبِ ہر نخل کہ منبر نشود دار کنم (نظیری نیشاپوری)

راہِ شب چوں مہرِ عالمتاب زد | گریۂ من بر رُخِ گُل آب زد
اشکِ من از چشمِ نرگس خواب شُست | سبزہ از ہنگامہ ام بیدار رُست
باغبان زورِ کلامم آزمود | مصرعے کارید و شمشیرے درود

اسرارِ خودی

تمہید

میرے جنگل کے خشک و تر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو کارآمد نہ ہو
جس درخت کی لکڑی منبر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی میں اس سے سُولی بنا دیتا ہوں۔
(نظیری نیشاپوری)

(منبر پر سے وعظ کہا جاتا ہے اور سولی سے مُراد شہداء کا مقام ہے)

- جب دنیا کو روشن کرنے والے آفتاب نے رات کو ختم کر دیا، تو میرے آنسوؤں نے پھول کے چہرے پر پانی چھڑکا۔
- میرے آنسوؤں نے نرگس کی آنکھ سے خواب کا اثر دھو دیا، میرے شور سے سبزہ بیدار ہو کر زمین سے نکل آیا۔
- باغبانِ (فطرت) نے میرے کلام کے زور کو آزمایا، مصرع بویا اور شمشیر کاٹی
(مصرع بویا تو وہ بڑھ کر شمشیر بن گیا)

در چمن جز دانۂ اشکم نکشت — تارِ فغانم بپودِ باغ رشت
ذرہ ام مہرِ منیر آنِ من است — صد سحر اندر گریبانِ من است
خاکِ من روشن تر از جامِ جم است — محرم از نازادہائے عالم است
فکرم آں آہو سرِ فتراک بست — کو ہنوز از نیستی بیروں نجست
سبزۂ نارُوئیدہ زیبِ گلشنم — گل بشاخ اندر نہاں در دامنم
محفلِ رامش گری[1] برہم زدم — زخمہ بر تارِ رگِ عالم زدم
بسکہ عودِ فطرتم نادر نواست — ہم نشیں از نغمہ ام ناآشناست
درجہاں خورشیدِ نو زائیدہ ام — رسم و آئینِ فلک نادیدہ ام
رم ندیدہ انجم از تابم ہنوز — ہست ناآشفتہ سیمابم ہنوز
بحر از رقصِ ضیایم بے نصیب — کوہ از رنگِ حنایم بے نصیب
خوگرِ من نیست چشمِ ہست و بود — لرزہ برتن خیزم از بیمِ نمود
بامم[2] از خاور رسید و شب شکست — شبنمِ نو برگلِ عالم نشست
انتظارِ صبح خیزاں می کشم — اے خوشا زرتشتیانِ آتشم
نغمہ ام از زخمہ بے پرواستم — من نوائے شاعرِ فرداستم
عصرِ من دانندۂ اسرار نیست — یوسفِ من بہرِ ایں بازار نیست

(۱) رامش گری : نغمہ و سرود (۲) بام : صبح

- اُس نے باغ میں میرے آنسو کے دانے کے علاوہ اور کچھ نہ بویا
اُس نے میری فغاں کے تار کو باغ کے پود سے ملا دیا۔
(تار و پود سے کپڑا بُنا جاتا ہے)
- گو میں ایک ذرّہ ہوں لیکن سُورج کی ساری روشنی میرے ایک نقطہ کے برابر ہے۔
میرے گریبان میں سینکڑوں صُبحیں مستور ہیں۔
(میں ہر روز ایک نئی صُبح طلوع کر سکتا ہوں)
- میری خاک جمشید کے جام سے زیادہ روشن ہے۔
میں ان واقعات سے بھی باخبر ہوں جو ابھی دُنیا کے اندر وجود میں نہیں آئے۔
- میرے فکر نے (معانی کے) وُہ غزال اپنے شکار بند میں باندھ لیے ہیں۔
جو ابھی تک عدم سے وجود میں نہیں آئے۔
- وُہ سبزہ جو ابھی اُگا نہیں میرے گلشنِ فکر کی زیب و زینت ہے۔
وُہ پھُول جو ابھی شاخ سے پھُوٹے نہیں وُہ میرے دامنِ (فکر) میں ہیں۔
- میں عیش و طرب کی محفل برہم کرنے والا ہوں
میں رگِ عالم کے تار کو اپنے مضراب سے چھیڑتا ہوں۔
- کیونکہ میری فطرت کے ساز سے نادر نغمے پیدا ہو رہے ہیں۔
اس لیے میرے پاس بیٹھنے والا نغمے سے ناواقف رہیں۔
- میں دُنیا میں ایک نیا طلُوع ہونے والا سُورج ہوں
میں نے ابھی آسمان کے طور طریقے نہیں دیکھے
- ابھی تک ستارے میری روشنی سے ماند نہیں پڑے
ابھی تک میرے پارے میں تڑپ پیدا نہیں ہوئی۔

(ترجمہ جاری ہے ص ۱۶)

○ ابھی تک سمندر میری شعاعوں کے رقص سے بے نصیب ہے۔
ابھی تک پہاڑ نے میرا حنائی رنگ نہیں پایا۔

○ ابھی تک دُنیا کی آنکھ میری خوگر نہیں ہوئی
میں خود بھی اپنے برسرِعام آنے سے لرزہ براندام ہوں
(کر دیکھیں اس کا ردِ عمل کیا ہوتا ہے)

○ (میرے آفتاب کی) صُبح مشرق سے طلُوع ہو چکی ہے
اور رات کا اندھیرا ختم ہو چُکا ہے
دُنیا کے پھُول پر (میرے آنسوؤں کی) نئی شبنم گر چکی ہے۔

○ میں صبح سویرے اُٹھنے والوں کے انتظار میں ہوں
کیا خوش نصیب ہیں وُہ لوگ جو میرے آتشیں (جذبہ) کے پرستار ہیں۔

○ میں ایسا نغمہ ہوں جو مضراب سے بے نیاز ہے۔
میں آنے والے دور کا شاعر ہوں

○ میرا دور اسرار کو نہیں سمجھتا
میرا یُوسف اس بازار کے لائق نہیں۔

نا امیدستم ز یارانِ قدیم — طورِ من سوزد کہ مے آید کلیم
قلزمِ یاراں چو شبنم بے خروش — شبنمِ من مثلِ یم طوفاں بدوش
نغمۂ من از جہانِ دیگر است — ایں جرس را کاروانِ دیگر است
اے بسا شاعر کہ بعد از مرگ زاد — چشمِ خود بربست و چشمِ ما کشاد
رخت باز از نیستی بیروں کشید — چوں گل از خاکِ مزارِ خود دمید
کارواں ہا گرچہ زیں صحرا گذشت — مثلِ گامِ ناقہ کم غوغا گذشت
عاشقم فریاد ایمانِ من است — شورِ حشر از پیش خیزانِ من است
نغمہ ام ز اندازۂ تار است بیش — من نترسم از شکستِ عودِ خویش
قطرہ از سیلابِ من بیگانہ بہ — قلزم از آشوبِ او دیوانہ بہ
در نمی گنجد بجو عمانِ من — بحرہا باید پئے طوفانِ من
غنچہ کز بالیدگی گلشن نشد — در خورِ ابرِ بہارِ من نشد
برقہا خوابیدہ در جانِ من است — کوہ و صحرا بابِ جولانِ من است
پنجہ کن با بحرم ار صحراستی — برقِ من در گیر اگر سیناستی
چشمۂ حیواں براتم کردہ اند — محرمِ رازِ حیاتم کردہ اند
ذرہ از سوزِ نوایم زندہ گشت — پر کشود و کرمکِ تابندہ گشت
ہیچکس رازے کہ من گویم نگفت — ہمچو فکرِ من درِ معنی نسفت

○ میں اپنے پرانے دوستوں سے نا اُمید ہوں (کہ وہ میری بات سمجھ سکیں گے)
میرا طور جل رہا ہے (اور اس انتظار میں ہے کہ) کوئی کلیم آئے
○ میرے ساتھیوں کا سمندر بغیر کسی جوش و خروش کے ہے.
اس کے برعکس میری شبنم سمندر کی مانند طوفانی ہے.
○ میرے نغمے کا تعلق ایک اور ہی دُنیا سے ہے.
اس جرس کے لیے کوئی نیا قافلہ آئے گا.
○ بہت سے شاعر ہیں جو مرنے کے بعد زندہ ہوتے (شہرت پاتے) ہیں
اپنی آنکھ مُوند لیتے ہیں اور ہماری آنکھ کھول دیتے ہیں.
○ وُہ عدم سے دوبارہ (زندگی کا) ساز و سامان لاتے ہیں
پھُول کی مانند اپنے مزار کی خاک سے اُگ آتے ہیں.
○ اگرچہ اس صحرا سے کئی قافلے گزرے ہیں
مگر وُہ ناقہ کے قدموں کی مانند بغیر کسی شور و غوغا کے گزرے ہیں
○ میں عاشق ہوں فریاد کرنا میرا ایمان ہے
میری فریاد سے اتنا شور اُٹھتا ہے کہ اس مقابلے میں حشر کا شور ان ملازموں کی مانند ہے جو بادشاہ کی سواری کے آگے آگے بھاگتے اور اس کی آمد کی اطلاع دیتے ہیں.
○ اگرچہ میرے ساز کے تار میرے نغمے کے متحمل نہیں ہو سکتے
لیکن میں اس سے نہیں ڈرتا کہ وُہ ٹوٹ جائیں گے.
(اپنا نغمہ ضرور سناؤں گا)
○ قطرے (کم ہمت لوگوں) کے لیے میرے (نغمے کے) سیلاب سے دور رہنا ہی بہتر ہے
سمندر ہی کو اس کے شور سے دیوانگی حاصل کرنی چاہیئے.

(ترجمہ جاری ہے ص ۲۰)

- میرا سمندر کسی چھوٹی ندی میں نہیں سما سکتا
میرے طوفان کو سنبھالنے کے لیے کئی سمندر چاہئیں۔
- وُہ غنچہ جو نشو و نما پا کر گلشن کی صُورت اختیار نہیں کرتا
وُہ میرے نغمے کے ابرِ بہار کے لائق نہیں۔
- میری جان میں بجلیاں خوابیدہ ہیں
کوہ و صحرا ہی میری تگ و تاز کے لائق ہیں۔
- اگر تو صحرا ہے تب میرے بحر کو گرفت میں لے
اگر تو طورِ سینا ہے تو پھر میری برق کو اپنے اندر سمو
- آبِ حیات میرے نصیب کیا گیا ہے
مجھے رازِ حیات کا محرم بنایا گیا ہے۔
- میری نوا کی تپش سے ذرّہ زندہ ہو گیا ہے
اور پر و بال نکال کر جگنو بن گیا ہے۔
- جو راز میں بیان کر رہا ہوں وُہ کسی اور نے بیان نہیں کیا
کسی نے معانی کے موتیوں کو اس طرح (ایک لڑی میں) نہیں پرویا۔

سرِ عیشِ جاوداں خواہی بیا ‏ ‏ ‏ ‏ ہم زمین ہم آسماں خواہی بیا

پیرِ گردوں با من ایں اسرار گفت
از ندیماں رازہا نتواں نہفت

ساقیا برخیز و مے در جام کن ‏ ‏ ‏ ‏ محو از دل کاوشِ ایام کن
شعلۂ آبے کہ اصلش زمزم است ‏ ‏ ‏ ‏ گر گدا باشد پرستارش جم است
می کند اندیشہ را ہشیار تر ‏ ‏ ‏ ‏ دیدۂ بیدار را بیدار تر
اعتبارِ کوہ بخشد کاہ را ‏ ‏ ‏ ‏ قوتِ شیراں دہد روباہ را
خاک را اوجِ ثریا میدہد ‏ ‏ ‏ ‏ قطرہ را پہنائے دریا میدہد
خامشی را شورشِ محشر کند ‏ ‏ ‏ ‏ پائے کبک از خونِ باز احمر کند
خیز و در جامم شرابِ ناب ریز ‏ ‏ ‏ ‏ بر شبِ اندیشہ ام مہتاب ریز
تا سوئے منزل کشم آوارہ را ‏ ‏ ‏ ‏ ذوقِ بیتابی دہم نظارہ را
گرم رو از جستجوئے نو شوم ‏ ‏ ‏ ‏ روشناسِ آرزوئے نو شوم
چشمِ اہلِ ذوق را مردم شوم ‏ ‏ ‏ ‏ چوں صدا در گوشِ عالم گم شوم
قیمتِ جنسِ سخن بالا کنم ‏ ‏ ‏ ‏ آبِ چشمِ خویش در کالا کنم
باز بر خوانم ز فیضِ پیرِ روم ‏ ‏ ‏ ‏ دفترِ سربستۂ اسرارِ علوم
جانِ او از شعلہ ہا سرمایہ دار ‏ ‏ ‏ ‏ من فروغِ یک نفس مثلِ شرار

- اگر تو عیشِ جاوداں کا راز معلوم کرنا چاہتا ہے تو میرے پاس آ تو دنیا کا خواہاں ہو یا آخرت کا میرے پاس آ۔
- یہ راز مجھے پیرِ گردوں نے بتائے ہیں اگرچہ انہیں ظاہر نہیں کرنا چاہیئے لیکن انہیں دوستوں سے پوشیدہ نہیں رکھا جا سکتا۔
- اے ساقی! اُٹھ اور میرے جام میں وہ شراب ڈال دے جو دل سے زمانے کی کلفتیں دُور کر دے۔
- وہ آتشیں شراب جس کی اصل زمزم سے ہے
  اس کا چاہنے والا اگر گدا بھی ہو تو وہ بادشاہ ہے۔
- ایسی شراب سوچ کو اور تیز کر دیتی ہے
  اور جو آنکھ پہلے ہی بیدار ہو اسے بیدار تر کر دیتی ہے
- یہ تنکے کو پہاڑ کا وقار عطا کرتی ہے
  اور لومڑی کو شیروں کی قوت بخشتی ہے
- خاک کو ثریا کی بلندی دیتی ہے اور قطرے کو سمندر کی وسعت
- یہ خاموشی کو شورِ قیامت میں تبدیل کر دیتی ہے
  اور چکور کے پنجے کو باز سے لڑا دیتی ہے
- اٹھ اور میرے جام میں یہ خالص شراب ڈال
  اور اس طرح میرے فکر کی رات پر چاندنی بکھیر دے
- تاکہ میں بھٹکے ہوؤں کو منزل کی جانب لے جاؤں
  اور (شوقِ) نظارہ کو ذوقِ بے تابی دوں۔
- تاکہ میں ایک نئی جستجو کے راستے میں سرگرم ہو جاؤں۔
  اور اپنے آپ کو نئی آرزو سے متعارف کراؤں

- اہلِ ذوق کی آنکھ کی پُتلی بن جاؤں
  اور دُنیا کی آواز میں صدا کی طرح گم ہو جاؤں
- تاکہ میں متاعِ شاعری میں اپنے آنسو شامل کر کے اس کی قیمت بڑھا دوں۔
- اور پیرِ رُوم کے فیض سے، اسرارِ علوم کے سربستہ دفتر کھول دوں۔
- مولانا رُومؒ کی جان کئی شعلوں کی سرمایہ دار ہے
  جبکہ میری چمک شرر کی مانند لمحہ بھر کی ہے۔

شمعِ سوزاں تاخت بر پروانہ ام　　بادہ شبخوں ریخت بر پیمانہ ام
پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد　　از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد
ذرہ از خاکِ بیاباں رخت بست　　تا شعاعِ آفتاب آرد بدست
موجم و در بحرِ او منزل کنم　　تا دُرِ تابندہ حاصل کنم

من کہ مستی ہا ز صہبایش کنم
زندگانی از نفس ہایش کنم

شب دلِ من مائلِ فریاد بُود　　خامشی از یاربم آباد بُود!
شکوہ آشوبِ غمِ دوراں بُدم　　از تہی پیمانگی نالاں بُدم
ایں قدر نظارہ ام بیتاب شد　　بال و پر بشکست و آخر خواب شد
روئے خود بنمود پیرِ حق سرشت　　کو بحرفِ پہلوی قرآں نوشت
گفت اے دیوانۂ اربابِ عشق　　جُرعۂ گیر از شرابِ نابِ عشق
بر جگر ہنگامۂ محشر بزن　　شیشہ بر سر دیدہ بر نشتر بزن
خندہ را سرمایۂ صد نالہ ساز　　اشکِ خونیں را جگر پر کالہ ساز
تا بکے چوں غنچہ می باشی خموش　　نکہتِ خود را چو گل ارزاں فروش
در گرہ ہنگامہ داری چوں سپند　　محملِ خود بر سرِ آتش بہ بند
چوں جرس آخر زہر جزو بدن　　نالۂ خاموش را بیروں فگن

- اس کی جلتی ہوئی شمع نے مجھ پروانے پر یورش کردی (گویا) اس کی شراب نے میرے پیمانے پر شبخوں مارا۔
- پیرِ رومیؒ نے میری خاک کو اکسیر بنا دیا۔
اور میرے غبار سے کئی جلوے پیدا کر دیئے۔
- میرے ذرے نے بیاباں کی خاک سے رختِ (سفر) باندھا
تاکہ وُہ آفتاب کی شعاع کو اپنی گرفت میں لے۔
- میں موج ہوں اور میں نے رومی کے سمندر کو اپنا مسکن بنایا ہے
تاکہ وہاں سے چمکدار موتی حاصل کروں۔
- میں جو اس کی شراب سے مستی حاصل کرتا ہوں
میری زندگی انہی کے دم سے ہے۔
- رات میرا دل فریاد کناں تھا
رات کی خاموشی میری "یا رب" کی آواز سے آباد ہو رہی تھی۔
- میں نے غمِ دوراں کی شکایات کا طوفان اٹھا رکھا تھا اور اپنی بے سرو سامانی پہ نالاں تھا۔
- میری نگاہیں تڑپتے تڑپتے بال و پر کھو بیٹھیں
اور میں سو گیا۔
- پیرِ حق سرشت (رومیؒ) ظاہر ہوئے
وُہ جنہوں نے فارسی زبان میں قرآنِ پاک کی حکمت بیان کی ہے۔
- انہوں نے فرمایا تو جو اہلِ عشق کا شیدائی ہے
عشق کی خالص شراب کا ایک گھونٹ پی لے۔

(ترجمہ جاری ہے ۲۸)

- (اور اس سے) اپنے جگر میں قیامت کا ہنگامہ پیدا کر
اس شراب سے سرمست ہو اور اشکوں کو خوناب کر
- اپنی ہنسی کو سیکڑوں نالوں کا سرمایہ بنا (اپنی ہنسی کو نالہ وفریاد میں بدل دے)
اپنے اشکِ خونیں میں جگر کے ٹکڑے ملا۔
- کب تک کلی کی مانند خاموش رہے گا
اپنی خوشبو کو پھول کی مانند عام کر دے۔
- تو ہرمل کے دانے کی طرح اپنے اندر ہنگامہ رکھتا ہے
اس لیے اپنے محمل کو (ناقۂ) آتش پر باندھ لے
- نالۂ خاموش کو اپنے بدن کے ہر بُنِ مو سے
جرس کی مانند باہر نکال۔

آتش استی بزمِ عالم برفروز — دیگراں را ہم ز سوزِ خود بسوز

فاش گو اسرارِ پیرِ مے فروش — موجِ مے شو کسوتِ مینا بپوش

سنگ شو آئینۂ اندیشہ را — بر سرِ بازار بشکن شیشہ را

از نیستاں ہمچو نے پیغام دہ — قیس را از قوم حے[1] پیغام دہ

نالہ را اندازِ نو ایجاد کن — بزم را از ہائے و ہو آباد کن

خیز و جانِ نو بدہ ہر زندہ را — از قُمِ خود زندہ تر کن زندہ را

خیز و پا بر جادۂ دیگر بنہ — جوشِ سودائے کہن از سر بنہ

آشنائے لذتِ گفتار شو — اے درائے کارواں بیدار شو

زیں سخن آتش بہ پیراہن شدم — مثلِ نے ہنگامہ آبستن شدم

چوں نوا از تارِ خود برخاستم — جنتے از بہرِ گوش آراستم

برگرفتم پردہ از رازِ خودی

وا نمودم سرِ اعجازِ خودی

بود نقشِ ہستیم انگارۂ[2] — ناقبولے ناکسے ناکارۂ

عشق سوہاں زد مرا آدم شدم — عالمِ کیف و کمِ عالم شدم

حرکتِ اعصابِ گردوں دیدہ ام — در رگِ مہ گردشِ خوں دیدہ ام

(۱) حے : لیلیٰ کے قبیلے کا نام۔ (۲) انگارہ : نقشِ ناتمام

- تو آگ ہے بزمِ کائنات کو جگمگا دے
  دُوسروں کو بھی اپنے سوز کی تپش عطا کر۔
- پیرِ مغاں کے راز برملا بیان کر
  شراب کی موج بن اور مینا کا لباس پہن۔
- خرد کے آئینے کے لیے پتھر بن
  اور اسے سرِ بازار توڑ دے۔
- بانسری کی مانند نیستاں کا پیغام سُنا
  قیس کے لیے لیلیٰ کا پیغام لا۔
- نالہ و فریاد کے لیے نیا انداز ایجاد کر
  (افسردہ) محفل کو نا و ہو سے گرما دے۔
- اُٹھ اور زندہ شخص کو نئی جان عطا کر
  لفظ قُم کہہ کے زندوں میں اور زیادہ زندگی بھر دے۔
- اُٹھ اور نئے راستے پر قدم رکھ
  اپنے سر سے پُرانی روایات کا سودا نکال دے۔
- لذتِ گفتار سے آشنا ہو (کچھ کہہ)
  تو قافلہ کے لیے بانگِ رحیل ہے اُٹھ (قافلے کو جگا)۔
- اس آواز نے میرے تن بدن میں آگ لگا دی ہے
  اور میں ہنگاموں بھری بانسری کی مانند ہوں۔
- میں اپنے (ساز کے) تار سے نغمے کی مانند اٹھا
  اور میں نے سماعت کے لیے جنت سجا دی۔
  (غالبؔ نے جنتِ نگاہ اور فردوسِ گوش کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں)

- میں نے خودی کے راز سے پردہ اٹھا دیا
  اور اس کے اعجاز پوری طرح ظاہر کر دیئے۔
- میرا وجود ایک ناتمام نقش تھا
  ناقابلِ قبول، بے قیمت اور ناکارہ۔
- عشق نے مجھے سان پر چڑھایا تو میں آدم بنا
  اور میں نے اس جہان کی اشیاء کا علم پایا۔
- میں نے آسمان کے اعصاب کی حرکت دیکھ لی
  مجھے چاند کی رگوں میں گردش کرتا ہوا خون نظر آگیا۔

بہرِ انساں چشمِ من شبہا گریست | تا دریدم پردۂ اسرارِ زیست
از درونِ کارگاہِ ممکنات | برکشیدم سرِّ تقویمِ حیات
من کہ این شب را چو مہ آراستم | گردِ پائے ملّتِ بیضا ستم
ملّتے در باغ و راغ آوازہ اش | آتشِ دلہا سرودِ تازہ اش
ذرہ کشت و آفتاب انبار کرد | خرمن از صد رومی و عطار کرد
آہِ گرمم رخت بر گردوں کشم | گرچہ دُود م از تبارِ آتشم
خامہ ام از ہمّتِ فکرِ بلند | رازِ این نُہ پردہ در صحرا فگند

قطرہ تا ہمپایۂ دریا شود
ذرّہ از بالیدگی صحرا شود

شاعری زیں مثنوی مقصود نیست | بُت پرستی بُت گری مقصود نیست
ہندیم از پارسی بیگانہ ام | ماہِ نو باشم تہی پیمانہ ام
حسنِ اندازِ بیاں از من مجو (۱) | خوانسار و اصفہاں از من مجو
گرچہ ہندی در عذوبت شکر است (۲) | طرزِ گفتارِ دری شیریں تر است
فکرِ من از جلوہ اش مسحور گشت | خامۂ من شاخِ نخلِ طور گشت

۱- خوانسار و اصفہان: ایران کے دو مشہور مقامات جہاں کی خاک سے مشہور شعرا پیدا ہوئے ۱۲
۲- عذوبت: شیرینی۔

- میں نے انسان کے غم میں رو رو کر راتیں گزار دیں
تب کہیں جاکر میں زندگی کے رازوں پر سے پردہ اٹھانے میں کامیاب ہوا۔
- میں نے ممکنات کے کارخانے کے اندر سے
زندگی کے استحکام کا راز (لائحۂ عمل) نکال لیا ہے۔
- میں جس نے (زندگی کی) رات کو چاند کی طرح خوبصورت بنا دیا ہے
میں فقط ملّتِ بیضا کی گردِ پا ہوں۔
- وُہ ملّت جس کا شہرہ باغ و راغ میں ہے
جس کے تازہ نغمے دلوں میں حرارت پیدا کرتے ہیں۔
- وُہ ملّت جس نے ذرّہ بویا اور آفتابوں کے انبار لگا دیئے
جس کے کھلیان سینکڑوں رومی اور عطار ہیں۔
- میں آہِ گرم ہوں جو آسمان تک پہنچتی ہے
اگرچہ میں (آہ) کا دھواں ہوں لیکن ہوں تو آگ کے خاندان سے
- میرے قلم نے فکرِ بلند کی ہمّت سے
اس نُہ پردہ (کائنات) کے راز کو صحرا میں ڈال دیا (سرِ عام واضح کر دیا)
- تاکہ قطرہ دریا کا ہم پلہ ہو جائے
اور ذرّہ بڑھ کر صحرا بن جائے۔
- اس مثنوی کا مقصد شاعری (بُت بنانا اور بُت پرستی سکھانا) نہیں۔
- میں ہندی ہوں فارسی میری زبان نہیں
میں نئے چاند کی مانند اندر سے خالی ہوں
- مُجھ سے اندازِ بیاں کی خوبصورتی کی توقع نہ رکھ
میں شعرائے خوانسار اور اصفہان جیسی زبان پیش نہیں کر سکتا۔

○ اگرچہ ہندی زبان مٹھاس میں شکر ہے
لیکن فارسی زبان کا اندازِ بیان اس سے زیادہ شیریں ہے

○ فارسی زبان کے جلوے نے میرے فکر کو مسحور کر دیا
اور میرا قلم (اس کی بدولت) نخلِ طور کی شاخ بن گیا.

پارسی از رفعتِ اندیشہ ام　　در خورد با فطرت اندیشہ ام

خردہ[1] بر مینا مگیر اے ہوشمند

دل بذوقِ خردۂ[2] مینا ببند

در بیان اینکہ اصلِ نظامِ عالم از خودی است و تسلسلِ حیاتِ تعیّناتِ وجود بر استحکامِ خودی انحصار دارد

پیکرِ ہستی ز آثارِ خودی است　　ہر چہ می بینی ز اسرارِ خودی است

۱- خردہ گرفتن : نکتہ چینی کرنا　۲- خردۂ مینا : شراب ۱۲

نوٹ: اس عنوان کے ذیل میں جو اشعار ہیں اُن سے لفظ خودی کے معنوں پر روشنی پڑے گی اس ضمن میں صفحہ نمبر ۲۵ کے اشعار بھی زیرِ نظر رکھیے۔

○ میرے فکر کی بلندی کے لحاظ سے
فارسی زبان اس کی فطرت سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے۔

○ اے دانا شخص! میری مینائے کلام (الفاظ) پر نکتہ چینی نہ کر بلکہ اس مینا کی شراب (معانی) سے لُطف اندوز ہونے کا ذوق پیدا کر۔

اس بیان میں کہ نظامِ کائنات کی بُنیاد خودی ہے اور حیات کے مختلف پیکروں کی تعیین اور ان کا ارتقاء خودی کے استحکام پر منحصر ہے

○ زندگی کا وجود خودی کے آثار (نشانات) میں سے ہے۔
جو کچھ تو دیکھتا ہے یہ خودی ہی کے اسرار (کا اظہار) ہے۔

خویشتن را چوں خودی بیدار کرد — آشکارا عالمِ پندار کرد

صد جہاں پوشیدہ اندر ذاتِ او — غیرِ او پیداست از اثباتِ او

در جہاں تخمِ خصومت کاشت است — خویشتن را غیرِ خود پنداشت است

سازد از خود پیکرِ اغیار را — تا فزاید لذتِ پیکار را

میکشد از قوتِ بازوے خویش — تا شود آگاہ از نیروے خویش

خود فریبی ہاے او عینِ حیات — ہمچو گل از خوں وضو عینِ حیات

بہرِ یک گل خونِ صد گلشن کند — از پئے یک نغمہ صد شیون کند

یک فلک را صد ہلال آوردہ است — بہرِ حرفے صد مقال آوردہ است

عذرِ ایں اسراف و ایں سنگیں دلی — خلق و تکمیلِ جمالِ معنوی

حسنِ شیریں عذرِ دردِ کوہکن — نافۂ عذرِ صد آہوے ختن

سوزِ پیہم قسمتِ پروانہ ہا — شمع عذرِ محنتِ پروانہ ہا

خامۂ او نقشِ صد امروز بست — تا بیارد صبحِ فرداے بدست

شعلہ ہاے او صد ابراہیم سوخت — تا چراغِ یک محمد برفروخت

می شود از بہرِ اغراضِ عمل — عامل و معمول و اسباب و علل

خیزد، انگیزد، پرد، تابد، رمد — سوزد، افروزد، کشد، میرد، دمد

وسعتِ ایامِ جولانگاہِ او — آسماں موجے ز گردِ راہِ او

- جب خودی نے اپنے آپ کو بیدار کیا
تو یہ عالمِ پندار (دُنیا) ظاہر ہوا۔
- خودی کی ذات میں سینکڑوں جہان مخفی ہیں
جب خودی اپنا اثبات یعنی اپنی قوت کا اظہار کرتی ہے، تو ایک نیا جہان پیدا ہو جاتا ہے، جو خودی کی ذات سے علیحدہ ہوتا ہے۔
- (اس طرح) خودی نے اپنے آپ کو اپنا غیر سمجھ کر کائنات میں کشمکش کا بیج بو دیا۔
- وُہ اپنے آپ ہی سے اپنے اغیار کے پیکر تیار کرتی ہے
تاکہ جدلِ باہم کی لذت بڑھے۔ (فلسفۂ جدلیات)
- پھر وُہ اپنی قوتِ بازو سے (ان میں سے بعض کو) فنا کر دیتی ہے۔ (بقائے اصلح) تاکہ اسے اپنی قوت سے آگاہی حاصل ہو۔
- اس کی یہی خود فریبیاں اپنے آپ سے اپنا غیر پیدا کرنا اور پھر اسے غیر سمجھ کر فنا کر دینا عینِ حیات ہیں۔ پھُول کی مانند خون سے وضو کرنا ہی اس کی زندگی ہے۔
- وُہ ایک پھُول کی خاطر سینکڑوں گلشنوں کا خُون کر دیتی ہے (کئی گلشنوں کے تجربوں کے بعد ایک خوبصورت پھُول پیدا ہوتا ہے۔) ایک نغمہ کی خاطر سینکڑوں نالے بلند کرتی ہے۔ (سینکڑوں نالوں کے پس منظر سے ایک دلآویز نغمہ اُبھرتا ہے)۔
- ایک آسمان (کی سجاوٹ) کے لیے صدہا ہلال لاتی ہے۔
ایک حرف (مطلب کہنے) کے لیے سینکڑوں اندازِ بیان لاتی ہے۔
- اس اسراف اور بے دردی (بہت سی چیزوں کو بنا کر مٹا دینے) کا جواز (لذتِ تخلیق اور تکمیل جمالِ معنوی (کے ذریعہ ذوقِ حسن کی تسکین) ہے۔

ع ہے جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں

- حسنِ شیریں کوہکن کے دُکھ کا جواز ہے۔
- اسی طرح ایک مشک نافہ سیکڑوں آہوانِ ختن کے اتلاف کا جواز ہے۔
- پروانوں کی قسمت میں یہ جو سوزِ پیہم ہے، جس کی وجہ سے وُہ اتنی مشقت اٹھاتے ہیں، اس کا جواز ایک شمع (روشن) ہے۔
- خودی کے قلم نے سیکڑوں امروز (آج) کے نقوش بنائے (اور مٹائے) تاکہ ایک (حسین) کل کی صبح سامنے لائے۔
- اس کے شعلوں نے سیکڑوں ابراہیمؑ جلا دیئے۔
  تاکہ ایک محمدؐ کا چراغ روشن ہو۔
  (یہ تکمیلِ جمالِ معنوی کی مثالیں ہیں)۔
- عمل کی اغراض پوری کرنے کے لیے خودی کبھی عامل بنتی ہے، کبھی معمول اور کبھی اسباب و ذرائع۔
- وُہ اٹھتی ہے، اٹھاتی ہے، اڑاتی ہے، بھاگتی ہے، جلتی ہے، روشن کرتی ہے، مارتی ہے، مرتی ہے، زندہ ہوتی ہے۔
- زمانے کی فراخی اس کی جولانیوں کا میدان ہے۔ آسمان اس کی گردِ راہ سے (اٹھتی ہوئی) ایک موج ہے۔

گل بجیب آفاق از گلکاریش	شب ز خوابش، روز از بیداریش
شعلۂ خود در شرر تقسیم کرد	جز پرستی عقل را تعلیم کرد
خود شکن گردید و اجزا آفرید	اندکے آشفت و صحرا آفرید
باز از آشفتگی بیزار شد	وز بہم پیوستگی کہسار شد
وانمودن خویش را خوئے خودی است	خفتہ در ہر ذرہ نیروئے خودی است

قوتِ خاموش و بیتابِ عمل
از عمل پابندِ اسبابِ عمل

چوں حیاتِ عالم از زورِ خودی است	پس بقدرِ استواری زندگی است
قطرہ چوں حرفِ خودی از بر کند	ہستیِ بے مایہ را گوہر کند
بادہ از ضعفِ خودی بے پیکر است	پیکرش منت پذیرِ ساغر است
گرچہ پیکر می پذیرد جامِ مے	گردش از ما وام گیرد جامِ مے
کوہ چوں از خود رود صحرا شود	شکوہ سنجِ جوششِ دریا شود
موج تا موج است در آغوشِ بحر	می کند خود را سوارِ دوشِ بحر
حلقہ زد نور تا گردید چشم	از تلاشِ جلوہ ہا جنبید چشم
سبزہ چوں تابِ دمید از خویش یافت	ہمتِ او سینۂ گلشن شگافت
شمع ہم خود را بخود زنجیر کرد	خویش را از ذرہ ہا تعمیر کرد

- خودی ہی کی گلکاریوں نے آفاق کا دامن گلوں سے بھر دیا ہے، رات اس کی نیند سے ہے اور دن اُس کی بیداری سے۔
- اس نے اپنے شعلہ کو چنگاریوں میں تقسیم کر دیا، اب عقل ایک ایک چنگاری کو سمجھنے کے پیچھے پڑی ہوئی ہے (یہی عقل کی خبر پرستی ہے)۔
- اُس نے اپنے آپ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اجزا پیدا کر دیئے۔
  ذرا آشفتہ ہوئی، تو صحرا بنا دیئے۔
- پھر آشفتگی سے بیزار ہوئی، تو باہم پیوستگی سے پہاڑ بن گئی۔
- اپنا اظہار خودی کی عادت ہے، ہر ذرہ میں خودی کی قوت خوابیدہ ہے۔ (جب وُہ بیدار ہوتی ہے، تو اظہار چاہتی ہے)۔
- خودی قوتِ خاموش ہے، مگر عمل کے لیے بے تاب ہے
  وُہ عمل ہی کی خاطر اسبابِ عمل کی پابندی اختیار کرتی ہے
- چونکہ اس جہان کی زندگی کا دارو مدار خودی کی قوت پر ہے، اس لیے ہر وجود کی زندگی (کا درجہ) اس کی خودی کے استحکام کے مطابق ہے۔
- جب قطرہ خودی کا سبق از بر کر لیتا ہے، تو اپنی بے قیمت زندگی کو (قیمتی) موتی بنا لیتا ہے۔
- ضعفِ خودی کے باعث شراب کا اپنا کوئی پیکر نہیں۔ اسے پیکر اختیار کرنے کے لیے ساغر کا احسان اٹھانا پڑتا ہے۔
- اگرچہ جامِ شراب پیکر رکھتا ہے، مگر وُہ گردش ہم سے اُدھار لیتا ہے۔ (گردش کے لیے ہمارے ہاتھوں کا محتاج ہے)۔
- جب پہاڑ اپنے آپ کو چھوڑ دیتا ہے، تو صحرا بن جاتا ہے، پھر دریا کے سیلاب کی شکایت کرتا ہے۔

(جاری ہے ص ۴۶)

- موج جب تک آغوشِ بحر میں موج بن کر رہتی ہے، وُہ سمندر کے کندھوں پر سوار ہوتی ہے۔
- نُور نے اپنی خودی سے کام لے کر حلقے کی شکل اختیار کی تو وُہ آنکھ بن گیا پھر آنکھ نے جلوؤں کی تلاش میں جھپکنا سیکھا۔
- جب سبزے نے اپنے اندر اگنے کی قوّت پیدا کی تو اس کی ہمّت نے باغ کا سینہ چاک کر دیا۔
- شمع نے اپنے آپ کو اپنے آپ سے منسلک کر لیا اور اس طرح ذرّوں سے اپنی تعمیر کی۔

خود گدازی پیشہ کرد از خود رمید
هم چو اشک آخر ز چشم خود چکید

گر بفطرت پختہ تر بودے نگیں
از جراحت ہا بیاسودے نگیں

می شود سرمایہ دارِ نامِ غیر
دوشِ او مجروح بارِ نامِ غیر

چوں زمیں بر ہستیِ خود محکم است
ماہ پابندِ طوافِ پیہم است

ہستیِ مہر از زمیں محکم تر است
پس زمیں مسحورِ چشمِ خاور است

جنبش از مژگاں بردشانِ چنار
مایہ دار از سطوتِ او کوہسار

تار و پود کسوتِ او آتش است
اصلِ او یک دانۂ گردن کش است

چوں خودی آرد بہم نیروئے زیست
می کشاید قلزمے از جوئے زیست

دربیان اینکہ حیاتِ خودی از تخلیق و تولیدِ مقاصد است

زندگانی را بقا از مدعا است
کاروانش را درا از مدعا است

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصلِ او در آرزو پوشیدہ است

- پھر جب اس نے اپنے آپ کو پگھلانا شروع کیا تو اپنی خودی سے دُور ہو گئی اور بالآخر آنسو کی طرح اپنی آنکھ سے ٹپک پڑی۔
- اگر نگینہ اپنی فطرت میں پختہ تر ہوتا، تو وُہ ان زخموں سے بچا رہتا (جو اُسے گھڑنے کے وقت لگائے جاتے ہیں)۔
- اب اس پر غیر کا نام لکھا جاتا ہے، اور اس کا کندھا دوسرے کے نام کے بوجھ سے زخمی ہوتا ہے۔
- چونکہ زمین اپنی ہستی میں محکم ہے (اس نے اپنی خودی برقرار رکھی ہے) اس لیے چاند ہمیشہ اس کے طواف کا پابند ہے۔
- چونکہ سُورج کا وجود زمین سے زیادہ محکم ہے۔
اس لیے زمین سُورج کی آنکھ سے مسحور ہے (اور اس کے گرد چکر لگاتی ہے)۔
- چنار کی (بلند شان) کو دیکھ کر آنکھیں کُھلی کی کُھلی رہ جاتی ہیں چنانچہ پہاڑ اس کی سطوت کو اپنی دولت سمجھتے ہیں۔
- چنار کے لباس کا تار و پود آگ سے ہے۔
کیونکہ اس کی اصل ایک بلند ہمت دانہ سے ہے۔
- جب خودی زندگی کی قوت بہم پہنچاتی ہے۔
تو وُہ زندگی کی ندی سے سمندر پیدا کر لیتی ہے۔

اس بیان میں کہ خودی کی زندگی مقاصد کی تخلیق و تولید سے ہے

- زندگی کی بقا مقصد سے ہے
مقصد ہی زندگی کے کارواں کے لیے (بانگِ) درا کا کام دیتا ہے۔

○ جُستجو ہی زندگی کا راز ہے
آرزُو کے اندر ہی زِندگی کی اصلیت کا راز پوشیدہ ہے۔

آرزو را در دلِ خود زندہ دار — تا نگردد مشتِ خاکِ تو مزار

آرزو جانِ جہانِ رنگ و بوست — فطرتِ ہر شے امینِ آرزوست

از تمنا رقصِ دل در سینہ ہا — سینہ ہا از تابِ او آئینہ ہا

طاقتِ پرواز بخشد خاک را — خضر باشد موسیٰ ادراک را

دل ز سوزِ آرزو گیرد حیات — غیرِ حق میرد چو او گیرد حیات

چوں ز تخلیقِ تمنا باز ماند[1] — شہپرش بشکست و از پرواز ماند

آرزو ہنگامہ آرائے خودی — موجِ بیتابے ز دریائے خودی

آرزو صیدِ مقاصد را کمند — دفترِ افعال را شیرازہ بند

زندہ را نفیِ تمنا مردہ کرد — شعلہ را نقصانِ سوز افسردہ کرد

چیست اصلِ دیدۂ بیدار ما؟ — بست صورت لذتِ دیدار ما

کبک پا از شوخیِ رفتار یافت — بلبل از سعیِ نوا منقار یافت

نے بروں از نیستاں آباد شد — نغمہ از زندانِ او آزاد شد

عقلِ ندرت کوش و گردوں تاز چیست — ہیچ میدانی کہ ایں اعجاز چیست؟

زندگی سرمایہ دار از آرزوست — عقل از زائیدگانِ بطنِ اوست

چیست نظمِ قوم و آئین و رسوم — چیست رازِ تازگیہائے علوم

(۱) تخلیق : پیدا کرنا۔

○ اس لیے تو اپنے دل میں آرزو کو زندہ رکھ، تاکہ تیرا بدن قبر نہ بن جائے۔

○ آرزو ہی اس جہانِ رنگ و بو (دنیا) کی جان ہے، ہر شے کی فطرت میں آرزو بطور امانت موجود ہے۔

○ تمنا ہی سے سینوں کے اندر دل رقصاں رہتے ہیں
اسی کی چمک سے آئینے شیشے کی مانند شفاف ہیں۔

○ آرزو خاکی انسان کو اڑنے کی طاقت عطا کرتی ہے۔
ہماری ادراک کے لیے آرزو اسی طرح راہبر ہے جس طرح موسیٰؑ کے لیے خضرؑ راہبر بنے۔

○ سوزِ آرزو سے دِل زندگی پاتا ہے، دِل زندہ ہو جائے تو اس کے اندر سے غیر اللہ کے نقوش مٹ جاتے ہیں۔

○ لیکن جب دل آرزو کی تخلیق چھوڑ دیتا ہے تو اس کے بال و پر ٹوٹ جاتے ہیں اور وہ پرواز سے رہ جاتا ہے،

○ آرزو ہی خودی کے لیے ہنگامے آراستہ کرتی ہے، یہ دریائے خودی کی ایک بیتاب موج ہے۔

○ آرزو ہی مقاصد کے شکار لیے کمند کا کام دیتی ہے۔
اسی سے انسان کے افعال میں نظم و ضبط پیدا ہوتا ہے۔

○ تمنا ختم ہو جانے سے زندہ انسان بھی مردہ ہو جاتا ہے
جیسے سوز ختم ہو جانے سے شعلہ افسردہ ہو جاتا ہے

○ ہماری دیدۂ بیدار کی اصلیت کیا ہے۔
یہ کہ ہماری لذتِ دیدار نے ایک آنکھ کی صورت اختیار کر لی ہے۔

○ کبک نے شوخیِ رفتار سے پاؤں پائے
بلبل نے ادائے نغمہ کے لیے کوشش کی تو اسے چونچ مل گئی۔

- جب بانسری نیستاں سے باہر آکر آباد ہوئی
  تو نغمہ اس کے قید خانے سے آزاد ہوا (اس کے اندر سے نغمے پھوٹے)۔
- نادر چیزیں تلاش کرنے والی اور آسمان تک پہنچنے والی عقل کیا ہے؟
  کیا تو نے کبھی غور کیا کہ اسے یہ اعجاز کیسے حاصل ہوا؟
- بات یہ ہے کہ آرزو زندگی کا سرمایہ ہے
  اور عقل زندگی کے بطن سے پیدا ہوئی ہے
- قوم کا نظم اور اس کے آئین و رسوم کیا ہیں
  نئے نئے علوم پیدا ہونے کا راز کیا ہے۔

آرزوئے کو بزورِ خود شکست
سرز دل بیرون زد صورت ببست

دست و دندان و دماغ و چشم و گوش
فکر و تخییل و شعور و یاد و ہوش

زندگی مرکب چو در جنگاہ باخت
بہرِ حفظِ خویش ایں آلات ساخت

آگہی از علم و فن مقصود نیست
غنچہ و گل از چمن مقصود نیست

علم از سامانِ حفظِ زندگی است
علم از اسبابِ تقویمِ خودی است

علم و فن از پیش خیزانِ حیات
علم و فن از خانہ زادانِ حیات

اے ز رازِ زندگی بیگانہ خیز
از شرابِ مقصدے مستانہ خیز

مقصدے مثلِ سحر تابندۂ
ماسوی را آتشِ سوزندۂ

مقصدے از آسماں بالاترے
دل ربائے دلستانے دلبرے

باطلِ دیرینہ را غارتگرے
فتنہ در جیبے سراپا محشرے

ما ز تخلیقِ مقاصد زندہ ایم
از شعاعِ آرزو تابندہ ایم

- یہ سب آرزو کے کرشمے ہیں، جب آرزو اپنے زور سے ٹوٹ کر اٹھتی ہے تو دِل کے اندر سے سر اٹھاتی ہے اور کوئی صورت اختیار کرتی ہے۔
- ہاتھ، دانت، دماغ، آنکھ، کان
  سوچ، تخیل، شعور، یاد، سمجھ۔
- یہ سب آلات ہیں، جو زندگی نے، اپنی حفاظت کے لیے بنائے ہیں۔
- جب اس نے اپنا گھوڑا میدانِ جنگ میں دوڑایا تو یہ سب آلات اپنی حفاظت کے لیے بنائے۔
- علم و فن کا مقصد محض معلومات نہیں، اسی طرح چمن سے صرف غنچہ و گل حاصل کرنا مقصود نہیں۔
- بلکہ علم زندگی کی حفاظت کا سامان ہے، اور خودی کو مستحکم کرنے کے اسباب میں سے ایک سبب ہے۔
- علم و فن زندگی کے خدمت گار اور غلام ہیں۔

(فن برائے فن اور فن برائے زندگی کا امتیاز بیان کیا گیا ہے)

- اے وہ شخص، جو رازِ زندگی سے نابلد ہے اٹھ، اٹھ اور مقصد کی شراب پی کر مستانہ وار اٹھ۔
- تیرا مقصد ایسا ہونا چاہیئے جو صبح کی مانند روشن ہو، جو غیر اللہ کو جلا دینے والی ہو، ثابت ہوا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے سوا اور کوئی مقصد نہیں ہونا چاہیئے۔
- یہی مقصد آسمان سے بلند تر ہے، یہ دل کو لبھانے والا، دِل چھین لینے والا اور دِل پر قبضہ کر لینے والا مقصد ہے۔
- یہ دیرینہ باطل کو فنا کر دینے والا مقصد ہے، اس کے گریباں میں محشر کے ہنگامے موجود ہیں۔
- ہم مقاصد کی تخلیق سے زندہ ہیں، آرزو کی شعاع ہمیں روشن رکھتی ہے۔

دربیان اینکہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد

نقطۂ نورے کہ نامِ او خودی است — زیرِ خاکِ ما شرارِ زندگی است
از محبت می شود پایندہ تر — زندہ تر، سوزندہ تر، تابندہ تر
از محبت اشتعالِ جوہرش — ارتقاے (۱) ممکناتِ مضمرش
فطرتِ او آتش اندوزد ز عشق — عالم افروزی بیاموزد ز عشق
عشق را از تیغ و خنجر باک نیست — اصلِ عشق از آب و باد و خاک نیست
در جہاں ہم صلح و ہم پیکارِ عشق — آبِ حیواں تیغِ جوہر دارِ عشق
از نگاہِ عشق خارا شق بود — عشقِ حق آخر سراپا حق بود
عاشقی آموز و محبوبے طلب — چشمِ نوحے قلبِ ایوبے طلب
کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے — بوسہ زن بر آستانِ کاملے

(۱) : ارتقا : نشو و نما

اس بیان میں کہ خودی عشق و محبت سے مستحکم ہوتی ہے

- نقطۂ نور جس کا نام خودی ہے، یہی ہمارے بدن میں زندگی کا شرر ہے۔
- یہ (اللہ تعالیٰ کی) محبت ہی سے زیادہ زندہ، زیادہ پائیدار، زیادہ چمکدار اور زیادہ سوزندہ ہوتا ہے۔
- محبت ہی سے اس کا جوہر نکھرتا ہے اور محبت ہی سے اس کے اندر پوشیدہ صلاحیتوں کی نشو و نما ہوتی ہے۔
- اس کی فطرت عشق ہی سے حرارت حاصل کرتی ہے۔
  اور عشق ہی سے دنیا کو جگمگا دینے کا طریقہ سیکھتی ہے۔
- عشق کو تیغ و خنجر کا کوئی خطرہ نہیں کیونکہ اس کی اصل (عناصر) آب و باد و خاک سے نہیں۔
- عشق کی تیغ جوہر دار آبِ حیات ہے، اسی سے دنیا میں صلح و آشتی ہے اور اسی سے جنگ و جدل۔
- عشق کی نگاہ پتھر کو توڑ دیتی ہے، اللہ تعالیٰ کا عشق انسان کو "بندۂ مولا صفات" بنا دیتا ہے۔
- عاشقی سیکھ اور اپنے لیے محبوب ڈھونڈ
  مگر اس کے لیے چشمِ نوحؑ اور قلبِ ایوبؑ چاہیے۔
- کسی کامل کے آستان پر بوسہ زن ہو کر (اس سے وابستگی اختیار کر کے)
  اپنی مشتِ خاک کو کیمیا بنا لے۔

شمعِ خود را ہمچو رومی بر فروز　　روم را در آتشِ تبریز سوز

ہست معشوقے نہاں اندر دلت　　چشم اگر داری بیا بنمائمت

عاشقانِ او ز خوباں خوب تر　　خوشتر و زیباتر و محبوب تر

دل ز عشقِ او توانا میشود　　خاک ہمدوشِ ثریا میشود

خاک نجد از فیضِ او چالاک شد　　آمد اندر وجد و بر افلاک شد

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است　　آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

طور موجے از غبارِ خانہ اش　　کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

کمتر از آنے ز اوقاتش ابد　　کاسبِ افزایش از ذاتش ابد

بوریا ممنونِ خوابِ راحتش　　تاجِ کسریٰ زیرِ پاے امتش

در شبستانِ حرا خلوت گزید　　قوم و آئین و حکومت آفرید

ماند شبہا چشمِ او محرومِ نوم　　تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم

وقتِ ہیجا تیغِ او آہن گداز　　دیدۂ او اشکبار اندر نماز

در دعائے نصرت آمیں تیغِ او　　قاطعِ نسلِ سلاطیں تیغِ او

در جہاں آئینِ نو آغاز کرد　　مسندِ اقوامِ پیشیں در نورد

از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد　　ہمچو او بطنِ امِ گیتی نزاد

در نگاہِ او یکے بالا و پست　　با غلامِ خویش بر یک خواں نشست

اپنی شمع کو رومیؒ کی مانند روشن کر اور روم کو تبریز کی آگ میں جلا دے (روم سے مولانا روم اور تبریز سے آپ کے مرشد شمسؒ تبریز کی طرف اشارہ ہے)

تیرے دل کے اندر ایک محبوب نہاں ہے، اگر نگاہ رکھتا ہے تو آ میں تجھے دکھاؤں۔ اس سے محبت کرنیوالے محبوبوں سے زیادہ حسین زیادہ خوش وضع، اور پیارے ہو جاتے ہیں۔

اس سے محبت کرنے والے محبوب تر ہو جاتے ہیں۔

آپؐ کے عشق سے دل قوت پاتا ہے اور خاکی انسان کا رتبہ ثریا جتنا بلند ہو جاتا ہے۔

اور نجد کی خاک نے آپؐ کے فیض سے بلند رتبہ پایا اور افلاک تک پہنچ گئی۔

حضورؐ کا مقام مسلمان کے دل میں ہے

حضورؐ ہی کے نام سے ہماری آبرو ہے

طور آپؐ کے گھر کے غبار کی ایک موج ہے

آپؐ کا حجرہ مبارک کعبہ کے لیے بیت الحرم (حرمت والا گھر) ہے۔

ابد آپؐ کے اوقات کے ایک لمحہ سے بھی کم تر ہے۔

(بلکہ) ابد نے آپؐ کی ذات (ستودہ صفات) سے اپنی ابدیت پائی ہے

آپؐ خوابِ راحت کے لیے بوریا کو ممنون فرماتے۔

(دوسری طرف) آپؐ کی امت نے کسریٰ کا تاج پاؤں تلے روند ڈالا۔

آپؐ نے شبستانِ حرا میں خلوت اختیار کی۔

اور (ایک نئی) ملت نیا آئین اور (نئے انداز کی) حکومت وجود میں لائے۔

آپؐ نے کئی راتیں بے خوابی میں گزار دیں

تب کہیں جا کر آپؐ کی امت نے تختِ خسروی پر آرام پایا۔

جنگ کے دوران آپؐ کی تلوار لوہے کو بآسانی کاٹ کے رکھ دیتی نماز کے دوران آنجنابؐ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔

- نُصرت کی دُعا کے ساتھ آمین کہتے ہی آپؐ اپنی تلوار میان سے باہر نکال لیتے۔ (صرف دُعا پر اکتفا نہ فرماتے)۔
(چنانچہ) آنجنابؐ کی تلوار نے پادشاہت کا سلسلہ ختم کر دیا۔
- آپؐ نے دنیا میں نیا آئین رائج فرمایا
اقوامِ قدیم ایران و روما کی (بالادستی کی) مسندیں لپیٹ دیں۔
- آپؐ نے دین کی کنجی سے دنیا کا دروازہ کھولا۔
زمانہ کے بطن سے آپ جیسا کوئی اور پیدا نہ ہوا۔
- آپؐ کی نگاہ میں پست و بالا ایک درجہ رکھتے تھے۔ (عزت کی بُنیاد صرف تقویٰ تھا)۔ (چنانچہ) آپؐ اپنے غلام کے ساتھ ایک دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھاتے۔

در مصافے پیشِ آں گردوں سریرؔ (۱)	دخترِ سردارِ طےؔ (۲) آمد اسیر
پائے در زنجیر و ہم بے پردہ بود	گردن از شرم و حیا خم کردہ بود
دخترک را چوں نبیؐ بے پردہ دید	چادرِ خود پیشِ روئے او کشید
ما از آں خاتونِ طےؔ عریاں تریم	پیشِ اقوامِ جہاں بے چادریم
روزِ محشر اعتبارِ ماست او	در جہاں ہم پردہ دارِ ماست او
لطف و قہرِ او سراپا رحمتے	آں بیاراں ایں باعدا رحمتے
آں کہ بر اعدا درِ رحمت کشاد	مکہ را پیغامِ لاتثریب (۳) داد
ما کہ از قیدِ وطن بیگانہ ایم	چوں نگہ نورِ دو چشیم و یکیم
از حجاز و چین و ایرانیم ما	شبنمِ یک صبحِ خندانیم ما
مستِ چشمِ ساقیِ بطحاستیم	در جہاں مثلِ مے و میناستیم
امتیازاتِ نسب را پاک سوخت	آتشِ او ایں خس و خاشاک سوخت

[1] مصاف: جنگ [2] سردارِ طے: عرب کے قبیلۂ بنی طے کا سردار حاتم جو اپنی فیاضی کے لیے مشہور تھا [3] لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمْ.... الخ (یعنی تمہارے لیے کوئی تعزیر نہیں) اگرچہ کفارِ عرب نے نبی کریمؐ کو بہت ایذا دی تھی۔ مگر فتح مکہ کے بعد جبکہ فاتح کو انتقام کا حق اور قوت حاصل تھی، حضور علیہ السلام نے لَاتَثْرِیْبَ عَلَیْکُمْ فرما کر سب کو معاف فرمایا۔ شعر بالا میں اسی آیۂ شریفہ کی طرف تلمیح ہے۔

- جنگ کے دوران اس بلند مرتبت شخصیتؐ کے سامنے حاتم طائی کی بیٹی قیدی بن کر پیش ہوئی۔
- اس کے پاؤں میں زنجیر تھی وُہ باپردہ لباس نہ ہونے کے باعث شرم و حیا سے گردن جھکائے تھی۔
- حضورِ اکرمؐ نے جب اس لڑکی کو بے پردہ دیکھا، تو اپنی چادر سے اس کا سر ڈھانپ دیا۔
- ہم (اس دَور کے مسلمان) قبیلہ طے کی اس خاتون سے زیادہ عریاں ہیں۔ اقوامِ دُنیا کے سامنے ہم بھی (عزت و احترام کی) چادر کے بغیر ہیں۔
- روزِ قیامت آپؐ ہی (کی شفاعت) پر ہمارا بھروسا ہے۔
  اس دُنیا میں بھی آپؐ ہی ہمارے عیب ڈھانپنے والے ہیں۔
- حضورؐ کا لُطف اور قہر دونوں سراپا رحمت ہیں۔ لطف دوستوں کے لیے رحمت ہے اور قہر دشمنوں کے لیے۔ (انہیں بُرائی اور گناہ سے بچاتا ہے)۔
- حضورؐ نے اپنے دُشمنوں پر بھی رحمت کے دروازے کھول دیئے۔ (فتح مکہ کے بعد) قریش کو یہ فرما کر "آج تم پر کوئی تعزیر نہیں" انہیں معاف فرما دیا۔
- ہم مسلمان وطن کی (جغرافیائی) حد بندیوں سے آزاد ہیں۔ ہم نگاہ کی مانند ہیں، جو دو آنکھوں کے نُور سے مرکب ہونے کے باوجود ایک ہے۔
- ہم حجاز، چین اور ایران کے شہری تو ہیں، مگر ایک ہی صُبحِ خنداں (حضورِ اکرمؐ) کی شبنم ہیں۔ (شبنم سے پھولوں کو تازگی ملتی ہے)۔
- ہم ساقیِ بطحا کی کیفِ چشم سے سرشار ہیں۔ دُنیا میں ہماری مثال مے اور مینا کی سی ہے (جو تعلق مینا اور مے کا ہے، یہی حضورِ اکرمؐ اور امتِ مسلمہ کا ہے)۔
- حضورِ اکرمؐ نے نسلی امتیازات (مفاد) کو یکسر جلا دیا۔ حضور آنجنابؐ نے ان خس و خاشاک سے باغ دنیا کو پاک کر دیا۔

چوں گلِ صد برگ ما را بو یکیست — اوست جانِ این نظام و او یکیست

سِرِّ مکنونِ دلِ او ما بدیم — نعرہ بے باکانہ زد افشا شدیم

شورِ عشقش در نئے خاموشِ من — می تپد صد نغمہ در آغوشِ من

من چہ گویم از تولایش کہ چیست — خشک چوبے در فراقِ او گریست

ہستیٔ مسلم تجلی گاہِ او! — طور ہا بالد ز گردِ راہِ او

پیکرم را آفرید آئینہ اش — صبحِ من از آفتابِ سینہ اش

در تپید دمبدم آرامِ من — گرم تر از صبحِ محشر شامِ من

ابرِ آذار است و من بستانِ او (۱) — تاکِ من نمناک از بارانِ او

چشم در کشتِ محبت کاشتم — از تماشا حاصلے برداشتم

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است — اے خنک شہرے کہ آنجا دلبر است

کشتۂ اندازِ ملا جامیم — نظم و نثرِ او علاجِ خامیم

شعر لب ریز معانی گفتہ است — در ثنائے خواجہ گوہر سفتہ است

"نسخۂ کونین را دیباچہ اوست

جملہ عالم بندگان و خواجہ اوست"

کیفیت ہا خیزد از صہبائے عشق — ہست ہم تقلید از اسمائے عشق

(۱) ابرِ آذار: موسم بہار کا بادل۔

- گلِ صد برگ کی مانند ہماری خوشبو ایک ہی ہے۔ نظامِ اسلام کی جان حضور اکرمؐ اور آپؐ ایک ہیں۔
- ہم (امتِ مسلمہ) حضورؐ کے قلب میں پوشیدہ راز تھے۔ آنجنابؐ نے نعرۂ بیباکانہ (لا الٰہ الا اللہ) بلند فرمایا اور ہم ظاہر ہوئے۔
- میری خاموش نَے میں حضورؐ کے عشق کا جوش و خروش ہے۔ میرے آغوش میں سینکڑوں نغمے پرورش پا رہے ہیں۔
- میں کیا کہوں کہ آپؐ کی محبت کیا ہے۔ آپؐ کے فراق میں خشک لکڑی (حنانہ کا ستون) رونے لگی۔
- مسلمان کا وجود آپؐ کی تجلیات کا مہبط ہے۔ آپؐ کی گردِ راہ سے کئی طور پیدا ہوتے ہیں۔
- آپؐ کے آئینۂ (قلب) نے مجھے وجود بخشا۔ میری صبح آپؐ کے سینے کے آفتاب کی مرہونِ منت ہے۔
- پیہم تڑپ ہی میرے لیے تسکین کا باعث ہے۔ میری شام صبحِ محشر سے بھی زیادہ گرم ہے۔
- آپؐ ابرِ بہار ہیں اور میں آپؐ کا باغ ہوں۔ میرے تاکستان کی طراوت آپؐ کی بارانِ (رحمت) سے ہے۔
- میں نے محبت کی کھیتی میں نگاہِ شوق بوئی۔ اور نظارہ جمال کی صورت میں پیداوار حاصل کی۔
- مدینہ منورہ کی خاک دونوں جہانوں سے پیاری ہے کیا ٹھنڈک پہنچانے والا ہے وہ شہر جہاں محبوب آرام فرما ہے۔
- میں جامیؒ کے اندازِ بیان پر مفتون ہوں۔ ان کی نظم اور نثر میری خامی کا علاج ہے۔
- اس نے لبریزِ معانی شعر کہا ہے۔ گویا حضورؐ کی تعریف میں موتی پرو دیئے ہیں۔
- آپؐ کتابِ کونین کا مقدمہ ہیں
  سارا جہاں غلام ہے صرف آپؐ آقا ہیں
- عشق کی شراب سے کئی کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ تقلید بھی عشق ہی کا ایک نام ہے۔

کاملِ بسطام در تقلید فرد (۱) اجتناب از خوردنِ خربوزہ کرد

عاشقی؟ محکم شو از تقلیدِ یار تا کمندِ تو شود یزداں شکار

اندکے اندر حرائے دل نشیں ترکِ خود کن سوئے حق ہجرت گزیں

محکم از حق شو سوئے خود گام زن لات و عزّائے ہوس را سر شکن

لشکرے پیدا کن از سلطانِ عشق (۲) جلوہ گر شو بر سرِ فارانِ عشق

تا خدائے کعبہ بنوازد ترا

شرحِ (۳) اِنّی جَاعِلٌ سازد ترا

۱؎ حضرت بایزید بسطامیؒ نے خربوزہ کھانے سے محض اس بنا پر اجتناب کیا تھا کہ انھیں معلوم نہ تھا کہ نبی کریمؐ نے یہ پھل کس طرح کھایا ہے۔ اسی کامل تقلید کا نام عشق ہے۔

۲؎ سلطان: غلبہ، قوت۔ ۳؎ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ۔ (آیۂ شریفہ)

○ حضرت بایزید بسطامیؒ جو (محبت میں) کامل تھے۔ وہ تقلید میں بھی بے مثال تھے۔ چنانچہ انہوں نے اس بنا پر خربوزہ کھانے سے اجتناب کیا کہ انہیں معلوم نہ تھا کہ حضور اکرمؐ نے اسے کس طرح کھایا۔

○ اگر تو عاشق ہے؟ تو محبوبؐ کی تقلید سے اپنے عشق کو محکم کر تاکہ تو اللہ تعالیٰ کو اپنی محبت کی کمند میں لا سکے۔ (ان سے کہیں! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔)

○ تھوڑی دیر کے لیے اپنے دل کے غار حرا میں خلوت اختیار کر۔ اپنے آپ کو چھوڑ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کر۔

○ پھر اللہ تعالیٰ کی محبت سے محکم ہو کر اپنی طرف واپس آ۔ اور ہوس کے بتوں (لات و عزیٰ) کا سر توڑ دے۔

○ عشق کی قوت سے لشکر تیار کر اور عشق کے فاران کی چوٹی پر جلوہ گر ہو۔

○ تاکہ رب کعبہ تجھے اپنی تجلّی سے نواز دے
اور خلافتِ الٰہی کے بلند مرتبہ پر فائز کرے

دربیان اینکہ خودی از سوال ضعیف میگردد

اے فراہم کردہ از شیراں خراج — گشتہ رو بہ مزاج از احتیاج
خستگی ہاے تو از ناداری است — اصل درد تو ہمیں بیماری است
می رباید رفعت از فکرِ بلند — می کُشد شمعِ خیالِ ارجمند
از خُمِ ہستی مے گلفام گیر! — نقدِ خود از کیسۂ ایام گیر!
خود فرود آ از شترِ مثلِ عمر (۱) — الحذر از منتِ غیر الحذر
تا بکے دریوزۂ منصب کنی — صورتِ طفلاں زنے مرکب کنی
فطرتے کو بر فلک بندد نظر — پست میگردد ز احسانِ دگر
از سوال آشفتہ اجزاے خودی — بے تجلی نخلِ سیناے خودی
از سوال افلاس گردد خوار تر — از گدائی گدیہ گر نادار تر
مشتِ خاکِ خویش را از ہم مپاش — مثلِ مہ رزقِ خود از پہلو تراش

۱؎ جب بحالتِ سواری اشتر جنابِ فاروقؓ کا تازیانہ ہاتھ سے گر گیا تو اسے زمین پر سے اٹھانے کے لیے آپ خود اونٹ سے اُترے اور اس معمولی کام کے لیے بھی کسی کا احسان گوارا نہ فرمایا۔ اس شعر میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

اس بیان میں کہ سوال کرنے سے خودی میں کمزوری واقع ہوتی ہے

- اے (مسلمان) کبھی تو جو شیروں سے خراج وصول کرتا تھا، اب حاجتمندی کے باعث تیری طبیعت لومڑی کی سی ہوگئی ہے۔
- تیری آزردگی کا باعث تیری ناداری ہے تیری ساری تکلیف کی بُنیاد یہی بیماری ہے۔
- ناداری فکرِ بلند سے رفعت چھین لیتی ہے۔ اور اعلیٰ افکار کی شمع کو گل کر دیتی ہے۔
- تو زندگی کے خمخانہ سے مے رنگین لے۔ زمانے کی جیب سے اپنی نقدی نکال۔
- حضرت عمرؓ کی طرح (اپنا گرا ہوا کوڑا اٹھانے کے لیے) خود اونٹ سے نیچے اُتر اور دوسروں کا احسان اٹھانے سے بچ اور ضرور بچ۔
- تو (حکم چلانے کے لیے) کب تک منصب کی بھیک مانگتا رہے گا۔ کب تک بچوں کی طرح سرکنڈے کا گھوڑا بنائے گا۔
- وُہ فطرتِ بلند جو آسمان پر نظر رکھتی ہے دُوسرے کے احسان سے پست ہو جاتی ہے۔
- سوال کرنے سے خودی کے اجزا بکھر جاتے ہیں، اور خودی کا نخل سینا تجلی سے محرُوم ہو جاتا ہے۔
- سوال سے مفلسی اور ذلیل ہو جاتی ہے گدائی سے گداگر اور نادار ہو جاتا ہے۔
- اپنی مشت خاک کو اور پراگندہ نہ کر۔ چاند کی طرح اپنے پہلو سے اپنا رزق حاصل کر۔

گرچہ باشی تنگ روز و تنگ بخت — در رہِ سیلِ بلا افگندہ رخت

رزقِ خویش از نعمتِ دیگر مجو — موجِ آب از چشمۂ خاور مجو

تا نباشی پیشِ پیغمبر خجل — روزِ فردائے کہ باشد جاں گسل

ماہ را روزی رسد از خوانِ مہر — داغ بر دل دارد از احسانِ مہر

ہمت از حق خواہ و با گردوں ستیز — آبروے ملتِ بیضا مریز

آنکہ خاشاکِ بتاں از کعبہ رُفت (۱) — مردِ کاسب را حبیب اللہ گفت

وائے بر منت پذیرِ خوانِ غیر — گردنش خم گشتۂ احسانِ غیر

خویش را از برقِ لطفِ غیر سوخت (۲) — با پشیزے مایۂ غیرت فروخت

اے خنک آں تشنہ کاندر آفتاب — می نخواہد از خضر یک جام آب

تر جبیں از خجلت سائل نشد — شکلِ آدم ماند و مشتِ گل نشد

زیرِ گردوں آں جوانِ ارجمند — میرود مثلِ صنوبر سر بلند

در تہی دستی شود خود دار تر — بخت او خوابیدہ او بیدار تر

قلزمِ زنبیلِ سیلِ آتش است — گر ز دستِ خود رسد شبنم خوش است

چوں حباب از غیرتِ مردانہ باش

ہم بہ بحر اندر نگوں پیمانہ باش

۱ اَلْکَاسِبُ حَبِیْبُ اللّٰہ (حدیث) ۲ پشیز : کوڑی ۱۲

اگرچہ تیری روزی تنگ ہو اور تیرا نصیبا یاور نہ ہو
اور تو مصائب کے سیلاب کی منجدھار میں ہو۔

- پھر بھی تو دوسرے کی نعمت سے رزق کا جویا نہ ہو
چشمۂ مشرق سے بھی موجِ آب کا جویا نہ ہو
(یعنی عین دریا میں حباب آسا نگوں پیمانہ کر)
- تاکہ تجھے کل (قیامت کے دن) جو انتہائی کرب انگیز ہوگا۔
حضورؐ کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔
- چاند سورج کے دسترخواں سے روزی پاتا ہے، اس لیے اس کے دل پر اس احسان کا داغ پڑا ہوا ہے۔
- اللہ تعالیٰ سے توفیق مانگ اور حالات کا مقابلہ کر
(کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا کر) ملتِ اسلامیہ کی آبرو زائل نہ کر۔
- جس ذاتِ گرامیؐ نے کعبہ کو بتوں کی خس و خاشاک سے پاک کیا۔ اس کا ارشاد ہے کہ محنت کرنے والا اللہ تعالیٰ کا دوست ہوتا ہے۔
- افسوس ہے اس شخص پر جو دوسروں کے دسترخواں کا احسان مند ہے جس کی گردن دوسرے کے احسان کے سامنے جھکی ہوئی ہے۔
- اس نے اپنے آپ کو دوسروں کی مہربانی کی بجلی سے جلا لیا
اس نے ایک کوڑی کے بدلے غیرت کا قیمتی سرمایہ فروخت کر دیا۔
- کیا خوب ہے وہ شخص جو کڑی دھوپ کے اندر پیاسا ہونے کے باوجود خضرؑ سے بھی پانی کا طلبگار نہ ہو۔

- جس کی پیشانی پر سوال کرنے کی شرمندگی سے پسینہ نہیں آتا جو اپنی آدمیت برقرار رکھتا ہے۔ مٹھی بھر خاک کی طرح بے قدر نہیں ہوتا۔
- یہ بلند بخت نوجوان آسمان کے نیچے صنوبر کی طرح سر اٹھا کر چلتا ہے۔
- اگر وُہ خالی ہاتھ ہو تو وُہ اور خود دار ہو جاتا ہے۔
اس کا نصیبا سو جائے تو وُہ اور بیدار ہو جاتا ہے۔
- کشکول اگر سمندر کی طرح بھرا ہوا ہو تو وُہ آگ کا سیلاب ہے اگر اپنی کوشش سے شبنم کے چند قطرے بھی کما لیے جائیں تو وُہ بہتر ہیں۔
- بُلبلے کی طرح مردانہ غیرت قائم رکھ
سمندر کے اندر بھی اپنے پیمانہ کو اُلٹائے رکھ۔

در بیانِ اینکہ چوں خودی از عشق و محبت محکم میگردد قوائے ظاہرہ و مخفیۂ نظامِ عالم را مسخّر می سازد

از محبت چوں خودی محکم شود | قوتش فرمانِ دہِ عالم شود
پیرِ گردوں کز کواکب نقش بست | غنچہ ہا از شاخسارِ او شکست
پنجۂ او پنجۂ حق می شود | ماہ از انگشتِ او شق می شود (۱)
در خصوماتِ جہاں گردد حکم | تابعِ فرمانِ او دارا و جم (۲)
با تو میگویم حدیثِ بو علیؒ | در سوادِ ہند نامِ او جلی
آں نوا پیرائے گلزارِ کہن | گفت با ما از گلِ رعنا سخن (۳)
خطۂ ایں جنتِ آتش نژاد | از ہوائے دامنش مینو سواد

۱؎ تلمیح ہے معجزۂ شق القمر کی طرف ۱۲ ۲؎ حکم: منصف ۱۲ ۳؎ تلمیح ہے حضرت بو علی قلندرؒ کے اس شعر کی طرف "مرحبا اے بلبلِ باغِ کہن۔ از گلِ رعنا بگو با ما سخن" ۱۲

اس بیان میں کہ جب خودی عشق و محبّت سے مُستحکم ہو جاتی ہے تو وہ نظامِ عالم کی ظاہری اور مخفی قوتوں کو مسخّر کر لیتی ہے

- جب خودی عشقِ الٰہی سے مُستحکم ہو جاتی ہے، تو اس کی قوّت زمانے کی فرمانروا بن جاتی ہے۔
- بوڑھا آسمان جس نے ستاروں سے آرائش کی ہے، اس کی شاخوں کے غنچے (ستارے) ٹوٹ گرتے ہیں۔ (عام طور سے خیال کیا جاتا ہے کہ انسانوں کی قسمت ستاروں کی گردش سے وابستہ ہے۔ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنی خودی مُستحکم کر لیتا ہے وہ خود تقدیر کا فرمانروا ہو جاتا ہے اور ستارے اس کے سامنے بے معنی ہیں)۔
- اس کا ہاتھ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہو جاتا ہے، اس کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

(معجزہ شق القمر) (۱۷:۸)

- ایسا شخص دُنیا کے معاملات کے فیصلے کرتا ہے، دارا و جم جیسے بادشاہ بھی اس کے حکم کے تابع فرماں ہوتے ہیں۔
- میں تمہیں بو علی قلندرؒ کا واقعہ سناتا ہوں، اطرافِ ہند میں ان کا نام مشہور ہے۔
- "باغِ کہن" کے اس ترانے سنانے والے نے
  ہم سے "گلِ رعنا" کی بات کہی ہے۔
- (جنّت کا یہ خطہ) جو بت پرستی کے باعث آتش نہاد بنا ہوا تھا۔
  اس کے دامن کی ہوا سے واقعی بہشت کا ٹکڑا بن گیا تھا۔

کوچک ابدالش سوے بازار رفت [1] — از شرابِ بوعلیؒ سرشار رفت
عاملِ آں شہر می آمد سوار [2] — ہمرکابِ او غلام و چوبدار
پیشرو زد بانگ اے ناہوشمند — بر جلوداران عامل رہ مبند
رفت آں درویش سر افگندہ پیش — غوطہ زن اندر یمِ افکارِ خویش
چوبدار از جامِ استکبار مست — بر سرِ درویش چوبِ خود شکست
از رہِ عامل فقیر آزردہ رفت — دلگران و ناخوش و افسردہ رفت
در حضورِ بوعلیؒ فریاد کرد — اشک از زندانِ چشم آزاد کرد
صورتِ برقے کہ بر کہسار ریخت — شیخ سیلِ آتش از گفتار ریخت
از رگِ جاں آتشِ دیگر کشود — با دبیرِ خویش ارشادے نمود
خامہ را برگیر و فرمانے نویس! — از فقیرے سوے سلطانے نویس!
بندہ ام را عاملت بر سر زدہ است — بر متاعِ جانِ خود اخگر زدہ است
باز گیر ایں عاملِ بدگوہرے — ورنہ بخشم ملکِ تو با دیگرے
نامۂ آں بندۂ حق دستگاہ — لرزہ ہا انداخت در اندامِ شاہ
پیکرش سرمایۂ آلام گشت — زرد مثلِ آفتابِ شام گشت

[1] کوچک ابدال اصطلاح فقرا میں مرید و ہمنشیں دست کو کہتے ہیں۔

[2] عامل : گورنر ، حاکم۔

○ ان کا مُرید بازار کی طرف گیا، وُہ حضرت بوعلیؒ کی شراب (معرفت) سے سرمست تھا۔
○ اس شہر کے حاکم کی سواری بھی اِدھر سے گزری، حاکم کے ساتھ کئی غلام اور چوبدار تھے۔
○ ان میں سے ایک نے آواز دی کہ اے بے سمجھ! حاکم کے ہمراہیوں کا راستہ نہ روک۔
○ مگر وُہ درویش سر جھکائے اپنے افکار میں مست اسی طرح چلتا رہا۔
○ دُوسری طرف چوبدار اپنے تکبّر میں مست تھا، اس نے درویش کے سر پر لاٹھی دے ماری۔
○ فقیر حکمران کے ہاتھوں آزردہ خاطر، رنجیدہ، ناخوش اور افسردہ گیا۔
○ اس نے حضرت بوعلیؒ کے سامنے فریاد کی، اور آنکھوں سے آنسو بہائے۔
○ اس کی فریاد سُن کر شیخ پہاڑ پر گرنے والی بجلی کی مانند اپنی گفتگو سے شعلہ بار ہوئے۔
○ ساتھ ہی اس کے اندر سے ایک اور طرح کی آگ نے سر اٹھایا، اپنے منشی کو بلا کر فرمایا۔
○ قلم اٹھا اور اس فقیر سے، پادشاہ کی طرف فرمان لکھ۔
○ میرے درویش کو تیرے عامل نے سر پر لاٹھی ماری ہے، گویا اس نے ایسا کام کیا ہے جو اس کی متاعِ جان کو جلا دے گا۔
○ اس بدنہاد عامل کو یہاں سے واپس بلا، ورنہ میں تیری بادشاہت کسی اور کو دے دونگا۔
○ اس خدارسیدہ بندے کے مکتوب نے، بادشاہ کے بدن پر کپکپی طاری کر دی۔
○ اس کے رگ و پے میں رنج و غم کا طوفان امڈ آیا
اور اس کا چہرہ آفتابِ شام کی طرح زرد پڑ گیا

بہرِ عاملِ حلقۂ زنجیر جست — از قلندر عفوِ ایں تقصیر جست

خسروِ شیریں زبانِ رنگیں بیاں — نغمہ ہایش از ضمیرِ کن فکاں

فطرتش روشن مثالِ ماہتاب — گشت از بہرِ سفارت انتخاب

چنگ را پیشِ قلندر چوں نواخت — از نوائے شیشۂ جانش گداخت

شوکتے کو پختہ چوں کہسار بود — قیمتِ یک نغمۂ گفتار بود

نیشتر بر قلبِ درویشاں مزن

خویش را در آتشِ سوزاں مزن

- اس نے حاکم کی گرفتاری کا حکم جاری کیا اور قلندر سے اپنی غلطی کی معافی کا خواستگار ہوا۔
- اور امیر خسرؒو جو شیریں زبان اور رنگیں بیاں تھے
  جن کے نغمے گویا ضمیرِ کائنات کے اندر سے پھوٹتے تھے۔
- جن کی فطرت چاندنی کی مانند روشن تھی، انہیں اپنا سفیر بنا کر بھیجا۔
- جب امیر خسرو نے قلندر کے سامنے، ساز سے نغمہ گایا۔
  تو ان کی آواز نے درویش کے شیشۂ جاں کو پگھلا دیا۔
- وہ سطوت جو پہاڑ کی مانند مستحکم تھی، ایک نغمہ نے اسے خرید لیا۔
- درویشوں کے دل کو زخمی نہ کر
  ایسا کرنا اپنے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالنا ہے۔

حکایت دریں معنی کہ مسئلہ نفی خودی از مخترعات اقوام مغلوبہ بنی نوع انسان است کہ بایں طریقِ مخفی اخلاق اقوامِ غالبہ را ضعیف می سازند

آں شنیدستی کہ در عہدِ قدیم | گوسفنداں در علف زارے[1] مقیم
از وفورِ کاہ نسل افزا بدند | فارغ از اندیشۂ اعدا بدند
آخر از ناسازیِ تقدیرِ میش | گشت از تیرِ بلائے سینہ ریش
شیرہا از بیشہ سر بیروں زدند | بر علف زارِ بزاں شبخوں زدند
جذب و استیلا شعارِ قوت است | فتح راز آشکارِ قوت است
شیرِ نر کوسِ شہنشاہی نواخت | میش را از حریت محروم ساخت
بسکہ از شیراں نیابد جز شکار | سرخ شد از خونِ میش آں مرغزار

[1] علف زار: چراگاہ

اس مطلب کی وضاحت کیلئے حکایت کہ نفئ خودی کا مسئلہ اقوام مغلوبہ کی اختراع ہے تاکہ وُہ اس مخفی طریق سے اقوام غالبہ کے اخلاق کو کمزور کریں

○ کیا تو نے سُنا ہے کہ پُرانے زمانے میں بہت سی بھیڑ بکریاں ایک چراگاہ میں رہتی تھیں۔

○ گھاس کی فراوانی کے باعث ان کی نسل بڑھ رہی تھی وُہ دُشمنوں سے بھی بے خطر تھیں۔

○ پھر بدبختی کے باعث ان کا سینہ مصیبتوں کے تیر سے چھلنی ہو گیا۔

○ جنگل سے شیر نکل آئے اور انہوں نے اس چراگاہ پر شبخون مارنے شرُوع کر دیئے۔

○ کشش اور تسلط قوت کا شعار ہیں۔ فتح قوت کا کھلا بھید ہے۔

○ شیروں نے اپنی بادشاہت کا اعلان کیا۔ اور بھیڑ بکریوں کو ان کی آزادی سے محرُوم کر دیا۔

○ چونکہ شیروں کا کام ہی شکار ہے وُہ چراگاہ بھیڑ بکریوں کے خُون سے سُرخ ہو گئی۔

گوسفندے زیرکے فہمیدۂ
کہنہ سالے گرگ باراں دیدۂ

تنگ دل از روزگارِ قومِ خویش
از ستم ہائے ہزبراں سینہ ریش

شکوہ ہا از گردشِ تقدیر کرد
کارِ خود را محکم از تدبیر کرد

بہرِ حفظِ خویش مردِ ناتواں
حیلہ ہا جوید ز عقلِ کارداں

در غلامی از پئے دفعِ ضرر
قوتِ تدبیر گردد تیز تر

پختہ چوں گردد جنونِ انتقام
فتنہ اندیشی کند عقلِ غلام

گفت با خود عقدۂ ما مشکل است
قلزمِ غمہائے ما بے ساحل است

میش نتواند بزور از شیر رست
سیمِ ما ساعدِ ما او پولاد دست

نیست ممکن کز کمالِ وعظ و پند
خوئے گرگی آفریند گوسفند

شیرِ نر را میش کردن ممکن است
غافلش از خویش کردن ممکن است

صاحبِ آوازۂ الہام گشت
واعظِ شیرانِ خوں آشام گشت

نعرہ زد اے قومِ کذّابُ اَشِر (۱)
بے خبر از یومِ نحسٍ مُستمِر

مایہ دار از قوتِ روحانیم
بہرِ شیراں مرسلِ یزدانیم

دیدۂ بے نور را نور آمدم
صاحبِ دستور و مامور آمدم (۲)

توبہ از اعمالِ نامحمود کن
اے زیاں اندیش فکرِ سود کن

۱؎ کذّابٌ اَشِر و نحسٍ مُستمِر قرآنی الفاظ ہیں۔ ۱۲۔ ۲؎ دستور، شریعت۔

- ایک دانا اور زیرک بھیڑ تھی۔ جو بڑی تجربہ کار اور معمر تھی۔
- وہ اپنی قوم کے حالات سے بہت پریشان ہوئی، شیروں کے ظلم سے اس کا سینہ زخمی ہوگیا۔
- اس کے دل میں بھیڑ بکریوں کی تقدیر بدل جانے سے شکوہ پیدا ہوا۔ چنانچہ اس نے تدبیر سے اپنا کام پکا کیا۔
- کمزور آدمی اپنی حفاظت کے لیے عقل گرہ کشا سے حیلے تراشتا ہے۔
- غلامی میں اپنی مشکلات دور کرنے کے لیے تدبیر کی قوت زیادہ تیز ہوجاتی ہے۔
- جب انتقام کا جنون پختہ ہوجاتا ہے تو غلام کی عقل فتنے سوچتی ہے۔
- اس بوڑھی بھیڑ نے اپنے آپ سے کہا ہمارا مسئلہ بہت مشکل ہے۔ ہمارے غموں کے سمندر کا کوئی کنارہ نظر نہیں آتا۔
- بھیڑ اپنی قوت سے تو شیر سے چھٹکارا پا نہیں سکتی۔ ہماری کلائی نازک ہے اور شیر کا پنجہ فولاد کی مانند مضبوط ہے۔
- یہ تو ممکن نہیں کہ وعظ و نصیحت کے زور سے بھیڑ کے اندر بھیڑیئے کی خو پیدا ہو جائے۔
- البتہ شیر نر کو بھیڑ بنایا جاسکتا ہے اور اسے اپنے آپ سے غافل کرنا ممکن ہے۔
- چنانچہ اس نے الہام کا دعوی کیا۔ اور خونخوار شیروں کو وعظ کہنا شروع کر دیا۔
- اس نے نعرہ لگایا اے جھوٹو! اے شریرو! تم اس دن سے بے خبر ہو جو سخت منحوس ہے۔
- مجھے روحانی قوت عطا کی گئی ہے اور اللہ تعالی کی طرف شیروں کے لیے نبیہ بنایا گیا ہے۔
- میں اندھوں کے لیے روشنی لے کے آئی ہوں۔ مجھے اس کام پر مامور کیا گیا ہے اور نیا دستور دیا گیا ہے۔
- تم اپنے بُروں کاموں سے توبہ کرو۔ ضرر رساں کام چھوڑ دو۔ اور اپنے فائدے کی تدبیر سوچو۔

هر که باشد تند و زور آور شقی است | زندگی مستحکم از نفی خودی است
روحِ نیکاں از علف یابد غذا (۱) | تارک اللحم است مقبولِ خدا
تیزیِ دنداں ترا رسوا کند (۲) | دیدهٔ ادراک را اعمیٰ کند
جنت از بهرِ ضعیفان است و بس (۳) | قوت از اسبابِ خسران است و بس
جستجوئے عظمت و سطوت شر است | تنگدستی از امارت خوشتر است
برقِ سوزاں در کمینِ دانہ نیست | دانہ گر خرمن شود فرزانہ نیست
ذرہ شو صحرا مشو گر عاقلی! | تا ز نورِ آفتابے برخوری
اے کہ می نازی بذبحِ گوسفند | ذبح کن خود را کہ باشی ارجمند
زندگی را می کند ناپایدار | جبر و قهر و انتقام و اقتدار
سبزہ پامال است و روید بار بار | خوابِ مرگ از دیدہ شوید بار بار
غافل از خود شو اگر فرزانہٖ | گر ز خود غافل نہ دیوانہٖ
چشم بند و گوش بند و لب ببند | تا رسد فکرِ تو بر چرخِ بلند
ایں علف زارِ جہاں ہیچ است ہیچ | تو بریں موہوم اے ناداں مپیچ
خیلِ شیر از سخت کوشی خستہ بود | دل بذوقِ تن پرستی بستہ بود

۱؎ تارک اللحم : گوشت کا تارک ۱۲
۲؎ اعمیٰ : اندھا ، نابینا ۱۲
۳؎ خسران : گھاٹا ، خسارہ ۱۲

- جو بھی غضبناک اور طاقتور ہو وُہ بدبخت ہے۔ کیونکہ زندگی خودی مٹا دینے سے پُختہ ہوتی ہے
- نیکوں کی رُوح گھاس سے غذا حاصل کرتی ہے۔ گوشت چھوڑ دینے والا اللہ تعالیٰ کا محبُوب ہے۔
- دانتوں کی تیزی تُجھے ذلیل کر دیتی ہے اور تیری سمجھ کی آنکھ کو اندھا کر دیتی ہے۔
- جنت صرف کمزوروں کے لیے ہے قوت خسارے کا سبب بنتی ہے۔
- عظمت و شوکت کی خواہش گناہ ہے افلاس دولتمندی سے بہتر ہے۔
- جلا دینے والی بجلی ایک دانے کی گھات میں نہیں رہی (اسے خرمن کی تلاش ہوتی) اس لیے دانہ اگر خرمن بنے تو یہ اس کی عقلمندی نہیں۔
- اگر تو عقلمند ہے تو ذرہ ہی رہ صحرا نہ بن۔ تاکہ آفتاب کے نُور سے پورا فائدہ اٹھا سکے۔
- تم جو گوسفندوں کو چیرنے پھاڑنے پر فخر کرتے ہو اپنی خودی کو ذبح کرو تاکہ تم عزت پاؤ۔
- جبر، قہر، انتقام اور اقتدار زندگی کو کمزور بنا دیتے ہیں۔
- سبزہ پاؤں میں روندا جاتا ہے اس لیے بار بار اگ آتا ہے اور اپنی آنکھ سے موت کی نیند کو بار بار دھو لیتا ہے۔
- اگر تو عقلمند ہے تو اپنے آپ سے غافل ہو جا۔ جو اپنے آپ سے غافل نہیں وُہ دیوانہ ہے۔
- آنکھ بند رکھ۔ کان بند رکھ۔ لب بند رکھ تاکہ تیرا فکر آسمان کی بلندی تک پہنچے۔
- دُنیا کی یہ چراگاہ بالکل ہیچ ہے۔ اے نادان! تو اس سے دِل نہ لگا۔
- شیروں کا گروہ سخت محنت سے تھک چُکا تھا۔ اور ان کا دل تن پرستی کی طرف مائل تھا۔

آمدش ایں پندِ خواب آور پسند | خورد از خامی فسونِ گوسفند
آنکہ کردے گوسفنداں را شکار | کرد دینِ گوسفندی اختیار
با پلنگاں سازگار آمد علف | گشت آخر گوہرِ شیری خزف
از علف آں تیزیٔ دنداں نماند | ہیبتِ چشمِ شرار افشاں نماند
دل بتدریج از میانِ سینہ رفت | جوہرِ آئینہ از آئینہ رفت
آں جنونِ کوششِ کامل نماند | آں تقاضائے عمل در دل نماند
اقتدار و عزم و استقلال رفت | اعتبار و عزت و اقبال رفت
پنجہ ہائے آہنیں بے زور شد | مردہ شد دلہا و تنہا گور شد
زورِ تن کاہید خوفِ جاں فزود | خوفِ جاں سرمایۂ ہمت ربود
صد مرض پیدا شد از بے ہمتی | کوتہ دستی، بیدلی، دوں فطرتی

شیرِ بیدار از فسونِ میش خفت
انحطاطِ خویش را تہذیب گفت (۱)

لہ انحطاط : روحانی و جسمانی تنزل ۱۲

○ انہیں یہ خواب آور نصیحت بہت پسند آئی۔ اپنی کمزوری کے باعث وہ بھیڑ کی باتوں میں آ گئے۔
○ وہ جو گوسفندوں کا شکار کرتے تھے انہوں نے گوسفندی مذہب اختیار کر لیا۔
○ شیروں نے گھاس کھانا شروع کر دی۔ بالآخر شیری کا گوہر ٹھیکری میں تبدیل ہو گیا۔
○ گھاس کھانے سے ان کے دانتوں کی تیزی ختم ہو گئی۔ ان کی شرارے برسانے والی آنکھوں کی ہیبت جاتی رہی۔
○ سینے کے اندر دل نہ رہے۔ آئینے کا جوہر آئینے سے جاتا رہا۔
○ ان کے اندر سعی پیہم کا جنوں نہ رہا۔ ان کے دلوں سے ولولۂ عمل ختم ہو گیا۔
○ اقتدار، عزم، استقلال، اعتبار، عزت اور اقبال جاتے رہے۔
○ ان کے فولادی پنجے کمزور پڑ گئے۔ دل مر گئے اور بدن قبریں بن گئیں۔
○ بدن کی قوت کم ہو گئی اور جان کا خوف بڑھ گیا اور خوفِ جان نے ہمت کی پونجی ختم کر دی۔
○ بے ہمتی سے کوتہ دستی، بے دلی اور پست فطرتی جیسی سینکڑوں بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔
○ بیدار شیر بھیڑ کے جادو سے سو گیا۔
اور اپنے اس انحطاط کو تہذیب کہنے لگا۔

در معنی اینکه افلاطونِ یونانی که تصوّف و ادبیاتِ اقوامِ اسلامیّہ از افکارِ او اثرِ عظیم پذیرفته بر مسلکِ گوسفندی رفته است و از تخیّلاتِ او احتراز واجب است

راهبِ دیرینه افلاطونِ حکیم — از گروهِ گوسفندانِ قدیم
رخشِ او در ظلمتِ معقول گم[1] — در کهستانِ وجود افگنده سم
آنچنان افسونِ نامحسوس خورد — اعتبار از دست و چشم و گوش برد
گفت سرِّ زندگی در مُردن است — شمع را صد جلوه از افسردن است
بر تخیّلهای ما فرماں رواست — جامِ او خواب آور و گیتی رُباست

[1] رخش : گھوڑا۔ ظلمتِ معقول : فلسفے کی تاریکی ۱۲

اس مطلب کی وضاحت کے لیے کہ افلاطون جس کے افکار سے تصوّف اور مسلم اقوام کے ادب نے بہت اثر لیا ہے وہ مسلکِ گوسفندی کا پیرو تھا اسلیئے اسکے تخیلات سے بچنا چاہیئے

- حکیم افلاطون جو ایک قدیم زمانے کا راہب ہے۔ وُہ اپنے عہد کے گوسفندوں کے گروہ میں سے تھا۔
- اس کا گھوڑا معقولات کے اندھیرے میں راہ گم کیے ہوئے ہے۔ جو ہستی کے کوہستان میں عاجز ہو کر رُک گیا ہے۔
- وُہ قیاسی علم کے افسوں سے اسقدر مسحور ہوا کہ ہاتھ آنکھ اور کان (جو تجرباتی علم کے ذرائع ہیں) پر سے اس کا اعتبار جاتا رہا۔
- کہنے لگا زندگی کا راز مر جانے میں ہے۔ شمع کے بجھ جانے سے سینکڑوں جلوے پیدا ہوتے ہیں۔
- افلاطوں ہمارے افکار پر حکمراں ہے۔ حالانکہ اس کا جام خواب آور ہے اور تقئ دنیا کی دعوت دیتا ہے۔

گوسفندے در لباسِ آدم است | حکمِ او بر جانِ صوفی محکم است
عقلِ خود را بر سرِ گردوں رساند | عالمِ اسباب را افسانہ خواند
کارِ او تحلیلِ اجزائے حیات | قطعِ شاخِ سروِ رعنائے حیات
فکرِ افلاطوں زیاں را سود گفت | حکمتِ او بود را نابود گفت
فطرتش خوابید و خوابے آفرید | چشمِ ہوشِ او سرابے آفرید
بسکہ از ذوقِ عمل محروم بود | جانِ او وارفتۂ معدوم بود
منکرِ ہنگامۂ موجود گشت (۱) | خالقِ اعیانِ نامشہود گشت
زندہ جاں را عالمِ امکاں خوش است | مردہ دل را عالمِ اعیاں خوش است
آہوش بے بہرہ از لطفِ خرام | لذتِ رفتار بر کبکش حرام
شبنمش از طاقتِ رم بے نصیب | طائرش را سینہ از دم بے نصیب

۱ اس شعر میں افلاطون کے مشہور مسئلہ اعیان کی طرف اشارہ ہے جس پر ارسطو نے نہایت عمدہ تنقید کی ہے۔ افسوس ہے کہ اس مسئلے کی توضیح اس جگہ ناممکن ہے۔ فارابی نے الجمع بین الرائیین میں ارسطو اور افلاطون کو ہم خیال ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو میرے نزدیک ناکام رہی ہے۔ ملا ہادی سبزواری نے جو حال کے ایرانی حکما میں سے ہیں اپنی کتاب اسرار الحکم میں زیادہ تر افلاطون کا تتبع کیا ہے عربی اور فارسی جاننے والے ناظرین ان کتب کی طرف توجہ کریں۔ انگریزی داں کو فلسفۂ مغرب کی کسی انگریزی تاریخ سے ان مسائل کی حقیقت مختصر طور پر معلوم ہو جائے گی۔

- وُہ انسان کے لباس میں ایک گوسفند ہے۔ مگر وُہ صوفی کے تخیل پر مسلط ہے۔
- اس نے اپنی عقل کو بہت کچھ سمجھا۔ اور عالم اسباب کو محض افسانہ بتایا۔
- اس کا کام حیات کے اجزاء کو ناپید کرنا ہے۔ وُہ زندگی کے سرو رعنا کی شاخیں کاٹتا ہے۔
- افلاطون کے فکر نے انسان کے نقصان کو اس کا فائدہ قرار دیا۔ اس کے فلسفہ نے موجود کو ناموجود قرار دیا۔
- اس کی فطرت (سلیم) سو گئی اور اس نے خواب کی دنیا تخلیق کی۔ اس کی آنکھ نے سوتے میں سُراب پیدا کیا۔
- چونکہ وُہ ذوقِ عمل سے محرُوم تھا۔ اس لیے اس کی جان عدم کی والہ و شیدا تھی۔
- اس نے ہستی کی کشمکش سے انکار کیا۔ اور وُہ اعیان (صور علمیہ) پیدا کیے جن کا خارج سے کوئی تعلق نہ تھا۔
- جس شخص کے اندر زندگی ہے اس کے لیے تو ممکنات کی دُنیا بہتر ہے۔ البتہ مُردہ دل کے لیے خیالی دُنیا اچھی ہے۔
- افلاطون کا آہو خرام کے لُطف سے بے بہرہ ہے۔ اس کا چکور لذتِ رفتار سے محروم ہے۔
- اس کی شبنم پرواز سے بے نصیب ہے اسکے پرندے کے سینے میں نغمہ آرائی کا دم نہیں۔

ذوقِ روئیدن ندارد دانہ اش | از تپیدن بے خبر پروانہ اش
راہبِ ما چارہ غیر از رم نداشت | طاقتِ غوغائے ایں عالم نداشت
دل بسوزِ شعلۂ افسردہ بست | نقشِ آں دنیائے افیوں خوردہ بست
از نشیمن سوئے گردوں پر کشود | باز سوئے آشیاں نامد فرود
در خمِ گردوں خیالِ او گم است | من ندانم دُرد یا خشتِ خم است
قومہا از سُکرِ او مسموم گشت
خفت و از ذوقِ عمل محروم گشت

در حقیقتِ شعر و اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ

گرم خوں انساں ز داغِ آرزو | آتشِ ایں خاک از چراغِ آرزو
از تمنا مے بجام آمد حیات | گرم خیز و تیز گام آمد حیات
زندگی مضمونِ تسخیر است و بس | آرزو افسونِ تسخیر است و بس
زندگی صید افگن و دامِ آرزو | حسن را از عشق پیغامِ آرزو
از چہ رو خیزد تمنا دمبدم | ایں نوائے زندگی را زیر و بم

- اس کے دانے میں اگنے کا ذوق نہیں۔ اس کا پروانہ تڑپ سے ناآشنا ہے۔
- اس راہب کے لیے فرار کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔ وہ اس دنیا کے ہنگامے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔
- اس لیے اس نے افسردہ انگارے کے سوز سے دل لگایا۔ اور اپنی افیون خوردہ دنیا کا خاکہ تیار کیا۔
- اس نے اپنے نشیمن سے آسمان کی طرف پرواز کی لیکن پھر اپنے نشیمن (دنیائے عمل) کی طرف نہ آیا۔
- اس کا خیال آسمان کے خم میں گم ہو چکا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس کے پاس تلچھٹ یا وہ خم کے سر پر رکھی ہوئی اینٹ ہے۔
- اس کی مستی سے قومیں زہر آلود ہو گئیں۔ سو گئیں اور عمل کا ذوق کھو بیٹھیں۔

شعر کی حقیقت اور اسلامی ادب کی اصلاح کے بیان میں

- آرزو کے داغ سے انسان کے اندر جوش پیدا ہوتا ہے۔
اس خاک (انسان) کی آگ آرزو سے روشن ہوتی ہے۔
- تمنا زندگی کے جام کی شراب ہے۔
اسی سے زندگی میں سرگرمی اور مستعدی پیدا ہوتی ہے۔
- زندگی کا مقصد کائنات کی قوتوں کی تسخیر ہے، اور آرزو اس تسخیر کے لیے افسوں کا کام دیتی ہے۔
- زندگی شکار کھیلتی ہے اور اسکا جال آرزو ہے آرزو حسن کیلئے عشق کی طرف سے پیغام ہے۔
- ہر لحہ تمنا کیسے ابھرتی ہے؟ یہ زندگی کے نغمے کا زیر و بم ہے۔

هر چہ باشد خوب و زیبا و جمیل — در بیابانِ طلب ما را دلیل
نقشِ او محکم نشیند در دلت — آرزوہا آفریند در دلت
حسن خلّاقِ بہارِ آرزوست — جلوہ اش پروردگارِ آرزوست
سینۂ شاعر تجلّی زارِ حسن — خیزد از سینائے او انوارِ حسن
از نگاہش خوب گردد خوب تر — فطرت از افسونِ او محبوب تر
از دمش بلبل نوا آموخت است — غازہ اش رخسارِ گل افروخت است
سوزِ او اندر دلِ پروانہ ہا — عشق را رنگیں ازو افسانہ ہا
بحر و بر پوشیدہ در آب و گلش — صد جہانِ تازہ مضمر در دلش
در دماغش نادمیدہ لالہ ہا — ناشنیدہ نغمہ ہا ہم نالہ ہا
فکرِ او با ماہ و انجم ہم نشیں — زشت را نا آشنا خوب آفریں
خضر و در ظلمات او آبِ حیات — زندہ تر از آبِ چشمش کائنات
ما گراں سیریم و خام و سادہ ایم — در رہِ منزل ز پا افتادہ ایم
عندلیبِ او نوا پرداخت است — حیلۂ از بہرِ ما انداخت است
تا کشد ما را بفردوسِ حیات — حلقۂ کامل شود قوسِ حیات
کاروانہا از درایش گام زن — در پئے آوازِ نایش گام زن
چوں نسیمش در ریاضِ ما وزد — نرمک اندر لالہ و گل می خزد

○ جو چیز خوبصورت، زیبا اور جمیل ہے، وہی طلب کے بیابان میں ہمارے لیے راہنما بنتی ہے۔
○ تیرے دِل میں اس کا نقش پکی طرح جم جاتا ہے، اور وُہ تیرے اندر آرزوئیں پیدا کرتی ہے۔
○ حُسن بہارِ آرزُو کا خلّاق ہے، اس کے جلوؤں سے آرزُو پرورش پاتی ہے۔
○ شاعر کا سینہ جلوہ گاہِ حُسن ہے، اس (طور) سینا سے حُسن کے انوار پھُوٹتے ہیں۔
○ اس شاعر کی نگاہ سے خوبصورت چیز اور خوبصورت ہو جاتی ہے،
اس کے اشعار کے افسوں سے فطرت کا حُسن زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔
○ شاعر کے نغمے سے بُلبل نے نوا سیکھی ہے، اس کے غازے نے پھُول کو چمکا دیا ہے۔
○ پروانوں کے دل میں اسی کا سوز ہے، وہی عشق کے افسانوں کو رنگین بناتا ہے۔
○ شاعر کی آب و گِل میں سمندر اور خشکی پوشیدہ ہے۔
اس کے دِل کے اندر سینکڑوں جہاں مستور ہیں۔
○ اس کے دماغ میں ایسے گل ہائے لالہ موجود ہیں جو ابھی پھوٹے نہیں۔
وُہ ایسے نغموں اور نالوں سے بھرا ہوتا ہے جو ابھی تک کسی نے نہیں سُنے۔
○ اس کے فکر کی پرواز ماہ و انجم تک ہے، وُہ بدصُورتی سے نا آشنا ہے صرف حُسن کی تخلیق کرتا ہے۔
○ خضرؑ کی مانند شاعر کے ظلمات میں آبِ حیات ہے، اس کے آنسو کائنات کو زندہ تر کر دیتے ہیں۔
○ ہم سُست رو، ناپختہ اور بے سمجھ ہیں، اور منزل کی راہ میں گرے پڑے ہیں۔
○ اس کا عندلیب نوا ریز ہے، جو ہمیں سفر پر آمادہ کرتا ہے۔
○ تاکہ ہمیں زندگی کی بہشت تک پہنچا دے اور ہماری زندگی کی قوس پورا دائرہ بن جائے (ہم مکمل ہو جائیں)۔
○ اس کی بانگِ درا سے قافلے رواں ہوتے ہیں، اور اس کی لے کی آواز پر سفر جاری رکھتے ہیں۔
○ وُہ ہماری زندگی کے باغ میں نسیم بن کر آتا ہے اور لالہ و گل میں آہستگی سے داخل ہو جاتا ہے۔

از فریبِ اُو خود افزا زندگی (۱) خود حساب و ناشکیبا زندگی

اہلِ عالم را صلا بر خواں کند

آتشِ خود را چو باد ارزاں کند

وائے قومے کز اجل گیرد برات (۲) شاعرش وابوسد از ذوقِ حیات

خوش نماید زشت را آئینہ اش | در جگر صد نشتر از نوشینہ اش
بوسۂ او تازگی از گل برد | ذوقِ پرواز از دلِ بلبل برد
سست اعصابِ تو از افیونِ او | زندگانی قیمتِ مضمونِ او
می رباید ذوقِ رعنائی ز سرو | جرّہ شاہین از دمِ سردش تذرو
ماہی و از سینہ تا سر آدم است (۱) | چوں بناتِ آشیاں اندر یم است
از نوا بر ناخدا افسوں زند | کشتیش در قعرِ دریا افگند
نغمہ ہایش از دلت دزدد ثبات | مرگ را از سحرِ او دانی حیات

لہ خود حساب : محاسبۂ نفس کرنے والا۔

۲ؔ وابوسیدن : روگردانی کرنا ۱۲

(۱) بنات آشیاں دریم : سمندر کی تین پریاں جن کو عربی میں "بنات البحر" اور انگریزی میں سائرنز کہتے ہیں۔ ملاحوں کے توہمات کے رُو سے اُن کا آدھا جسم مچھلی کا ہے اور آدھا انسان کا اور جہاز ران اُن کی خوش آوازی سے بے راہ ہو کر غرق ہوتے ہیں۔ ۱۲

- اس کے جادُو سے زندگی کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے، زندگی اپنا محاسبہ کرتی ہے اور آگے بڑھنے کے لیے بے تاب ہوتی ہے۔
- وُہ دُنیا والوں کو اپنے دسترخواں کی طرف دعوت دیتا ہے۔
  اور اپنی آتشِ شوق کو ہوا کی طرح عام کر دیتا ہے۔
- افسوس اس قوم پر جو اپنی موت لانے میں خود حصہ دار بنتی ہے، جس کا شاعر ذوقِ حیات سے روگردان ہے۔
- جس کا آئینۂ افکار بری چیز کو اچھی کر کے دکھاتا ہے، جس کا شہد جگر میں سینکڑوں نشتر چبھو دیتا ہے۔
- جو پھول کو بوسہ دے تو وُہ پژمردہ ہو جاتا ہے، جو بلبل کے دل سے ذوقِ پرواز چھین لیتا ہے۔
- جس کی افیون افرادِ قوم کے اعصاب شل کر دیتی ہے، جس کا مضمون قوم سے زندگی چھین لیتا ہے۔
- جو سرو سے بانکپن کا ذوق چھین لیتا ہے، جس کی آہِ سرد تر شاہین کو چڑیا بنا دیتی ہے۔
- ایسا شاعر ہے مچھلی لیکن سینے سے سر تک آدم کی صورت رکھتا ہے۔
  بنات البحر کی طرح وُہ سمندر ہی میں رہتا ہے۔
- وُہ اپنے نغمے سے ملاح کو سحر زدہ کر دیتا ہے، اور اس کی کشتی کو دریا کی گہرائی میں غرق کر دیتا ہے۔
- اس کے نغمے دلوں سے استقلال چھین لیتے ہیں، اس کے جادُو سے لوگ موت کو زندگی سمجھنے لگتے ہیں۔

دایۂ (۱) ہستی ز جانِ تو برد　　لعلِ عنابی ز کانِ تو برد
چوں زیاں پیرایہ بندد سود را　　می کند مذموم ہر محمود را
در یمِ اندیشہ اندازد ترا　　از عمل بیگانہ می سازد ترا
خستہ ما از کلامش خستہ تر　　انجمن از دورِ جامش خستہ تر
جوئے برقے نیست در نیسانِ او　　یک سرابِ رنگ و بو بستانِ او
حسن او را با صداقت کار نیست　　در یمش جز گوہرِ تف دار (۲) نیست
خواب را خوشتر ز بیداری شمرد　　آتشِ ما از نفسہایش فسرد
قلب مسموم از سرودِ بلبلش　　خفتہ مارے زیرِ انبارِ گلش
از خُم و مینا و جامش الحذر
از مئے آئینہ فامش الحذر

اے ز پا افتادۂ صہبائے او　　صبحِ تو از مشرقِ مینائے او
اے دلت از نغمہ ہایش سرد جوش　　زہرِ قاتل خوردۂ از راہِ گوش
اے دلیلِ انحطاط اندازِ تو　　از نوا افتاد تارِ سازِ تو
آں چناں زار از تن آسانی شدی　　در جہاں ننگِ مسلمانی شدی
از رگِ گل می تواں بستن ترا　　از نسیمے می تواں خستن ترا

(۱) دایہ : خواہش، آرزو ۱۲　　(۲) تف دار : عیب دار ۱۲

- وُہ تیرے اندر سے زندگی کی خواہش نکال لیتا ہے، گویا تیری کان کے اندر سے سُرخ لعل نکال لیتا ہے۔
- وُہ نفع کو نقصان بنا کر دکھاتا ہے۔ اور ہر اچھی چیز کو بُری بنا دیتا ہے۔
- وُہ تجھے وسوسوں کے سمندر میں ڈال دیتا ہے اور اس طرح عمل سے بیگانہ بنا دیتا ہے۔
- اس کے کلام سے بیمار اور زیادہ بیمار ہو جاتا ہے، اس کا جام انجمن کو اور افسردہ کر دیتا ہے۔
- اس کے بادل میں برق کی ندی نہیں، اس کا باغ رنگ و بُو کا سراب ہے۔
- اس (کے الفاظ) کی خوبصورتی کو سچائی سے کوئی سروکار نہیں، اس کے سمندر میں عیب دار موتیوں کے سوا اور کچھ نہیں۔
- وُہ نیند کو بیداری سے بہتر قرار دیتا ہے، اس کی پھونکوں سے آگ تیز ہونے کی بجائے الٹا بجھ جاتی ہے۔
- اس کی بُلبل کے نغموں سے قلب مسموم ہو جاتا ہے، اس کے پھولوں کے انبار کے نیچے سانپ سویا ہوا ہے۔
- اس کے خم، مینا اور جام سے خُدا بچائے
  اس کی آئینے کی مانند شفاف شراب سے خُدا محفوظ رکھے۔
- تو ایسے ہی شاعر کی شراب پی کر گرا پڑا ہے، تیری صبح اس کی مینا کی مرہونِ منت ہے۔
- اس کے نغمے سے تیرے دِل کا جوش ٹھنڈا ہو چکا ہے، تو نے اس کے نغموں کی صُورت میں کان کی راہ سے زہرِ قاتل کھایا ہے۔
- تیرا انداز ہی انحطاط کی دلیل ہے تیرے ساز کا تار نوا پیدا کرنے سے قاصر ہے۔
- تو آرام طلبی کے باعث اس قدر کمزور ہو چکا ہے کہ دُنیا میں مُسلمانی کے لیے باعثِ شرم ہے۔
- تجھے پھُول کی رگ سے باندھا جا سکتا ہے، بادِ نسیم کا جھونکا تجھے زخمی کر دیتا ہے۔

عشق رسوا گشتہ از فریادِ تو — زشت رو تمثالش از بہزادِ تو
زرد از آزارِ تو رخسارِ او — سردیِ تو بردہ سوز از نارِ او
خستہ جاں از خستہ جانیہاے تو — ناتواں از ناتوانیہاے تو
گریۂ طفلانہ در پیمانہ اش — کلفتِ آہے متاعِ خانہ اش
سرخوش از دریوزۂ میخانہ ہا — جلوہ دزد از روزنِ کاشانہ ہا
ناخوشے افسردۂ آزردۂ — از لگد کوبِ نگہباں مردۂ
از غماں مانندِ نے کاہیدۂ — وز فلک صد شکوہ بر لب چیدۂ
لابہ و کیں جوہرِ آئینہ اش — ناتوانی ہمدمِ دیرینہ اش
پست بختے زیر دستے دوں نہاد — ناسزا و ناامید و نامراد
شیونش از جانِ تو سرمایہ برد — لطفِ خواب از دیدۂ ہمسایہ برد

وائے بر عشقے کہ نارِ او فسرد
در حرم زائید و در بتخانہ مرد

اے میانِ کیسہ ات نقدِ سخن — بر عیارِ زندگی او را بزن
فکرِ روشن بیں عمل را رہبر است — چوں درخشِ برق پیش از تندر است
فکرِ صالح در ادب می بایدت — رجعتے سوے عرب می بایدت

- تیری آہ و پکار نے عشق کو رسوا کر دیا ہے، تیری مصوری نے عشق کی جو تصویر کھینچی ہے وہ بدصورت ہے۔
- تیری بیماری کی وجہ سے عشق کے رخسار بھی زرد ہو چکے ہیں، تیری بے حسی نے عشق کی آگ کی تپش ختم کر دی ہے۔
- تیرے زخموں کی وجہ سے تیرا عشق بھی مضمحل ہے، تیری کمزوری کی وجہ سے تیرا عشق بھی (تاب و) تواں سے محروم ہے۔
- تیرے عشق کے پیمانے میں سوائے بچوں کی طرح رونے کے اور کچھ نہیں
  اس کے گھر کی ساری متاع صرف لمبی آہیں بھرنا ہے۔
- تیرا عشق میخانوں کی بھیک سے سرمست ہے، اس کا کام دوسروں کے گھروں کے روزن سے روشنی چرانا ہے
- یہ عشق ہمیشہ ناخوش، افسردہ اور آزردہ رہتا، اور (خانۂ محبوب کے) پاسبان کی مار پیٹ سے ادھ موا رہتا ہے۔
- غموں کے ہجوم کی وجہ سے وہ سرکنڈے کی مانند نحیف و نزار ہے، اس کی زبان پر ہمیشہ آسمان کے سیکڑوں شکوے رہتے ہیں
- اس کے آئینۂ فطرت کا جوہر خوشامد یا کینہ ہے، اور کمزوری سے اس کا پرانا ساتھ ہے۔
- یہ عشق کم نصیبی، کم زوری، پس فطرتی، نالائقی، ناامیدی اور ناکامی کا شکار رہتا ہے۔
- اس کی آہ و پکار نے تمہاری زندگی کی پونجی اور ہمسایوں کی آنکھوں سے نیند کا لطف چھین لیا ہے۔
- افسوس ایسے عشق پر جس کی آگ بجھ چکی ہو۔
  جو حرم میں پیدا ہوا اور بتخانہ میں جا کر مر گیا۔
- اے وہ شخص جس کی جیب میں سخن کی نقدی ہے (شاعر سے کہہ رہے ہیں) اپنی شاعری کو زندگی کی کسوٹی پر پرکھ۔
- پر امید سوچ عمل کی راہبر بنتی ہے، اس کی مثال یوں ہے جیسے کڑک سے پہلے بجلی کی چمک۔
- ادب میں فکرِ صالح ہونا چاہیئے (جو عمل کی طرف راہنمائی کرے۔)
  ہمیں دوبارہ عرب کے ادب کی طرف لوٹنا چاہیئے۔

دل بہ سلمائے عرب باید سپرد (۱) — تا دمد صبحِ حجاز از شامِ کُرد

از چمن زارِ عجم گل چیدۂ — نوبہارِ ہند و ایراں دیدۂ

اندکے از گرمیٔ صحرا بخور — بادۂ دیرینہ از خرما بخور

سر یکے اندر برِ گرمش بدہ — تن دمے با صرصرِ گرمش بدہ

مدتے غلطیدۂ اندر حریر — خو بہ کرپاسِ (۲) درشتے ہم بگیر

قرنہا بر لالہ پا کوبیدۂ — عارض از شبنم چو گل شوئیدۂ

خویش را بر ریگِ سوزاں ہم بزن — غوطہ اندر چشمۂ زمزم بزن

مثلِ بلبل ذوقِ شیون تا کجا — در چمن زاراں نشیمن تا کجا

اے ہما از یمنِ دامت ارجمند — آشیانے ساز بر کوہِ بلند

آشیانے برق و تندر در برے — از کنامِ (۱) جرّہ بازاں برترے

تا شوی در خوردِ پیکارِ حیات
جسم و جانت سوزد از نارِ حیات

(۱) "سلمیٰ" ادبیاتِ عرب میں معشوقہ کا نام ہے۔ دوسرے مصرع میں شیخ حسام الحق ضیاء الدین کے مقولہ "امسیت کُردیاً۔ اصبحت عربیاً" کی طرف اشارہ ہے۔

(۲) ایک قسم کا سخت کپڑا۔ ۱۲ — (۱) کنام: باز کے رہنے کی جگہ۔

- دل عرب کی محبوبہ کے سپرد کرنا چاہیئے، تاکہ کُرد کی شام سے حجاز کی صبح پھوٹے۔
- تو نے عجم کے باغ سے پھول چنے ہیں، ہند اور ایران کی نوبہار دیکھی ہے۔
- اب تھوڑی دیر کے لیے صحرا کی گرمی میں وہاں کی کھجور سے حاصل کی ہوئی پرانی شراب بھی چکھ۔
- ذرا صحرا کے گرم پہلو میں بھی سر ڈال، تھوڑی دیر کے لیے اپنے بدن کو اس کی بادِ صرصر کے حوالے کر۔
- تو بڑی مدت تک ریشمی لباس سے لطف اندوز ہوتا رہا ہے۔ اب تھوڑی دیر کے لیے کھردرا کپڑا پہننے کی عادت ڈال۔
- تو صدیوں تک گلِ لالہ کی پتیوں پر رقص کرتا رہا ہے، تو پھول کی مانند اپنے رخساروں کو شبنم سے دھوتا رہا ہے۔
- اب اپنے آپ کو تپتی ہوئی ریت پر بھی سرگرمِ سفر کر چشمۂ زمزم کے اندر بھی غوطہ زن ہو۔
- بلبل کی مانند کب تک نالہ و شیون میں مست رہے گا، کب تک اپنا نشیمن باغوں میں بنائے رکھے گا۔
- اے وہ شخص! جس کے دام کی برکت سے ہما جیسا پرندہ گراں قیمت ہو جاتا ہے تو کسی بلند پہاڑ کی چوٹی پر اپنا آشیاں بنا۔
- ایسا آشیانہ، بجلی اور کڑک اس کے پہلو میں ہوں، جو نر بازوں کے گھونسلوں سے کہیں بلند ہو۔
- تاکہ تو کشمکشِ حیات کے قابل ہو۔ اور تیرا جسم اور جان آتشِ حیات سے سوزاں ہو۔

در بیان این کہ تربیت خودی را سہ مراحل است

مرحلۂ اوّل را اطاعت و مرحلۂ دوم را ضبطِ نفس و

مرحلۂ سوم را نیابتِ الٰہی نامیدہ اند

مرحلۂ اوّل اطاعت

خدمت و محنت شعارِ اشتر است	صبر و استقلال کارِ اشتر است
گامِ او در راہ کم غوغاستے	کارواں را زورقِ صحراستے (۱)
نقشِ پایش قسمتِ ہر بیشۂ	کم خور و کم خواب و محنت پیشۂ
مست زیرِ بارِ محمل می رود	پائے کوباں سوئے منزل می رود
سرخود از کیفیتِ رفتارِ خویش	در سفر صابرتر از اسوارِ خویش

(۱) زورق : کشتی۔

اس مطلب کے بیان میں کہ خودی کی تربیّت کے تین مرحلے ہیں پہلا مرحلہ اطاعت، دُوسرا ضبطِ نفس اور تیسرے کو نیابتِ الٰہی کہا جاتا ہے۔

مرحلۂ اوّل اطاعت

- اونٹ کا کام خدمت اور محنت ہے، صبر اور مستقل مزاجی اس کی خوبیاں ہیں۔
- سفر کے دوران اس کے پاؤں آواز پیدا نہیں کرتے، یوں وُہ قافلوں کے لیے ریگستان کی کشتی ہے۔
- اس کے پاؤں کے نقوش ہر صحرا میں ملتے ہیں۔ تھوڑا کھانا، تھوڑا سونا اور محنت میں لگے رہنا اس کا کام ہے۔
- وُہ محمل کے بوجھ کے نیچے مستانہ وار رقص کرتا ہوا منزل کی جانب رواں رہتا ہے۔
- وُہ اپنی رفتار کے کیف ہی میں مست رہتا ہے، اور سفر میں اپنے سوار سے زیادہ صابر ہوتا ہے۔

توہم از بارِ فرائض سرمتاب (۱) برخوری از عندہٗ حسن المآب
در اطاعت کوش اے غفلت شعار (۲) می شود از جبر پیدا اختیار
ناکس از فرماں پذیری کس شود (۳) آتش ار باشد ز طغیاں خس شود
ہر کہ تسخیرِ مہ و پرویں کند خویش را از نجیری آئیں کند
باد را زندانِ گل خوشبو کند قید بو را نافۂ آہو کند
می زند اختر سوئے منزل قدم پیشِ آئینے سرِ تسلیم خم
سبزہ بر دینِ نمو روئیدہ است پائمال از ترکِ آں گردیدہ است
لالہ پیہم سوختن قانونِ او بر جہد اندر رگِ او خونِ او
قطرہ ہا دریاست از آئینِ وصل ذرہ ہا صحرا ست از آئینِ وصل
باطنِ ہر شے ز آئینے قوی تو چرا غافل ازیں ساماں روی
باز اے آزادِ دستورِ قدیم زینتِ پا کن ہماں زنجیرِ سیم
شکوہ سنجِ سختیٔ آئیں مشو
از حدودِ مصطفیٰ بیروں مرو

(۱) تلمیح ہے آیۂ قرآنی کی طرف ۱۲ (۲) اس شعر میں الٰہیاتِ اسلامیہ کے مشہور مسئلہ جبر و اختیار کی طرف اشارہ ہے مقصود یہ ہے کہ اعلیٰ اور سچی حریت اطاعت یعنی پابندیٔ فرائض سے پیدا ہوتی ہے۔ ۱۲ (۳) طغیاں : سرکشی۔ حد سے گذر جانا۔ ۱۲۔

- تو بھی اپنے فرائض سے سرتابی نہ کر، تاکہ تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اچھے مقام سے بہرہ ور ہو۔
- اے غفلت کوش تو بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوشاں ہو، کیونکہ ضبط ہی سے اختیار پیدا ہوتا ہے۔
- بے قدر و قیمت انسان بھی اطاعت (شریعت) سے گرانقدر بن جاتا ہے۔
  اس کے برعکس آگ بھی سرکشی سے راکھ بن جاتی ہے۔
- جس کسی نے چاند ستاروں کو مسخر کیا، اس نے پہلے اپنے آپ کو کسی آئین کا پابند بنایا۔
- ہوا پھول کے قید خانے میں رہ کر خوشبو بن جاتی ہے، اور خوشبو قید ہو کر آہو کا نافہ بن جاتی ہے۔
- ستارہ قانون کے سامنے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے منزل کی جانب قدم بڑھاتا ہے۔
- سبزہ اُگنے کے قانون کی پابندی کرتے ہوئے اُگتا ہے، اور جب اس قانون کو چھوڑ دیتا ہے تو پامال ہو جاتا ہے۔
- گلِ لالہ کا قانون یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جلتا رہتا ہے، اس کی رگوں کے اندر اس کا خون بھڑکتا ہے۔
- وصل کے قانون کی پابندی کرتے ہوئے قطرے دریا اور ذرّے صحرا بن جاتے ہیں۔
- ہر شے کی حقیقی پختگی آئین سے ہے، تو کیوں اس سامان سے بے خبر جا رہا ہے۔
- اے پُرانے آئین (شریعت) سے آزاد شخص، اپنے آپ کو اسی نقرئی زنجیر کا پابند بنا۔
- قانون کی سختی کی شکایت نہ کر۔
  جناب رسولِ پاکؐ کی حدود سے باہر نہ جا۔

مرحلۂ دوم ضبطِ نفس

نفسِ تو مثلِ شتر خود پرور است
خود پرست و خود سوار و خود سر است

مرد شو آور زمامِ او بکف
تا شوی گوہر اگر باشی خزف

ہر کہ بر خود نیست فرمانش رواں
می شود فرماں پذیر از دیگراں

طرحِ تعمیرِ تو از گل ریختند
با محبت خوف را آمیختند

خوفِ دنیا خوفِ عقبیٰ خوفِ جاں
خوفِ آلامِ زمین و آسماں

حُبِّ مال و دولت و حُبِّ وطن
حُبِّ خویش و اقربا و حُبِّ زن

امتزاجِ ما و طیں تن پرور است
کشتۂ فحشا ہلاکِ منکر است

تا عصائے لا الٰہ داری بدست
ہر طلسمِ خوف را خواہی شکست

ہر کہ حق باشد چو جاں اندر تنش
خم نگردد پیشِ باطل گردنش

خوف را در سینۂ او راہ نیست
خاطرش مرعوبِ غیر اللہ نیست

ہر کہ در اقلیمِ لا آباد شد
فارغ از بندِ زن و اولاد شد

می کند از ما سوائی قطعِ نظر
می نہد ساطور (۱) بر حلقِ پسر

با یکی مثلِ ہجومِ لشکر است
جاں بچشمِ او ز باد ارزاں تر است

(۱) ساطور: چھری۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ کی قربانی کی طرف اشارہ ہے۔ ۱۲۔

مرحلۂ دوم ضبطِ نفس

- تیرا نفس اونٹ کی طرح اپنی پرورش میں لگا رہتا ہے، ساتھ ہی وہ خود پرست، خود سوار اور سرکش ہے۔
- تو مرد بن اور اس کی باگ سنبھال، تاکہ اگر تو کنکر بھی ہے تو گوہر بن جائے۔
- جو اپنے اوپر حکم نہیں چلاتا، اسے دُوسروں کی حکم برداری کرنا پڑتی ہے۔
- تیری تعمیر مٹی سے کی گئی ہے، اور تیرے اندر محبت اور خوف کی آمیزش رکھی گئی ہے۔
- دُنیا کا خوف، آخرت کا خوف، جان کا خوف، زمین و آسمان کے مصائب کا خوف۔
- دُوسری طرف مال و دولت کی محبت، وطن کی محبت، خویش و اقربا کی محبت، عورت کی محبت
- پانی اور مٹی کے امتزاج سے بدن کی پرورش ہے، اور پھر یہ بدن بے حیائی اور ناپسندیدہ کاموں کا شکار ہو۔
- جب تک اپنے ہاتھ میں لا الٰہ کا عصا رکھے گا تو ہر قسم کے خوف کے جادُو کو توڑ دے گا۔
- جس کے اندر حق تعالیٰ جاں کی طرح بسا ہوا ہے، اس کی گردن باطل کے آگے نہیں جھکتی۔
- ایسے شخص کے سینے میں خوف کی کوئی گنجائش نہیں، اس کا دِل کبھی غیر اللہ سے مرعوب نہیں ہوتا۔
- جو کوئی توحید کی ولایت میں آباد ہوتا ہے وُہ زن و اولاد کے بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے۔
- ایسا شخص غیر اللہ سے لاتعلق ہو جاتا ہے، پھر وُہ بیٹے کی گردن پر بھی چھُری رکھ دیتا ہے۔
- ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہونا یوں ہے جیسے کثیر لشکر کے ساتھ ہو۔
  اس کی نظر میں جاں ہوا سے بھی ارزاں ہوتی ہے۔

لا الٰہ باشد صدف گوہر نماز	قلبِ مسلم را حجِ اصغر نماز
در کفِ مسلم مثالِ خنجر است (۱)	قاتلِ فحشا و بغی و منکر است
روزہ بر جوع و عطش شبخوں زند (۲)	خیبرِ تن پروری را بشکند
مومناں را فطرت افروز است حج	ہجرت آموز و وطن سوز است حج
طاعتے سرمایۂ جمعیتے	ربطِ اوراقِ کتابِ ملتے
حبِ دولت را فنا سازد زکوٰۃ	ہم مساوات آشنا سازد زکوٰۃ
دل ز حتّٰی تُنفِقُوا محکم کند (۳)	زر فزاید الفتِ زر کم کند
ایں ہمہ اسبابِ استحکامِ تست	پختہ محکم اگر اسلامِ تست

اہلِ قوت شو ز وردِ یا قوی
تا سوارِ اشترِ خاکی شوی

(۱) اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنۡہٰی عَنِ الۡفَحۡشَآءِ الخ (آیہ شریفہ) (۲) جوع و عطش: بھوک اور پیاس
(۳) لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا الخ (آیہ شریفہ)

- کلمۂ طیبہ صدف ہے اور نماز اس کا گوہر، مومن کے قلب کے لیے نماز حجِ اکبر کی مانند ہے۔
- نماز مسلمان کے ہاتھ میں خنجر کی مانند ہے، یہ بے حیائی، سرکشی اور ناپسندیدہ کاموں کو ختم کر دیتی ہے۔
- روزہ، بھوک پیاس پر شبخوں مارتا ہے اور تن پروری کے قلعہ کو توڑ دیتا ہے۔
- حج اہلِ ایمان کے قلب کو (تجلیاتِ ذات سے) منور کر دیتا ہے۔
  حج ہجرت کا سبق دیتا ہے اور وطن کی محبت جلا دیتا ہے۔
- فرمانبرداری جمعیت کا سرمایہ ہے، اس سے ملت کی کتاب کے اوراق مربوط ہوتے ہیں۔
- زکوٰۃ دولت کی محبت ختم کرتی ہے، نیز مساوات سے آشنا کرتی ہے۔
- قرآنِ پاک کا ارشاد ہے کہ تم اس وقت تک نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم زکوٰۃ اس حکم پر عمل کے ذریعے دل کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔
  (زکوٰۃ سے رزق بڑھتا ہے اور مال کی محبت کم ہوتی ہے (حدیث شریف))۔
- یہ سب تمہاری شخصیت کو مستحکم کرنے کے ذرائع ہیں، اگر تیرا اسلام محکم ہے تو تیری شخصیت بھی پختہ ہے۔
- یا قوی کے ورد سے صاحبِ قوت بن۔
  تاکہ اپنے خاکی بدن کے اونٹ پر سواری کر سکے۔

مرحلۂ سوم نیابتِ الٰہی

گر شتربانی جہانبانی کنی
زیبِ سر تاجِ سلیمانی کنی

تا جہاں باشد جہاں آرا شوی (۱)
تاجدارِ ملکِ لایبلیٰ شوی

نائبِ حق در جہاں بودن خوش است
بر عناصر حکمراں بودن خوش است

نائبِ حق ہمچو جانِ عالم است
ہستیٔ او ظلِ اسمِ اعظم است

از رموزِ جزو و کل آگہ بود
در جہاں قائم بامر اللہ بود

خیمہ چوں در وسعتِ عالم زند
ایں بساطِ کہنہ را برہم زند

فطرتش معمور و می خواہد نمود
عالمے دیگر بیارد در وجود

صد جہاں مثلِ جہانِ جزو و کل
روید از کشتِ خیالِ او چو گل

پختہ سازد فطرتِ ہر خام را
از حرم بیروں کند اصنام را

نغمہ زا تارِ دل از مضرابِ او
بہرِ حق بیداریٔ او خوابِ او

شیب را آموزد آہنگِ شباب (۲)
می دہد ہر چیز را رنگِ شباب

(۱) ملکِ لایبلیٰ : یعنی وہ ملک جو زمانے کی دست بُرد سے ہمیشہ محفوظ رہے ۱۲

(۲) شیب : بڑھاپا ۔ ۱۲

مرحلۂ سوم ۔ نیابتِ الٰہی

- اگر تو شتربان ہے اپنے نفس پر قابو رکھتا ہے تو جہان پر بھی حکومت کرے گا۔ پادشاہت کا تاج تیرے سر کی زینت بنے گا۔
- جب تک یہ دُنیا باقی ہے تو بھی اس کی زینت رہے گا، تو ایسی سلطنت کا تاجدار بنے گا جو کبھی ختم نہ ہونے والی ہے۔
- دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا نائب ہونا اور عناصرِ فطرت پر حکمرانی کرنا کیا خوب ہے۔
- نائبِ حق اس کائنات کی جان کی مانند ہے، اس کا وجود اسمِ اعظم کا سایہ ہے۔ (اس کے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات منعکس ہوتی ہیں)۔
- وُہ جزو و کُل کے جملہ رموز سے آگاہی رکھتا ہے، وُہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے قائم ہوتا ہے۔
- جب وسعتِ کائنات میں اپنا خیمہ گاڑتا ہے تو اس بساطِ کہنہ کو درہم برہم کر دیتا ہے۔
- اس کی فطرت (نئے افکار سے) معمور ہوتی ہے اور اپنا اظہار چاہتی ہے، چنانچہ وُہ نیا جہان وجود میں لے آتا ہے۔
- اس کے افکار کی کھیتی سے اس جہان جزو و کل کی طرح کے سینکڑوں جہان پھولوں کی مانند پھُوٹتے ہیں۔
- وُہ ہر خام کی شخصیت کو پختہ کر دیتا ہے (ہر قلب کے) حرم سے بت باہر نکال پھینکتا ہے۔
- اس کی مضراب سے دلوں کے تاروں سے نئے نغمے پھوٹتے ہیں، اس کا سونا جاگنا سب اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔
- وُہ بڑھاپے کو جوانی کا انداز سکھاتا ہے، ہر چیز کو جوانی کے رنگ میں رنگ دیتا ہے۔

نوعِ انساں را بشیر و ہم نذیر ‏ ‏ ‏ ‏ ہم سپاہی ہم سپہگر ہم امیر
مدعائے عَلّمَ الاسماستے (۱) ‏ ‏ ‏ ‏ سرِّ سبحان الذی اسراستے
از عصا دستِ سفیدش محکم است (۲) ‏ ‏ ‏ ‏ قدرتِ کامل بعلمش توام است
چوں عناں گیرد بدست آں شہسوار ‏ ‏ ‏ ‏ تیز تر گردد سمندِ روزگار
خشک سازد ہیبتِ او نیل را (۳) ‏ ‏ ‏ ‏ می برد از مصر اسرائیل را
از قُمِ او خیزد اندر گورِ تن ‏ ‏ ‏ ‏ مردہ جانہا چوں صنوبر در چمن
ذاتِ او توجیہِ ذاتِ عالم است ‏ ‏ ‏ ‏ از جلالِ او نجاتِ عالم است
ذرہ خورشید آشنا از سایہ اش ‏ ‏ ‏ ‏ قیمتِ ہستی گراں از مایہ اش
زندگی بخشد ز اعجازِ عمل ‏ ‏ ‏ ‏ می کند تجدیدِ اندازِ عمل
جلوہ ہا خیزد ز نقشِ پائے او ‏ ‏ ‏ ‏ صد کلیم آوارۂ سینائے او
زندگی را می کند تفسیرِ نَو ‏ ‏ ‏ ‏ می دہد ایں خواب را تعبیرِ نَو
ہستیِ مکنونِ او رازِ حیات ‏ ‏ ‏ ‏ نغمۂ نشنیدۂ سازِ حیات
طبعِ مضموں بند فطرت خوں شود ‏ ‏ ‏ ‏ تا دو بیتِ ذاتِ او موزوں شود
مشتِ خاکِ ما سرِ گردوں رسید ‏ ‏ ‏ ‏ زیں غبار آں شہسوار آید پدید

(۱) تلمیح ہے آیاتِ قرآنی کی طرف ۱۲۔ (۲) دستِ سفید: حضرت موسیٰؑ کا روشن ہاتھ ۱۲
(۳) اس شعر میں حضرت موسیٰؑ کے قصّے کی طرف تلمیح ہے ۱۲

○ وُہ نوعِ انسان کے لیے بشیر بھی ہے اور نذیر بھی، (اچھے اعمال اور اچھی جزا کی خوشخبری دیتا ہے اور بُرے اعمال کی سزا سے ڈراتا ہے)۔
وُہ سپاہی بھی ہے، فوج کو ترتیب دینے والا بھی ہے اور سپہ سالار بھی۔

○ وُہ قرآنِ پاک کی اس آیۂ پاک کا مدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو تمام اشیا کے نام سکھا دیئے۔ وُہ اسرا کے بھید کا رازداں ہے (دنیوی اور رُوحانی علوم سے آشنا ہوتا ہے)۔

○ اس کا سفید ہاتھ عصا سے مضبوط ہے (حضرت مُوسیٰؑ کے ید بیضا اور عصا کی طرف اشارہ ہے) اسے پُورا علم اور پورا اختیار حاصل ہوتا ہے۔

○ جب وُہ شہسوار اپنے ہاتھ میں باگ تھامتا ہے تو زمانے کے گھوڑے کی رفتار اور تیز ہو جاتی ہے

○ اس کی ہیبت سے دریا خُشک ہو جاتا ہے اور وُہ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لے جاتا ہے (غلاموں کو آزادی کی دولت سے ہمکنار کرتا ہے)۔

○ اسکے قُم کہنے سے مُردہ جانیں قبر کے اندر سے اس طرح اٹھ کھڑی ہوتی ہیں جس طرح باغ کے اندر سے صنوبر۔

○ اس کی شخصیت جہان کی شخصیت کی توجیہ ہے (صُوفیہ انسان کو عالمِ اصغر کہتے ہیں) اس کے جلال و عظمت پر جہان کی عظمت موقوف ہے۔

○ اسکے زیرِ سایہ رہ کر ذرہ خورشید کی عظمت پالیتا ہے، اس کی قوت سے زندگی کی قیمت بڑھ جاتی ہے

○ وُہ اپنے زورِ عمل کے اعجاز سے دُنیا کو نئی زندگی عطا کرتا ہے، وُہ عمل کے نئے طور طریقے ایجاد کرتا ہے

○ اسکے نقوشِ پا سے کئی جلوے اٹھتے ہیں، سینکڑوں کلیم اس کے طور کے مشتاق ہوتے ہیں۔

○ وُہ زندگی کی نئی تفسیر کرتا ہے، وُہ اس خواب کو نئی تعبیر عطا کرتا ہے۔

○ اسکی پوشیدہ ہستی رازِ حیات ہے (اسکے ذریعے رازِ حیات وا ہوتا ہے) وُہ سازِ حیات کا ان سنا نغمہ ہے۔

○ فطرت کی مضمون نگار طبیعت بڑی جاں گُسل محنت کرتی ہے تب کہیں جا کر نائبِ حق کی شخصیت کے دو بیت موزوں ہوتے ہیں۔

○ ہماری مشتِ خاک پریشانی کے عالم میں آسمان تک جا پہنچی ہے اُمید ہے کہ اب اس غبار سے وُہ شہسوار ظاہر ہوگا۔

خفتہ در خاکسترِ امروزِ ما	شعلۂ فردائے عالم سوزِ ما
غنچۂ ما گلستاں در دامن است	چشمِ ما از صبحِ فردا روشن است
اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا (۱)	اے فروغِ دیدۂ امکاں بیا
رونقِ ہنگامۂ ایجاد شو	در سوادِ دیدہ ہا آباد شو
شورشِ اقوام را خاموش کن	نغمۂ خود را بہشتِ گوش کن
خیز و قانونِ اخوت ساز دہ	جامِ صہبائے محبت باز دہ
باز در عالم بیار ایامِ صلح	جنگجویاں را بدہ پیغامِ صلح
نوعِ انساں مزرع و تو حاصلی	کاروانِ زندگی را منزلی
ریخت از جورِ خزاں برگِ شجر	چوں بہاراں بر ریاضِ ما گذر
سجدہ ہائے طفلک و برنا و پیر	از جبینِ شرمسارِ ما بگیر

از وجودِ تو سرافرازیم ما
پس بہ سوزِ ایں جہاں سوزیم ما

(۱) اشہب : گھوڑا۔

○ ہمارے آج کی راکھ میں ایسا شعلہ سویا پڑا ہے جو مستقبل قریب میں ہماری دُنیا میں تپش و حرارت پیدا کر دے گا۔

○ ہمارے غنچے کے دامن میں گُلستان چھپا ہوا ہے، ہماری آنکھ آنے والی صبح (کے نُور) سے روشن ہے۔

○ (اے نائب حق) اے زمانے کے گھوڑے کے سوار آ
تو امکان کی آنکھ کا نُور ہے (تجھ سے عمل کے نئے نئے امکانات پیدا ہوتے ہیں)۔

○ اس ہنگامۂ موجودات کی رونق بن
تو اس دُنیا کی آنکھوں کا نُور ہے۔ ہماری آنکھوں میں بس جا۔

○ اقوامِ دُنیا نے جو شورش بپا کر رکھی ہے اسے اگر خاموش کر دے
ایسا نغمہ سُنا جو کانوں کے لیے لُطف و راحت بنے۔

○ اٹھ اور دوبارہ ایسا قانون لا جو اخوت ساز ہو، ایسا جام جس کے اندر محبت کی شراب ہو۔

○ دنیا میں ایک بار پھر امن و امان قائم کرا اور، جنگجوؤں کو پھر صُلح کا پیغام دے۔

○ نوعِ انسان کھیتی ہے اور تو اس کا حاصل، تو ہی کاروانِ زندگی کی منزل و مقصود ہے۔

○ ہمارے شجرِ ملت کے پتے خزاں کے جور و ظُلم سے گر چکے ہیں، ہمارے باغ پر موسم بہار کی مانند آ

○ ہمارے بچے جوان اور بوڑھے جو غیر اللہ کے سامنے سربسجود ہیں۔
ان کی شرمسار پیشانیوں کو اس سے نجات دلا۔

○ ہم اس جہاں کے سوز میں اس لیے جل رہے ہیں۔
تاکہ تیرے آنے سے ہم عزت و عظمت سے سرفراز ہو جائیں۔

در شرحِ

اسرارِ اسمائے علی مرتضیٰؓ

مسلمِ اوّل شہِ مرداں علیؓ — عشق را سرمایۂ ایماں علیؓ

از ولائے دودمانش زندہ ام — در جہاں مثلِ گہر تابندہ ام

نرگسم وارفتۂ نظارہ ام — در خیابانش چو بو آوارہ ام

زمزم ار جوشد زخاکِ من ازوست — مے اگر ریزد زتاکِ من ازوست

خاکم و از مہرِ او آئینہ ام — می تواں دیدن نوا در سینہ ام

از رخِ او فال پیغمبر گرفت — ملّتِ حق از شکوہش فر گرفت

قوّتِ دینِ مبیں فرمودہ اش — کائنات آئیں پذیر از دودہ اش

مرسلِ حق کرد نامش بوتراب — حق یداللہ خواند در اُمّ الکتاب

ہر کہ دانائے رموزِ زندگیست — سرِّ اسمائے علیؓ داند کہ چیست

حضرت علی المرتضیٰؓ کے اسماء کے اسرار کی شرح

- سب سے پہلے ایمان قبول کرنے والے، بہادروں کے سردار سیدنا علی المرتضیٰؓ، آپؓ عشق کے لیے ایمان کا سرمایہ تھے (قرآنِ پاک کے مطابق "وہ جو ایمان والے ہیں ان کی اللہ تعالیٰ سے محبت شدید ہے۔" (سورۃ البقرہ)
- میں ان کے خاندان کی محبت سے زندہ ہوں اور دُنیا میں موتی کی طرح چمک رہا ہوں۔
- میں نرگس ہوں (ان کے) نظارے میں سرمست ہوں، میں ان کے باغ میں خوشبو کی طرح پھر رہا ہوں۔
- اگر میری خاک سے زمزم کا چشمہ ابل رہا ہے تو یہ ان کی وجہ سے ہے، اگر میرے انگور سے شراب ٹپک رہی ہے تو یہ انہی کی بدولت ہے۔
- اگرچہ میں خاک ہوں مگر ان کی محبت سے آئینہ بن گیا ہوں، میرا سینہ اتنا شفاف ہے کہ اس کے اندر نغمے کو دیکھا جا سکتا ہے۔
- جنابِ رسولِ اکرمؐ حضرت علیؓ کے چہرہ سے فال لیتے تھے، ان کے شکوہ سے ملّتِ اسلامیہ نے عزت پائی۔
- حضورِ اکرمؐ نے انہیں دینِ مبیں کی قوت فرمایا ہے، انکے خاندان سے کائنات کو قانون ملا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کے نبیؐ نے انہیں بوتراب کا لقب دیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں انہیں یداللہ کہا ہے۔ (بیعتِ رضوان کے موقع پر صحابہ کرامؓ نے حضورِ اکرمؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے)۔
- جو شخص زندگی کے اسرار جانتا ہے، اسے معلوم ہے کہ حضرت علیؓ کے اسماء کا راز کیا ہے۔

خاکِ تاریکے کہ نامِ او تن است — عقل از بیدادِ او در شیون است
فلکِ گردوں رس زمیں پیما ازو — چشم کور و گوش ناشنوا ازو
از ہوس تیغِ دو رو دارد بدست — رہرواں را دل بریں رہزن شکست
شیرِ حق ایں خاک را تسخیر کرد — ایں گلِ تاریک را اکسیر کرد
مرتضیٰ کز تیغِ او حق روشن است — بوتراب از فتحِ اقلیمِ تن است
مردِ کشور گیر از کرّاری است — گوہرش را آبرو خودداری است
ہر کہ در آفاق گردد بوتراب (۱) — باز گرداند ز مغرب آفتاب
ہر کہ زیں بر مرکبِ تن تنگ بست — چوں نگیں بر خاتمِ دولت نشست
زیرِ پاش اینجا شکوہِ خیبر است — دستِ او آنجا قسیمِ کوثر است
از خود آگاہی یداللّٰہی کند — از یداللّٰہی شہنشاہی کند
ذاتِ او دروازۂ شہرِ علوم — زیرِ فرمانش حجاز و چین و روم
حکمراں باید شدن بر خاکِ خویش — تا مئے روشن خوری از تاکِ خویش
خاک گشتن مذہبِ پروانگی است — خاک را اب شو کہ ایں مردانگی است (۲)
سنگ شو اے ہمچو گل نازک بدن — تا شوی بنیادِ دیوارِ چمن

(۱) معجزہ رجعت خورشید ۔
(۲) حضرت علی مرتضیٰؓ کی کنیت (ابو تراب یعنی مٹی کا باپ) کی طرف تلمیح ہے ۔

○ یہ تاریک خاک جس کا نام بدن ہے، جس کے ظلم سے عقل آہ و فریاد کرتی ہے ۔
○ اسی کی وجہ سے آسمان کی بلندی تک پہنچنے والا اسمارا فکر زمیں ناپنے لگتا ہے اس کی آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور کان بہرے ۔
○ یہ فکر ہوس کے سبب ہاتھ میں دو دھاری تلوار رکھتا ہے اور اس رہزن کی وجہ سے مسافروں کے دِل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں ۔
○ شیرِ خُدا سیّدنا علیؓ نے اس خاک کو مسخّر کر لیا اور (بدن کی) تاریک مٹّی کو اکسیر بنا لیا ۔
○ مُرتضیٰؓ جن کی تلوار سے سچائی دُنیا میں روشن ہوئی، انہوں نے بدن کی ولایت پر فتح پانے کے باعث بوتراب کا لقب پایا ۔
○ کرّاری خودداری ہے اور خودداری ہی سے مرد کے گوہر (اصلیت) کی آبرو ہے ۔
○ کائنات میں جو بھی بوتراب بن جاتا ہے، وُہ آفتاب کو مغرب سے لوٹا لیتا ہے ۔
○ جو شخص بھی بدن کے گھوڑے پر زین کس لیتا ہے، وُہ سلطنت کی انگوٹھی میں نگینے کا درجہ حاصل کر لیتا ہے ۔
○ اس دُنیا میں فتحِ خیبر کی شان و شکوہ اس کے پاؤں کے نیچے ہوتی ہے اور وہاں اس کا ہاتھ آبِ کوثر تقسیم کرتا ہے ۔
○ وُہ خود آگاہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بن جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بن کر دُنیا پر حکومت کرتا ہے ۔
○ اُنکی ذات شہرِ علوم کا دروازہ ہو جاتی ہے، حجاز، چین اور روم سب اسکے زیرِ فرمان ہوتے ہیں ۔
○ تجھے اپنے بدن کی خاک پر حکمران ہونا چاہیئے تاکہ تو اپنے انگور سے مئے ناب پی سکے ۔
○ خاک ہو جانا پروانے کا مذہب ہے اور خاک کا باپ (ابو تراب) بن کر رہنا مردانگی ہے ۔
○ اے وُہ شخص جو پھول کی مانند نازک بدن ہے تو پتھر بن تاکہ دیوارِ چمن کی بُنیاد بن سکے ۔

از گِلِ خود آدمے تعمیر کن
آدمے را عالمے تعمیر کن

گر بنا سازی نہ دیوار و درے
خشت از خاکِ تو بندد دیگرے

اے ز جورِ چرخِ ناہنجار تنگ
جامِ تو فریادیِ بیدادِ سنگ

نالہ و فریاد و ماتم تا کجا
سینہ کوبیہائے پیہم تا کجا

در عمل پوشیدہ مضمونِ حیات
لذّتِ تخلیق قانونِ حیات

خیز و خلّاقِ جہانِ تازہ شو
شعلہ در بر کن خلیلؑ آوازہ شو

با جہانِ نامساعد ساختن
ہست در میداں سپر انداختن

مردِ خود دارے کہ باشد پختہ کار
با مزاجِ او بسازد روزگار

گر نہ سازد با مزاجِ او جہاں
می شود جنگ آزما با آسماں

بر کَنَد بنیادِ موجودات را
می دہد ترکیبِ نو ذرّات را

گردشِ ایام را برہم زند
چرخِ نیلی فام را برہم زند

می کند از قوّتِ خود آشکار
روزگارِ نو کہ باشد سازگار

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست
ہمچو مرداں جاں سپردن زندگیست

آزماید صاحبِ قلبِ سلیم
زورِ خود را از مہماتِ عظیم

عشق با دشوار ورزیدن خوش است
چوں خلیلؑ از شعلہ گل چیدن خوش است

ممکنات قوّتِ مردانِ کار
گردد از مشکل پسندی آشکار

- اپنی مٹی سے نیا انسان تعمیر کر اور پھر انسانوں کے لیے نیا جہان تعمیر کر۔
- اگر تو اپنی خاک سے دیوار و در کی بُنیاد نہ رکھے گا، تو کوئی اور تیری مٹی سے اینٹ بنا کر اسے (اپنی عمارت میں) استعمال کرے گا۔
- تو جو کج رو آسمان کے ظلم سے تنگ ہے، تیرا جام پتھر کی زیادتی سے فریادی ہے۔
- کب تک تو نالہ و فریاد، سینہ کوبی اور ماتم میں لگا رہے گا۔
- زندگی کی حقیقت عمل میں پوشیدہ ہے، لطفِ تخلیق ہی قانونِ حیات ہے۔
- اٹھ اور ایک نئے جہان کا خلاق بن، آگ میں بیٹھ اور ابراہیمؑ کی سی شہرت پالے۔
- ناموافق دُنیا کے ساتھ موافقت پیدا کرنا، میدانِ جنگ میں ہتھیار ڈال دینا ہے۔
- وُہ خود دار جوانمرد جو عمل میں پختہ ہو، زمانہ اس کے مزاج کے ساتھ خود موافقت پیدا کر لیتا ہے۔
- اگر دُنیا اس کے مزاج کے ساتھ موافقت نہ کرے تو وُہ آسمان کے ساتھ جنگ آزما ہوتا ہے۔
- وُہ کائنات کی بُنیاد کھود ڈالتا ہے اور ذرات کو نئی ترتیب دے کر ان سے نیا جہان پیدا کرتا ہے۔
- وُہ نیلے آسمان اور ایّام کی گردش کو الٹ پلٹ کر دیتا ہے۔
- وُہ اپنی قوّت سے ایسا نیا زمانہ وجود میں لاتا ہے جو اس (کے افکار) سے مطابقت رکھتا ہو۔
- اگر دُنیا میں مردانہ وار زندگی بسر کرنا ممکن نہ ہو تو مردوں کی طرح جان دے دینا ہی زندگی ہے۔
- قلبِ سلیم رکھنے والا شخص عظیم کارناموں سے اپنی قوّت کی آزمائش کرتا ہے۔
- مشکلات ہی سے عشق کرنا اچھا ہے، خلیل اللہ کی طرح شعلے سے پھول چننا ہی اچھا لگتا ہے۔
- وُہ لوگ جو مردِ میدان ہیں ان کی قوّت کے دائرۂ ممکنات کا اندازہ مشکل پسندی ہی سے سامنے آتا ہے۔

حربۂ دوں ہمتاں کین است و بس
زندگی را ایں یک آئین است و بس

زندگانی قوتِ پیداستے ق
اصلِ او از ذوقِ استیلاستے

عفوِ بیجا سردیٔ خونِ حیات
سکتۂ در بیتِ موزونِ حیات

ہر کہ در قعرِ مذلت ماندہ است
ناتوانی را قناعت خواندہ است

ناتوانی زندگی را رہزن است
بطنش از خوف و دروغ آبستن است

از مکارم اندرونِ او تہی است
شیرش از بہرِ ذمائم فربہی است

ہوشیار اے صاحبِ عقلِ سلیم
در کمیں ہا می نشیند ایں غنیم

گر خردمندی فریبِ او مخور
مثلِ حربا (۱) ہر زماں رنگش دگر

شکلِ او اہلِ نظر نشناختند
پردہ ہا بر روئے او انداختند

گاہ او را رحم و نرمی پردہ دار
گاہ می پوشد ردائے انکسار

گاہ او مستور در مجبوری است
گاہ پنہاں در تہِ معذوری است

چہرہ در شکلِ تن آسانی نمود
دل ز دستِ صاحبِ قوت ربود

با توانائی صداقت توام است
گر خود آگاہی ہمیں جامِ جم است

زندگی کشت است و حاصل قوت است
شرحِ رمزِ حق و باطل قوت است

مدعی گر مایہ دار از قوت است
دعویٔ او بے نیاز از حجت است

(۱) حربا : ایک قسم کا جانور جو ہر گھڑی اپنا رنگ بدلتا ہے ۱۲

- پست ہمت لوگوں کا ہتھیار صرف کینہ ہے، ان کی زندگی کا صرف یہی ایک دستور ہے۔
- زندگی ظاہر قوت ہے اور اس کی حقیقت (مشکلات پر) غلبہ پانے کا لطف ہے۔
- عفوِ بیجا ظاہر کرتا ہے کہ زندگی کا خون سرد ہو چکا ہے، یہ طرزِ عمل زندگی کے موزوں شعر میں سکتہ کی مانند ہے۔
- ذلت کی گہرائی میں پڑا ہوا انسان، اپنی ناتوانی کو قناعت کا نام دیتا ہے۔
- حالانکہ ناتوانی زندگی کے لیے راہزن ہے (وہ زندگی کی پونجی لوٹ لیتی ہے) ناتوانی کے بطن سے جھوٹ اور خوف پیدا ہوتے ہیں۔ (کمزور آدمی ڈر کے مارے جھوٹ بولتا ہے
- اس کا اندرون اعلیٰ اخلاقی اقدار سے خالی ہوتا ہے، اس کا دودھ برائیوں کو موٹا کرتا ہے۔
- اے عقلِ سلیم رکھنے والے شخص! خبردار رہ یہ دشمن ہر وقت تیری گھات میں ہے۔
- اگر تو عقلمند ہے تو اس کا فریب نہ کھا یہ (کمزوری) ہر لحظہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی ہے۔
- اہلِ نظر بھی اس کی صورت نہیں پہچانتے بلکہ وہ اس کے چہرے پر کئی پردے ڈال دیتے ہیں۔
- کبھی رحم اور نرمی ناتوانی کی پردہ دار ہوتی ہے اور کبھی یہ انکسار کی چادر اوڑھ لیتی ہے۔
- کبھی وہ مجبوری کے پردے میں چھپی ہوتی ہے اور کبھی معذوری کی تہ میں۔ (کمزور لوگ مجبوری اور معذوری کا بہانہ بناتے ہیں)
- کبھی یہ اپنے آپ کو تن آسانی کی صورت میں ظاہر کرتی ہے اور اس طرح صاحبِ قوت شخص کو بے ہمت بنا دیتی ہے۔
- قوت اور سچائی دو جڑواں بچے ہیں، اگر تو اپنی قوتوں سے آگاہ ہے تو یہی تیرے لیے جامِ جم ہے
- زندگی کھیت ہے اور اس کا حاصل قوت ہے، حق و باطل کے راز کی وضاحت قوت ہی میں پوشیدہ ہے۔ (حق ہو یا باطل قوت ہی سے پھیلتے ہیں)۔
- اگر دعویٰ دار کے پاس قوت ہے تو اس کے دعوے کو کسی دلیل کی حاجت نہیں۔

باطل از قوت پذیرد شانِ حق — خویش را حق داند از بطلانِ حق
از کُنِ او زهر کوثر می شود — خیر را گوید شرے شر می شود
اے ز آدابِ امانت بے خبر — از دو عالم خویش را بہتر شمر
از رموزِ زندگی آگاہ شو — ظالم و جاہل ز غیر اللہ شو

چشم و گوش و لب کشا اے ہوشمند
گر نہ بینی راہِ حق بر من بخند

حکایتِ نوجوانے از مرو کہ پیشِ حضرت سیدِ مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ آمدہ از ستم اعدا فریاد کرد

سید ہجویر مخدوم امم (۱) — مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم
بند ہائے کوہسار آساں گسیخت — در زمینِ ہند تخمِ سجدہ ریخت

(۱) پیر سنجر: خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لائے تھے ۱۲

- قوت ہی سے باطل حق کی شان اختیار کر لیتا ہے اور حق کو جھٹلا کے اپنے آپ کو حق سمجھنے لگتا ہے۔
- باطل کے پاس قوت ہو تو وُہ زہر کو کوثر بنا کر پیش کرتا ہے، وُہ خیر کو شر کہہ کر اسے شر بنا دیتا ہے۔
- اے انسان! تجھے جو امانت عطا ہوئی تو اس (کی ذمہ داری) کے آداب سے بے خبر ہے۔
  تجھے چاہیئے کہ اپنے آپ کو دونوں جہانوں سے بہتر سمجھے۔
- زندگی کے اسرار سے آگاہی حاصل کر، اللہ تعالےٰ کے علاوہ باقی ہر شے سے ظالم و جاہل ہو جا۔
  (سُورۃ الاحزاب کی آیۃ ۷۲ کی طرف اشارہ ہے)۔
- اے عقلمند! اپنی آنکھ، کان اور لب کھلے رکھ
  اگر تجھے پھر بھی اللہ تعالیٰ کا راستہ نظر نہ آئے تو بیشک میری ہنسی اڑانا۔

مرو کے ایک نوجوان کی حکایت جس نے سید علی ہجویریؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے دشمنوں کے ظلم کی فریاد کی

- سید علی ہجویریؒ جو قوموں کے مخدوم ہیں، جنکا مرقد خواجہ معین الدین چشتیؒ کے لیے حرم کی مانند ہے
  (انہوں نے یہاں چلہ کشی کی تھی)۔
- جو پہاڑوں کی رکاوٹیں آسانی سے توڑ کر ہند میں پہنچے اور یہاں کی سرزمین میں سجدے کا بیج بویا۔

عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد
حق ز حرفِ او بلند آوازہ شد

پاسبانِ عزّتِ اُمّ الکتاب
از نگاہش خانۂ باطل خراب

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت
صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت

عاشق و ہم قاصدِ طیّارِ عشق
از جبینش آشکار اسرارِ عشق

داستانے از کمالش سر کنم
گلشنے در غنچۂ مضمر کنم

نوجوانے قامتش بالا چو سرو
واردِ لاہور شد از شہرِ مرو

رفت پیشِ سیّدِ والا جناب
تا رباید ظلمتش را آفتاب

گفت محصورِ صفِ اعدا استم
درمیانِ سنگہا مینا استم

با من آموز اے شہِ گردوں مکاں
زندگی کردن میانِ دشمناں

پیرِ دانائے کہ در ذاتش جمال
بستہ پیمانِ محبّت با جلال

گفت اے نامحرم از رازِ حیات
غافل از انجام و آغازِ حیات

فارغ از اندیشۂ اغیار شو
قوّتِ خوابیدۂ بیدار شو

سنگ چوں بر خود گمانِ شیشہ کرد
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد

ناتواں خود را اگر رہرو شمرد
نقدِ جانِ خویش با رہزن سپرد

تا کجا خود را شماری ماء و طیں (۱)
از گِلِ خود شعلۂ طور آفریں

(۱) ماء و طین : پانی اور مٹی۔

○ ان کی رُوحانیت سے یہاں (اسلام پھیلا) اور فارُوقِ اعظمؓ کا عہد تازہ ہوگیا ان کی تبلیغ سے دینِ حق کا بول بالا ہوا۔

○ آپ قرآنِ پاک کی عزت کے نگہبان تھے، آپ کی نگاہ سے ہند کے اندر باطل کی بربادی ہوئی۔

○ پنجاب کی سرزمین ان کے دم قدم سے زندہ ہوگئی، ان کے آفتاب نے ہماری صبح روشن کر دی۔

○ وُہ خود عشق میں سرشار تھے اور عشق کے تیز رفتار پیامبر بھی تھے، انکی روشن پیشانی سے عشق کے بھید آشکار ہوئے۔

○ میں آپکے کمال کی ایک داستان بیان کرتا ہوں، میری یہ کوشش غنچہ کے اندر پُورا باغ سمیٹنے کے مترادف

○ شہر مرو (ترکستان) سے ایک نوجوان جو سرو کی مانند بلند قامت تھا لاہور آیا۔

○ وُہ بلند مرتبت سید ہجویریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ اسکا آفتاب اسکے دل میں، تاریکی کو دور کر دے

○ وہ کہنے لگا میں دُشمنوں کی صفوں میں گھرا ہوا ہوں، میری مثال وہی ہے جو پتھروں کے درمیان مینا کی

○ اے بلندی میں آسمان کا رتبہ رکھنے والے سید، مجھے دُشمنوں کے درمیان زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھلایئے۔

○ وُہ پیرِ دانا جس کی ذات میں جمال نے جلال کے ساتھ پیمانِ محبت باندھ رکھا تھا۔ (یعنی جمال و جلال یکجا تھے)۔

○ انہوں نے فرمایا اے رازِ حیات سے ناواقف نوجوان تو زندگی کے انجام اور آغاز سے غافل ہے۔

○ تو دُشمنوں کا خوف اپنے دِل سے نکال دے، تیرے اندر ایک قوتِ خوابیدہ موجود ہے اُسے بیدار کر۔

○ جب پتھر اپنے آپ کو شیشہ سمجھنے لگتا ہے تو وُہ شیشہ ہی بن جاتا ہے اور شیشے کی طرح ٹُوٹنے لگتا ہے۔

○ جب مُسافر اپنے آپ کو کمزور سمجھتا ہے تو وُہ اپنی جان کی نقدی بھی راہزن کے سپُرد کر دیتا ہے۔

○ تو اپنے آپ کو کب تک پانی اور مٹی (کا پتلا) سمجھتا رہے گا۔ تجھے چاہیئے کہ اپنے اندر سے شعلۂ طور پیدا کرے۔

باعزیزاں سرگراں بودن چرا — شکوہ سنجِ دشمناں بودن چرا
راست میگویم عدو ہم یارِ تست — ہستیِ او رونقِ بازارِ تست
ہر کہ دانائے مقاماتِ خودی است — فضلِ حق داند اگر دشمن قوی است
کشتِ انساں را عدو باشد سحاب — ممکناتش را برانگیزد ز خواب
سنگِ رہ آب است اگر ہمت قوی ست — سیل را پست و بلندِ جادہ چیست
سنگِ رہ گردد فسانِ تیغِ عزم — قطعِ منزل امتحانِ تیغِ عزم
مثلِ حیواں خوردن آسودن چہ سود — گر بخود محکم نہٖ بودن چہ سود
خویش را چوں از خودی محکم کنی — تو اگر خواہی جہاں برہم کنی
گر فنا خواہی ز خود آزاد شو — گر بقا خواہی بخود آباد شو
چیست مردن از خودی غافل شدن — تو چہ پنداری فراقِ جان و تن؟
در خودی کن صورتِ یوسف مقام — از اسیری تا شہنشاہی خرام
از خودی اندیش و مردِ کار شو — مردِ حق شو حاملِ اسرار شو
شرحِ راز از داستانہا می کنم — غنچہ از زورِ نفس وا می کنم

"خوشتر آں باشد کہ سِرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں"

- (دشمن تیرے عزیز ہیں) اپنے عزیزوں سے ناراضگی کیوں، دشمنوں کی شکایت کرنے کا کیا فائدہ ہے۔
- میں سچ کہتا ہوں دشمن بھی تیرا دوست ہے اسی کی وجہ سے (تیری زندگی) کے بازار میں رونق ہے۔
- جو کوئی خودی کے درجات سے واقف ہے، اگر اس کا دشمن قوی ہے تو وہ اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتا ہے۔
- دشمن انسان کی کھیتی کے لیے بارش کی مثل ہے، کیونکہ وہ اس کے اندر کے خفیہ امکانات کو نیند سے بیدار کرتا ہے۔
- اگر انسان باہمت ہو تو راستے کی رکاوٹ پانی کی مانند بہ جاتی ہے، جیسے سیلاب کے سامنے پستی اور بلندی کی کوئی حیثیت نہیں۔
- عزم کی تلوار کے لیے سنگِ راہ سان کا کام دیتا ہے، منزل تک پہنچنا تیغِ عزم کا امتحان ہے۔
- حیوان کی مانند کھانا اور آرام کرنا کیا معنی، اگر تو اپنے اندر پختہ نہیں تو زندگی کا کیا فائدہ۔
- جب تو خودی سے اپنے آپ کو مستحکم کرلے گا، تو پھر اگر چاہے تو جہان کو بھی برہم کر سکے گا۔
- اگر تجھے مٹ جانا پسند ہے تو اپنی خودی سے بے تعلق ہو جا۔ اور اگر زندگی چاہتا ہے تو اپنی خودی کی تعمیر کر۔
- مرنا کیا ہے؟ اپنی خودی سے غافل ہو جانا۔ تو کیا جانے کہ جان اور بدن کا فراق کیا ہے۔ موت صرف فراقِ جان و تن کا نام نہیں۔
- یوسفؑ کی طرح خود شناس ہو۔ تاکہ تو اسیری سے شہنشاہی تک پہنچے۔
- خودی سے آگاہ ہو کر باہمت بن جا۔ مردِ حق اور حاملِ اسرار ہو جا۔
- میں حکایتوں کے ذریعے زندگی کے راز کی وضاحت کرتا ہوں، اور اپنے کلام کے زور سے دوسروں کا غنچۂ دل کھلاتا ہوں۔
- دلبروں کا راز دوسروں کی کہانیوں میں بیان کیا جائے تو زیادہ دلربا ہو جاتا ہے۔

حکایت طائرے کہ از تشنگی بیتاب بود

طائرے از تشنگی بیتاب بود   در تنِ او دم مثالِ موجِ دود

ریزۂ الماس در گلزار دید   تشنگی نظارۂ آب آفرید

از فریبِ ریزۂ خورشید تاب   مرغِ ناداں سنگ را پنداشت آب

مایہ اندوزِ نم از گوھر نشد   زد بر و منقار و کامش تر نشد

گفت الماس اے گرفتارِ ہوس!   تیز بر من کردہ منقارِ ہوس

قطرۂ آبے نیم ساقی نیم   من برائے دیگراں باقی نیم

قصدِ آزارم کنی دیوانہ؟   از حیاتِ خود نما بیگانۂ

آبِ من منقارِ مرغاں بشکند   آدمی را گوھرِ جاں بشکند

طائر از الماس کامِ دل نیافت   روئے خویش از ریزۂ تابندہ تافت

حسرت اندر سینہ اش آباد گشت   در گلوئے او نوا فریاد گشت

قطرۂ شبنم سرِ شاخِ گلے   تافت مثلِ اشکِ چشمِ بلبلے

تابِ او محوِ سپاسِ آفتاب   لرزہ بر تن از ہراسِ آفتاب

پرندے کی کہانی جو پیاس سے بیتاب تھا

- ایک پرندہ پیاس سے بے تاب تھا۔ سانس اسکے سینے میں دھوئیں کی لہر بن گئی تھی۔
- اس نے باغ میں الماس کا ٹکڑا دیکھا۔ پیاس کے باعث اسے وہ ٹکڑا پانی نظر آیا۔
- دھوپ سے چمکتے ہوئے ٹکڑے سے فریب کھاکر بے سمجھ پرندے نے پتھر کو پانی سمجھ لیا۔
- اُس نے اس پر چونچ ماری مگر اس کا حلق تر نہ ہوا، وہ گوہر سے نمی حاصل نہ کر سکا۔
- الماس نے کہا اے ہوس میں گرفتار پرندے۔ تو نے مجھ پر اپنی چونچ ماری ہے۔
- میں پانی کا قطرہ نہیں نہ میں ساقی ہوں۔ میں دوسروں کے لیے زندہ نہیں ہوں۔
- تو دیوانہ ہے جو تو نے مجھے دکھ دینے کا قصد کیا ہے تو ایسی زندگی سے بے خبر ہے جو اپنی قوت کا اظہار کرتی ہے۔
- میری آب و تاب پرندوں کی چونچ توڑ دیتی ہے بلکہ وہ تو آدمی کی جان کا گوہر بھی ختم کر دیتی ہے۔
- پرندے کے دِل کی خواہش الماس سے پوری نہ ہوئی، اس نے چمکیلے ٹکڑے سے اپنا رُخ پھیر لیا۔
- اسکے سینے میں حسرت آباد ہو گئی اس کی نوا اس کے گلے میں فریاد بن گئی۔
- شاخِ گل پر شبنم کا ایک قطرہ بلبل کے آنسو کی طرح چمک رہا تھا۔
- جس کی چمک آفتاب کی مرہونِ منت تھی۔ جو آفتاب کے خوف سے کانپ رہا تھا۔

کوکبِ دم خوے گردوں زادهٔ	یک دم از ذوقِ نمود استادهٔ
صد فریب از غنچه و گل خوردهٔ	بهرهٔ از زندگی نابردهٔ
شلِ اشکِ عاشقِ دلدادهٔ	زیبِ مژگانے چکید آمادهٔ
مرغ مضطر زیرِ شاخِ گل رسید	در دهانش قطرهٔ شبنم چکید
اے که می خواهی ز دشمن جاں بری	از تو پرسم قطرهٔ یا گوهری؟
چوں ز سوزِ تشنگی طائر گداخت	از حیاتِ دیگرے سرمایه ساخت
قطره سخت اندام و گوهر خو نبود	ریزهٔ الماس بود و او نبود
غافل از حفظ خودی یک دم مشو	ریزهٔ الماس شو، شبنم مشو
پخته فطرت صورتِ کهسار باش	حاملِ صد ابرِ دریا بار باش
خویش را دریاب از ایجابِ خویش	سیم شو از بستنِ سیمابِ خویش

نغمهٔ پیدا کن از تارِ خودی
آشکارا ساز اسرارِ خودی

- گویا وُہ آسمان کا ایک ایسا ستارہ تھا جو ہر دم حرکت میں رہتا ہے مگر ایک لمحے کے لیے اظہارِ وجود کے شوق میں ٹھہر گیا تھا۔
- اس قطرۂ شبنم نے کلیوں اور پھولوں سے سینکڑوں فریب کھائے تھے مگر وُہ زندگی سے کچھ پا نہ سکا تھا۔
- عاشقِ دلدادہ کے اس آنسو کی مانند جو ٹپکنے پر آمادہ پلکوں کی زینت بنا ہو۔
- بے قرار پرندہ پھُول کی شاخ کے نیچے پہنچا (اس نے قطرے کی طرف دیکھا) تو شبنم کا قطرہ اس کے مُنہ میں ٹپک پڑا۔
- اے وُہ شخص جو دُشمن سے جان بچانا چاہتا ہے۔ میں تجھ سے پُوچھتا ہوں کہ تو قطرۂ شبنم ہے یا الماس۔
- جب پیاس کی شدّت سے پرندہ مرنے کے قریب ہوا تو اس نے دُوسرے کی زندگی کو اپنا سرمایۂ حیات بنایا۔
- قطرۂ شبنم میں سختی نہ تھی اور نہ وُہ گوہر کی فطرت رکھتا تھا۔ البتہ الماس کے ٹکڑے میں یہ بات تھی۔
- تو اپنی خودی کی حفاظت سے ایک لمحہ کے لیے بھی غافل نہ ہو۔ الماس کا ٹکڑا بن شبنم کا ٹکڑا نہ بن۔
- کوہسار کی مانند پُختہ فطرت بن۔ تجھ میں کئی ایسے ابر پرورش پائیں جنکے برسنے سے دریا بھر جائیں۔
- اپنی خودی مُستحکم کر کے اپنا آپ پالے۔ اپنے سیماب کو بستہ کر کے چاندی بنالے۔
- خودی کے تار سے نغمہ پیدا کر۔ اور (اپنی ہمت آزمائیوں سے) خودی کے اسرار دُوسروں پر آشکارا کر۔

حکایتِ الماس و زغال

از حقیقت باز بکشایم درے / با تو می‌گویم حدیثِ دیگرے
گفت با الماس در معدن زغال / اے امینِ جلوہ ہائے لازوال
ہمدمیم و ہست و بودِ ما یکیست / در جہاں اصلِ وجودِ ما یکیست
من بکان میرم ز دردِ ناکسی / تو سرِ تاجِ شہنشاہاں رسی
قدرِ من از بدگلی کمتر ز خاک / از جمالِ تو دلِ آئینہ چاک
روشن از تاریکیٔ من مجمر است / پس کمالِ جوہرم خاکستر است
پشتِ پا ہر کس مرا بر سر زند / بر متاعِ ہستیم اخگر زند
بر سر و سامانِ من باید گریست / برگ و سازِ ہستیم دانی کہ چیست؟
موجۂ دودے بہم پیوستۂ / مایہ دارِ یک شرارِ جستۂ
مثلِ انجم روئے تو ہم خوئے تو / جلوہ ہا خیزد ز ہر پہلوئے تو
گاہ نورِ دیدۂ قیصر شوی / گاہ زیبِ دستۂ خنجر شوی
گفت الماس اے رفیقِ نکتہ بیں! / تیرہ خاک از پختگی گردد نگیں

الماس اور کوئلے کی حکایت

- میں ایک بار پھر حقیقت کا دروازہ کھولتا ہوں۔ تمہیں ایک اور کہانی سناتا ہوں۔
- کان میں کوئلے نے الماس سے کہا۔ تو لازوال جلوؤں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔
- ہم اکٹھے رہتے ہیں اور ہماری زندگی بھی ایک جیسی ہے۔ دُنیا میں ہمارے وجود کی اصل بھی ایک ہے۔
- میں کان کے اندر ہی بے کسی کے عالم میں مر جاتا ہوں۔ اور تو بادشاہوں کے تاج تک جا پہنچتا ہے۔
- بدصُورتی کے باعث میں خاک سے بھی کمتر ہوں۔ تیرے حسن سے آئینے کا دِل بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔
- میری تاریکی سے انگیٹھی روشن ہوتی ہے۔ میرے جوہر کا کمال (بس) راکھ ہے۔
- ہر شخص میرے سر پر پاؤں رکھتا ہے۔ ہر شخص میری متاعِ حیات کو چنگاری ڈال کر جلا دیتا ہے۔
- میری حالت ایسی ہے جس پر رویا جائے۔ کیا تو نے کبھی غور کیا کہ میرے وجود کی حقیقت کیا ہے۔
- میں دھوئیں کی ایک لہر ہوں جس کے اجزا آپس میں پیوستہ ہیں اور جس کا سرمایہ ایک اڑتی ہوئی چنگاری ہے۔
- تیرا چہرہ اور تیرے خصائل ستاروں جیسے ہیں۔ تیرے ہر پہلو سے جلوے اٹھتے ہیں۔
- کبھی تو بادشاہ کی آنکھ کا نُور بن جاتا ہے۔ اور کبھی خنجر کے دستے کی زیبائش۔
- الماس نے کہا اے نکتہ بیں ساتھی! (بات یہ ہے کہ) تاریک مٹی پختگی سے نگینہ بنتی ہے۔

تا بہ پیرامونِ خود در جنگ شد — پختہ از پیکار مثلِ سنگ شد

پیکرم از پختگی ذوالنور شد — سینہ ام از جلوہ ہا معمور شد

خوار گشتی از وجودِ خامِ خویش — سوختی از نرمیٔ اندامِ خویش

فارغ از خوف و غم و وسواس باش — پختہ مثلِ سنگ شو الماس باش

می شود از وے دو عالم مستنیر — ہر کہ باشد سخت کوش و سخت گیر

مشتِ خاکے اصلِ سنگ اسود است — کو سر از جیبِ حرم بیروں زد است

رتبہ اش از طور بالاتر شد است — بوسہ گاہِ اسود و احمر شد است

در صلابت آبروئے زندگی است

ناتوانی ناکسی ناپختگی است

- جب وُہ مٹی اپنے اردگرد سے متصادم ہوتی ہے. تو اس جنگ سے پتھر کی مانند پُختہ ہو جاتی ہے۔
- میرا وجود بھی پختگی سے ہی نورانی ہو گیا ہے۔ اور میرا سینہ جلووں سے معمُور ہو گیا ہے۔
- تو اپنے خام وجود کے باعث ذلیل و خوار ہوا ہے۔ اور اپنے بدن کی نرمی کے سبب جلتا ہے۔
- خوف و غم اور وساوس سے فارغ ہو جا۔ پتھر کی مانند پختہ ہو کر الماس بن جا (خوف، حزن اور وساوس انسان کو کمزور بناتے ہیں۔)
- جو کوئی سخت کوش اور سخت گیر ہوتا ہے اس سے دونوں جہان روشن ہو جاتے ہیں۔
- سنگِ اسود جس نے بیت اللہ شریف کی جیب سے باہر سر نکالا ہوا ہے، اس کی اصل بھی ایک مشتِ خاک ہے۔
- اس کا مرتبہ طور سے بھی بڑھ ہو گیا ہے۔ سب کالے گورے انسان اسے بوسہ دیتے ہیں۔
- زندگی کی آبرو پختگی اور محکمی سے ہے۔ کمزوری اور بے چارگی ناپختگی ہی کا نام ہے۔

حکایت شیخ و برہمن و مکالمۂ گنگا و ہمالہ

در معنیٔ ایں کہ تسلسل حیات ملیہ از محکم گرفتن روایات مخصوصہ ملیہ می باشد

در بنارس برہمنے محترم (۱)
فرو رو اندر یم بود و عدم

بہرہ وافر ز حکمت داشتے
با خدا جویاں ارادت داشتے

ذہن او گیرا و ندرت کوش بود
با ثریا عقل او ہمدوش بود

آشیانش صورت عنقا بلند
مہر و مہ بر شعلۂ فکرش سپند

مدتے مینائے او در خوں نشست
ساقی حکمت بجامش مے نہ بست

در ریاض علم و دانش دام چید
چشم دامش طائر معنی ندید

(۱) برہمند: مزید علیہ برہمن کا ہے ۱۲

شیخ و برہمن کی حکایت اور گنگا و ہمالہ کا مکالمہ اس مطلب کی وضاحت کے لیے کہ ملت کی زندگی کے تسلسل کا دار و مدار اپنی مخصوص روایات پر مضبوطی سے جمے رہنے میں ہے۔

- بنارس میں ایک معزز برہمن۔ ہستی و نیستی کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔
- اس کے پاس فلسفے کا خاصہ ذخیرہ تھا۔ اور وہ اللہ والوں سے بھی ارادت رکھتا تھا۔
- اس کا ذہن وسعت پذیر اور جدت طراز تھا۔ اس کی عقل رسا ثریا تک پہنچتی تھی۔
- اس کا آشیانہ عنقا کی مانند بلند تھا۔ اس کے شعلۂ فکر پر مہر و ماہ حرمل کی مانند جلتے اور تڑپتے تھے۔
- اس کی مینائی ذہن مدت تک خون میں ڈوبی رہتی مگر ساقیٔ حکمت نے اس کے جام میں شراب نہ ڈالی۔
- اس نے (مدت تک) علم و حکمت کے باغ میں دام بچھائے رکھا۔ مگر اس کے جال کے حلقے کی آنکھ نے کوئی طائر معنی نہ دیکھا۔

ناخنِ فکرش بخوں آلودہ ماند　　عقدۂ بود و عدم نکشودہ ماند

آہ بر لب شاھدِ حرمانِ او　　چہرہ غمّازِ دلِ حیرانِ او

رفت روزے نزدِ شیخِ کاملے　　آنکہ اندر سینہ پرورده دلے

گوش بر گفتارِ آں فرزانہ داد　　بر لبِ خود مُہرِ خاموشی نہاد

گفت شیخ اے طائفِ چرخِ بلند　　اندکے عہدِ وفا با خاک بند

تا شدی آوارۂ صحرا و دشت　　فکرِ بیباکِ تو از گردوں گذشت

با زمیں در ساز اے گردوں نورد　　در تلاشِ گوھرِ انجم مگرد

من نگویم از بتاں بیزار شو　　کافری؟ شائستۂ زنّار شو

اے امانت دارِ تہذیبِ کہن　　پشت پا بر مسلکِ آبا مزن

گر ز جمعیّت حیاتِ ملّت است　　کفر ھم سرمایۂ جمعیت است

تو کہ ھم در کافری کامل نۂ　　در خورِ طوفِ حریمِ دل نۂ

ماندہ ایم از جادۂ تسلیم دور　　تو ز آزر من ز ابراھیم دور

قیسِ ما سودائیِ محمل نشد　　در جنونِ عاشقی کامل نشد

مُرد چوں شمعِ خودی اندر وجود
از خیالِ آسمان پیما چہ سود

آب زد در دامنِ کہسار چنگ　　گفت روزے با ہمالہ رودِ گنگ

- اس کے فکر کا ناخن (اپنا ذہن کرید کرید کر) خون آلود ہوگیا مگر ہستی و نیستی کا عقدہ حل نہ ہوا۔
- اُس کے لبوں پر آہ رہتی جو اس کی مایوسی کی گواہی دے رہی تھی۔ اسکے دِل کی پریشانی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔
- ایک دن وُہ کسی صاحبِ دل شیخ کامل کی خدمت میں حاضر ہوا۔
- (وہاں پہنچ کر) اس نے اپنے لبوں پر مہرِ خاموشی لگالی۔ اور اس دانا شیخ کی باتیں غور سے سُننے لگا۔ (ع فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہئے)۔
- شیخ نے کہا کہ اے بلند آسمان کے طواف کرنے والے۔ خاک کے ساتھ بھی تھوڑا سا عہدِ وفا وابستہ کر۔
- چونکہ تو (خود) صحراؤں اور جنگلوں میں آوارہ گردی کرتا ہے اس لیے بے قید فکر بھی آسمان کی حدود پھلانگ گیا ہے۔
- اے آسمان پر پھرنے والے زمین کے ساتھ موافقت اختیار کر۔ ستاروں کے موتیوں کی تلاش میں نہ پھر۔
- میں یہ نہیں کہتا کہ بتوں سے بیزار ہو جا۔ چونکہ تو کافر ہے اس لیے اپنے آپکو زنار کے قابل تو بنا۔
- اے قدیم تہذیب کے امانت دار اپنے آباء و اجداد کے مسلک کو ٹھکرا نہ دے۔
- اگر قوم کی زندگی اتحاد سے ہے تو کُفر بھی اتحاد کی بُنیاد بن سکتا ہے۔
- تو جو اپنے کُفر میں بھی کامل نہیں ہے۔ تو اس قابل نہیں کہ حریمِ دل کا طواف کر سکے۔
- ہم دونوں تسلیم و رضا کے راستے سے دور پڑے ہوئے ہیں تو آزر سے دور ہے میں ابراہیمؑ سے دور ہوں۔ ؎ وفاداری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے۔ غالبؒ
- ہمارا قیس محمل (لیلی) کا سودائی نہ بن سکا۔ وُہ عاشقی کے جنون میں کامل نہ ہوا۔
- جب خودی کی شمع بدن کے اندر بجھ چکی ہو۔ تو افکار فلک پیما سے کیا حاصل۔
- دریائے گنگا نے دامن کوہ پر قبضہ جمایا۔ تو اس نے ایک روز ہمالہ سے کہا۔

اے زصبحِ آفرینش تیخ بدوش — پیکرت از رودہا زنار پوش
حق ترا با آسماں ہمراز ساخت — پات محروم خرامِ ناز ساخت
طاقتِ رفتار از پایت ربود — ایں وقار و رفعت و تمکیں چہ سود؟
زندگانی از خرامِ پیہم است — برگ و سازِ ہستیِ موج از رم است
کوہ چوں ایں طعنہ از دریا شنید — ہم چو بحرِ آتش از کیں بردمید
گفت اے پہناے تو آئینہ ام — چوں تو صد دریا درون سینہ ام
ایں خرامِ ناز سامانِ فناست — ہر کہ از خود رفت شایانِ فناست
از مقامِ خود نداری آگہی — بر زیانِ خویشتن نازی ابلہی!
اے ز بطنِ چرخ گرداں زادۂ (۱) — از تو بہتر ساحلِ افتادۂ
ہستیِ خود نذرِ قلزم ساختی — پیشِ رہزن نقدِ جاں انداختی
ہمچو گل در گلستاں خوددار شو — بہرِ نشرِ بو پئے گلچیں مرو (۲)
زندگی بر جاے خود بالیدن است — از خیابانِ خودی گل چیدن است
قرنہا بگذشت و من پا در گلم — تو گماں داری کہ دور از منزلم
ہستیم بالید تا گردوں رسید — زیرِ دامانم ثریا آرمید

(۱) ہنود کا عقیدہ ہے کہ رودِ گنگا کا سرچشمہ آسمان ہے۔ ۱۲

(۲) نشر: پھیلانا ۱۲

○ روزِ تخلیقِ کائنات سے تو برف پوش ہے کئی ندیاں زنار کی مانند تیرے بدن سے لپٹی ہوئی ہیں۔
○ اللہ تعالیٰ نے تجھے آسمانوں کی بلندی عطا فرمائی، مگر تیرے پاؤں کو خرامِ ناز سے محروم رکھا۔
○ جب تیرے پاؤں میں چلنے کی طاقت ہی نہ چھوڑی۔ تو اس وقار، بلندی اور تمکنت کا کیا فائدہ۔
○ زندگی مسلسل چلنے کا نام ہے، موج کے وجود کا ساز و سامان حرکت ہے۔
○ پہاڑ نے دریا سے جب یہ طعنہ سُنا تو وہ غصے کے مارے آگ کے سمندر کی طرح بھڑک اُٹھا۔
○ اس نے کہا کہ تیری وسعت آئینے کی مانند میری جلوہ گاہ ہے۔ تیرے جیسے سینکڑوں دریا میرے اندر موجود ہیں۔
○ تیرا یہ خرامِ ناز تیرے لیے فنا کا سامان ہے۔ جو کوئی بھی اپنے آپ کو چھوڑ دیتا ہے اسے موت آجاتی ہے۔
○ تو اپنے مقام سے آگاہ نہیں تو بیوقوف ہے جو اپنے نقصان پر فخر کرتی ہے۔
○ تو جو آسمان کے بطن سے پیدا ہوتی ہے۔ تجھ سے تو وہ ساحل بہتر ہے جو اپنی جگہ پر قائم ہے۔
○ تو نے اپنی ہستی سمندر کی نذر کر دی ہے اور اپنی جان کا سرمایہ خود ہی رہزن کو پیش کر دیا ہے۔
○ باغ میں پھول کی طرح خوددار رہ ۔ اپنی خوشبو پھیلانے کے لیے گلچیں کے پیچھے نہ بھاگ ۔ (نہیں یہ شانِ خودداری چمن سے توڑ کر تجھ کو، کوئی دستار میں رکھ لے کوئی زیبِ گلو کر لے)۔
○ زندگی یہ ہے کہ اپنی جگہ پر رہ کر نشوونما حاصل کی جائے، اور خودی کے خیابان سے پھول چنیں جائیں۔
○ صدیاں گزر گئیں اور میں ایک جگہ پاؤں جمائے کھڑا ہوں، تو سمجھتی ہے کہ میں منزل سے دور پڑا ہوں۔
○ میری ہستی نے اتنی نشوونما پائی ہے کہ میں آسمان تک پہنچ گیا۔ اور اب ثریا بھی میرے دامن کے نیچے آرام پا رہی ہے۔

هستیِ تو بے نشاں در قلزم است (۱) ذروهٔ من سجده گاهِ انجم است

چشمِ من بینائے اسرارِ فلک آشنا گوشم ز پروازِ ملک

تا ز سوزِ سعیِ پیہم سوختم لعل و الماس و گہر اندوختم

"در درونم سنگ و اندر سنگ نار (۲) آب را بر نارِ من نبود گذار"

قطرہ؟ خود را بپائے خود مریز در تلاطم کوش و با قلزم ستیز

آبِ گوہر خواہ و گوہر ریزہ شو بہرِ گوشِ شاہدے آویزہ شو

یا خود افزا شو ہسبک رفتار شو ابرِ برق انداز و دریا بار شو

از تو قلزم گدیۂ طوفاں کند شکوہ ہا از تنگیِ داماں کند

کمتر از موجے شمارد خویش را

پیشِ پائے تو گدازد خویش را

(۱) ذروہ: چوٹی

(۲) مولانا رومؒ بہ تغیرِ الفاظ ۱۲

- تیری ہستی سمندر میں جا کر بے نشاں ہو جاتی ہے اور میری چوٹی پر ستارے بھی سجدہ کرتے ہیں۔
- میری آنکھ آسمان کے راز دیکھتی ہے اور میرے کان فرشتوں کی پرواز سے آشنا ہیں۔
- چونکہ میں کوشش پیہم کے سوز سے جل رہا ہوں، اس لیے میں نے اپنے اندر لعل، الماس اور گوہر سمیٹ لیے ہیں۔
- میرے اندر پتھر ہیں اور پتھروں کے اندر آگ ہے میری آگ تک پانی کی رسائی نہیں۔
- اگر تو قطرہ ہے تو تو اپنے آپ کو اپنے پاؤں میں گرا۔ متلاطم ہو اور سمندر سے لڑ جا۔
- گوہر کی آب و تاب کا خواہاں ہو۔ اور گوہر کا ٹکڑا بن کر کسی محبوبہ کا آویزہ ہو جا۔
- یا بجلی گرانے والا اور دریا پر برسنے والا بادل بن کر خود افزا اور سبک رفتار ہو جا۔
- تاکہ سمندر بھی اپنی تنگیٔ داماں کا گلہ کرے اور تجھ سے طوفان کی بھیک مانگے۔
- سمندر اپنے آپ کو موج سے کمتر سمجھے اور خود کو تیرے پاؤں میں ڈال دے۔

دربیان ایں کہ مقصدِ حیاتِ مسلم اعلاے کلمۃ اللہ است و جہاد اگر محرکِ او جوع الارض[1] باشد

در مذہبِ اسلام حرام است

قلبِ او از صبغۃ اللہ رنگ دہ[2]	عشق را ناموس و نام و ننگ دہ
طبعِ مسلم از محبت قاہر است[3]	مسلم ار عاشق نباشد کافر است
تابعِ حق دیدنش نادیدنش	خوردنش نوشیدنش خوابیدنش
در رضایش مرضیِ حق گم شود	ایں سخن کے باورِ مردم شود
خیمہ در میدانِ اِلّا اللہ زدست	در جہاں شاہد علی الناس آمدست
شاہدِ حالش نبیِ انس و جاں	شاہدے صادق ترینِ شاہداں

(۱) جوع الارض : تسخیرِ ممالک ۱۲ (۲) صبغۃ اللہ تلمیح ہے آیۂ شریفہ و من احسن من اللہ صبغۃ کی طرف (۳) قاہر : غالب ۔

اس مطلب کی وضاحت کیلئے کہ مسلمان کی زندگی کا مقصد اعلاء کلمۃ اللہ ہے اور اگر جہاد کا محرک ملک فتح کرنا ہو تو ایسی جنگ

مذہب اسلام میں حرام ہے

- اپنے دِل کو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگ دے ۔ اور اس طرح اپنے عشق کو ننگ و ناموس و پہچان عطا کر۔
- مسلمان کی فطرت عشقِ الٰہی سے قہاری پیدا ہوتی ہے ۔ اگر مسلمان عاشق نہیں تو وہ کافر ہے۔

(اور وہ جو ایمان والے ہیں ان کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے بہت شدید ہے (۲ : ۱۶۵) ۔

- اس کا دیکھنا نہ دیکھنا ، کھانا ، پینا ، سونا سب اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہوتا ہے ۔
- پھر اللہ تعالیٰ کی رضا اس کی رضا میں گم ہو جاتی ہے ۔ لوگ اس بات کو کیسے باور کریں گے ۔

(مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ ، ۸ : ۱۷) ۔

- وہ الا اللہ کے میدان میں خیمہ زن ہے ۔ اور وہ دُنیا میں لوگوں پر شاہد (حق) ہے ۔
- اور اس کے حال کے شاہد جناب رسولؐ پاک ہیں ۔ جو سب شاہدوں سے صادق ترین ہو۔

قال را بگذار و بابِ حال زن — نورِ حق بر ظلمتِ اعمال زن
در قبائے خسروی درویش زی — دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
قربِ حق از ہر عمل مقصود دار — تا ز تو گردد جلالش آشکار
صلح شر گردد چو مقصود است غیر — گر خدا باشد غرض جنگ است خیر
گر نہ گردد حق ز تیغ ما بلند — جنگ باشد قوم را نا ارجمند
حضرتِ شیخ میاں میرؒ ولی — ہر خفی از نورِ جانِ او جلی
بر طریقِ مصطفیٰ محکم پئے — نغمۂ عشق و محبت را نئے
تربتش ایمانِ خاکِ شہرِ ما — مشعلِ نورِ ہدایت بہرِ ما
بر درِ او جبہ فرسا آسماں — از مریدانش شہِ ہندوستاں
شاہ تخمِ حرص در دل کاشتے — قصدِ تسخیرِ ممالک داشتے
از ہوس آتش بجاں افروختے — تیغ را ہَلْ مِنْ مَزِید آموختے
در دکن ہنگامہ ہا بسیار بود — لشکرش در عرصہ پیکار بود
رفت پیشِ شیخِ گردوں پایۂ — تا بگیرد از دعا سرمایۂ
مسلم از دنیا سوئے حق رم کند — از دعا تدبیر را محکم کند
شیخ از گفتارِ شہ خاموش ماند — بزمِ درویشاں سراپا گوش ماند
تا مریدے سکۂ سیمیں بدست — لب کشود و مہرِ خاموشی شکست

- قال کو چھوڑ اور حال (رُوحانی کیفیات) کا دروازہ کھٹکھٹا۔ اور اسطرح اعمال کی تاریکی پر اللہ تعالیٰ کا نور بھیج۔
- پھر تو پادشاہی کے لباس میں بھی درویش رہے گا۔ تیری آنکھ بیدار ہوگی اور تیری سوچ میں اللہ تعالیٰ کا رنگ ہوگا۔
- حق تعالیٰ کے قرب کو اپنے ہر عمل کا مقصود بنا۔ تاکہ تجھ سے اس کا جلال ظاہر ہو۔
- اگر مقصود غیر اللہ ہو تو صلح بھی شر بن جاتی ہے۔ اگر مقصود اللہ تعالیٰ ہو تو جنگ بھی خیر ہو جاتی ہے۔
- اگر ہماری تلوار سے کلمۂ حق بلند نہ ہو۔ تو ایسی جنگ ہماری قوم کیلئے نامبارک ثابت ہوتی ہے۔
- حضرت میاں میرؒ ولی جن کی جان کے نُور سے، رُوحانیت کا ہر راز عیاں ہے۔
- جو حضورِ اکرمؐ کے طریقے پر مضبوطی سے قائم تھے جن کی جان سے عشق و محبت کے نغمے پھوٹتے تھے۔
- ان کا مزار ہمارے شہر کی مٹی کے لیے ایمان کا درجہ رکھتا ہے۔ وُہ ہمارے لیے نورِ ہدایت کی مشعل ہیں۔
- آسمان بھی ان کے دروازے پر سر جھکاتا ہے۔ ہندوستان کا بادشاہ (شاہ جہاں) ان کے مریدوں میں سے تھا۔
- بادشاہ نے اپنے دل میں حرص کا بیج بویا۔ اور (دکن) کے بعض ممالک فتح کرنے کا ارادہ کیا۔
- ہوس نے اس کے اندر آگ لگا دی۔ اور اس نے اپنی تلوار کو "ہل من مزید" کا سبق پڑھایا (ہل من مزید کے لفظی معنی ہیں کہ کیا کچھ اور زیادہ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ دوزخ یہ کہے گی۔
- اسوقت دکن میں بڑا ہنگامہ بپا تھا۔ پادشاہ کا لشکر وہاں لڑائی میں مصروف تھا۔
- وُہ شیخ عالی مرتبہ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ ان سے دُعا کی درخواست کرے۔
- مُسلمان دنیا سے اللہ تعالیٰ کی طرف بھاگتا ہے۔ وُہ اپنی تدبیر کو دُعا سے محکم کرتا ہے۔
- حضرت میاں میر بادشاہ کی بات سن کر خاموش رہے اردگرد بیٹھے ہوئے درویش بھی سراپا انتظار تھے۔ (کہ بادشاہ کو کیا جواب ملتا ہے)
- یہانتک کہ ایک مرید چاندی کا سکہ ہاتھ میں لیے آگے بڑھا اور مہر خاموشی توڑ کر یوں گویا ہوا۔

گفت ایں نذرِ حقیر از من پذیر
اے ز حق آوارگاں را دستگیر

غوطه ها زد در خوئے محنت تنم (۱)
تا گره زد درہمے را دامنم

گفت شیخ ایں زرِ حق سلطانِ ماست
آنکه در پیراہنِ شاہی گداست

حکمرانِ مہر و ماہ و انجم است
شاہِ ما مفلس ترین مردم است

دیده بر خوانِ اجانب دوخت است
آتشِ جوعش جہانے سوخت است

قحط و طاعون تابعِ شمشیرِ او
عالمے ویرانہ از تعمیرِ او

خلق در فریاد از ناداریش
از تہی دستی ضعیف آزاریش

سطوتش اہلِ جہاں را دشمن است
نوعِ انساں کارواں او رہزن است

از خیالِ خود فریب و فکرِ خام
می کند تاراج را تسخیر نام

عسکرِ شاہی و افواجِ غنیم (۲)
ہر دو از شمشیرِ جوعِ او دو نیم

آتشِ جانِ گدا جوعِ گدا است
جوعِ سلطاں ملک و ملت را فناست

ہر کہ خنجر بہرِ غیر اللہ کشید
تیغِ او در سینۂ او آرمید

(۱) خوے (تلفظ خَے) پسینہ ۱۲
(۲) جوع : بھوک ۱۲

- اس نے کہا کہ اے شیخ آپ حق کے متلاشیوں کی دستگیری فرماتے ہیں، مجھ سے یہ حقیر نذرانہ قبول فرمائیے۔
- میرے بدن نے محنت کے پسینے میں کئی غوطے لگائے۔ تب کہیں جاکر میں نے یہ درہم اپنے دامن کے پلو میں باندھا (یہ درہم میرے گاڑھے پسینے کی کمائی ہے)۔
- شیخ نے کہا۔ اس سکے پر ہمارے سلطان کا حق ہے۔ وہ پادشاہی کے لباس میں گدا ہے۔
- اگرچہ وہ چاند سورج اور ستاروں پر حکمران ہے مگر وہ سب سے زیادہ مفلس ہے۔
- اس نے غیروں کے دسترخوان پر اپنی نظریں جما رکھی ہیں۔ اسکی جوع الارض کی آگ نے ایک جہان کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔
- قحط اور طاعون اس کی تلوار کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں۔ اس کی تعمیر نے ایک جہان کو ویران کر دیا ہے۔
- لوگ اس کی ناداری اس کی تہی دستی اور اس کے کمزوروں کو دکھ دینے سے نالاں ہیں۔
- اس کی شان و شوکت، عوام کی دشمن ہے۔ نوع انسان کارواں ہے اور وہ رہزن۔
- وہ اپنی خود فریبی اور کم فہمی کی وجہ سے۔ لوٹ مار کو فتح کہتا ہے۔
- شاہی لشکر اور دشمنوں کی فوجیں۔ اس کی حرص کی تلوار سے دو ٹکڑے ہیں۔
- فقیر کی بھوک صرف اس کی جان کے لیے آگ بنتی ہے بادشاہ کی بھوک ملک و ملت کو فنا کر دیتی ہے۔
- جس نے بھی غیر اللہ کے لیے تلوار برہنہ کی اس کی شمشیر اسی کے سینہ میں پیوست ہوئی۔

اندرز[1] میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی
کہ برائے مسلمانانِ ہندوستان رقم فرمودہ است

اے کہ مثلِ گُل ز گِل بالیدۂ ۔۔۔ تو ہم از بطنِ خودی زائیدۂ
از خودی مگذر بقا انجام باش ۔۔۔ قطرۂ می باش و بحر آشام باش
تو کہ از نورِ خودی تابندۂ ۔۔۔ گر خودی محکم کنی پایندۂ
سود در جیبِ ہمیں سوداستے ۔۔۔ خواجگی از حفظِ ایں کالاستے
ہستی و از نیستی ترسیدۂ ۔۔۔ اے سرت گردم غلط فہمیدۂ
چوں خبر دارم ز سازِ زندگی ۔۔۔ با تو گویم چیست رازِ زندگی
غوطہ در خود صورتِ گوہر زدن ۔۔۔ پس ز خلوت گاہِ خود سر بر زدن
زیرِ خاکستر شرار اندوختن ۔۔۔ شعلہ گردیدن نظرہا سوختن
خانہ سوزِ محنتِ چل سالہ شو ۔۔۔ طوفِ خود کن شعلۂ جوالہ شو

(۱) اندرز : نصیحت ۱۲

میر نجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کی نصیحت جو انہوں نے مسلمانانِ ہند کیلئے رقم فرمائی ہے

- اے وہ شخص جو تو پھول کی مانند مٹی سے نکلا اور بڑھا ہے در حقیقت تو بھی خودی کے بطن سے پیدا ہوا ہے۔
- خودی کو نہ چھوڑ بقائے دوام پالے۔ بے شک تو قطرہ ہی ہے لیکن ایسا قطرہ بن جو اپنے اندر سمندر کو سمالے۔
- تیری چمک نور خودی سے ہے۔ تو اگر اپنی خودی کو محکم بنالے گا تو پائیدار ہو جائے گا
- اسی سودے کی جیب میں نفع ہے۔ اور اسی سامان کی حفاظت سے آقائی ملتی ہے۔
- تو موجود ہے لیکن فنا سے ڈرتا ہے میں تیرے قربان جاؤں تو نے (زندگی کو) غلط سمجھا ہے۔
- چونکہ میں رہ و رسم زندگی سے آگاہ ہوں۔ اس لیے تجھے بتاتا ہوں کہ زندگی کا راز کیا ہے۔
- (زندگی کا راز یہ ہے کہ) پہلے موتی کی مانند اپنے اندر غوطہ زن ہو پھر اپنی خلوت گاہ سے سر باہر نکال (اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی)۔
- پہلے راکھ کے نیچے اپنے شراروں کو جمع کر اور پھر شعلہ بن کر نظروں کو خیرہ کر دے۔
- چالیس سالہ (طویل) ریاضت کا گھر جلانے والا بن یعنی لمبی محنت چھوڑ اور اپنا طواف کر کے شعلہ جوالہ بن جا۔

زندگی از طوفِ دیگر رَستن است ‌‌ ‌ خویش را بیت الحرم دانستن است

پر بزن و از جذبِ خاک آزاد باش ‌ ‌ ‌ ‌ ہمچو طائر ایمن از افتاد باش

تو اگر طائر نہ اے ہوشمند ‌ ‌ ‌ ‌ بر سرِ غارے آشیانِ خود مبند

اے کہ باشی در پئے کسبِ علوم ‌ ‌ ‌ ‌ با تو میگویم پیامِ پیرِ روم

"علم را بر تن زنی مارے بود ‌ ‌ ‌ ‌ علم را بر دل زنی یارے بود"

آگہی از قصۂ آخوندِ روم ‌ ‌ ‌ ‌ آنکہ داد اندر حلب (۱) درسِ علوم

پائے در زنجیرِ توجیہاتِ عقل ‌ ‌ ‌ ‌ کشتیش طوفانیِ ظلماتِ عقل

موسیٰ بیگانۂ سینائے عشق ‌ ‌ ‌ ‌ بے خبر از عشق و از سودائے عشق

از تشکک گفت و از اشراق (۲) گفت ‌ ‌ ‌ ‌ وز حکم صد گوہرِ تابندہ سفت

عقدہائے قولِ مشائیں (۳) کشود ‌ ‌ ‌ ‌ نورِ فکرش ہر خفی را وانمود

گرد و پیشش بود انبارِ کتب ‌ ‌ ‌ ‌ بر لبِ او شرحِ اسرارِ کتب

(۱) حلب ملک شام میں ایک مشہور شہر کا نام ۱۲

(۲) تشکک و اشراق قدیم فلسفۂ یونان کے دو اسکول۔ مؤخر الذکر افلاطون کے فلسفے کا نتیجہ ہے مسلمانوں میں اس کے جامع اور مرتب شیخ شہاب الدین سہروردی مقتول تھے جن کو سلطان صلاح الدینؒ نے علمائے وقت کے فتوے پر قتل کروا دیا تھا۔

(۳) مشائین : حکما کا وہ گروہ جو ارسطو کا متبع ہے ۱۲

- زندگی، دُوسروں کا طواف کرنے سے نجات پانے اور اپنے آپ کو بیت الحرام (کعبۃ اللہ) سمجھنے کا نام ہے۔
  (اپنی شخصیت کو اتنا پختہ کر لینا کہ دُوسرے تمہارا طواف کریں)
- پر کھول اور زمین کی کشش سے آزاد ہو جا۔ پرندے کی مانند (بلندی پر اُڑ) اور گرنے کا خیال اپنے دِل سے نکال دے۔
- اے سمجھدار شخص! اگر تو پرندہ نہیں (اُڑ نہیں سکتا) پھر بھی غار کے منہ پر آشیانہ نہ بنا۔ (ورنہ اس کے اندر گر جائے گا)۔
- تُو جو علم حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے۔ میں تجھے پیر رومیؒ کا پیغام سناتا ہوں۔
- اگر تُو علم سے دنیوی منافع حاصل کرنے کی خواہش رکھے گا، تو وُہ تیرے لیے سانپ ثابت ہو گا۔ لیکن اگر تُو علم سے دِل کی دولت حاصل کرے گا، تو وُہ تیرا دوست ثابت ہو گا۔
- کیا تو اُستاد رُومیؒ کا واقعہ جانتا ہے۔ وُہ، جو شام کے شہر حلب میں پڑھایا کرتے تھے۔
- ان کے پاؤں میں عقلی دلائل کی زنجیر پڑی ہوئی تھی۔ ان کی کشتی (دِل) عقل کے اندھیروں میں تھپیڑے کھا رہی تھی۔
- وُہ مُوسیٰؑ تھے، مگر (عشق کے) طورِ سینا سے بے خبر۔ نہ انہیں عشق کی خبر تھی، نہ سودائے عشق کی۔
- وُہ "تشکک اور اشراق" کی باتیں کرتے ہوئے فلسفے کے چمکدار موتی پرو تے۔
- وُہ "مشائین" کے اقوال کی گتھیاں سلجھاتے۔ ان کے فکر کی روشنی ہر پوشیدہ نکتہ کو واضح کر دیتی۔
- ان کے اردگرد کتابوں کا انبار لگا رہتا۔ ان کی زبان کتابوں کے اسرار کی وضاحت میں مصروف رہتی۔

پیرِ تبریزی ز ارشادِ کمال (۱)	جُست راہِ مکتبِ مُلّا جلال
گفت ایں غوغا و قیل و قال چیست	ایں قیاس و وہم و استدلال چیست
مولوی فرمود ناداں لب ببند	بر مقالاتِ خردمنداں مخند
پائے خویش از مکتبم بیروں گذار	قیل و قال است ایں ترا با وے چہ کار
قالِ ما از فہمِ تو بالاتر است	شیشۂ ادراک را روشنگر است
سوزِ شمس از گفتۂ مُلّا فزود	آتشے از جانِ تبریزی کشود
بر زمیں برقِ نگاہِ او فتاد	خاک از سوزِ دمِ او شعلہ زاد
آتشِ دل خرمنِ ادراک سوخت	دفترِ آں فلسفی را پاک سوخت
مولوی بیگانہ از اعجازِ عشق	ناشناسِ نغمہائے سازِ عشق
گفت ایں آتش چساں افروختی	دفترِ اربابِ حکمت سوختی
گفت شیخ اے مُسلمِ زنار دار	ذوق و حال است ایں ترا با وے چہ کار
حالِ ما از فکرِ تو بالاتر است	شعلۂ ما کیمیائے احمر است
ساختی از برفِ حکمت ساز و برگ	(۲) از سحابِ فکرِ تو بارد تگرگ
آتشے افروز از خاشاکِ خویش	شعلۂ تعمیر کن از خاکِ خویش
علمِ مسلم کامل از سوزِ دل است	معنیٔ اسلام ترکِ آفل است

(۱) کمال : حضرت شیخ کمال الدین جنیدی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲ (۲) تگرگ : اولہ

- شیخ کمالؒ جنیدی کے ارشاد پر شمسؒ تبریزی رومیؒ کے مکتب کی طرف روانہ ہوئے۔
- اور وہاں جاکر مولانا سے کہا، یہ شور و غوغا و قیل و قال و قیاس و وہم و استدلال کیا ہے۔
- رومیؒ نے کہا بیوقوف زبان بند رکھ، فلسفیوں کے مقالات کا مذاق نہ اڑا۔
- میرے مکتب سے باہر نکل جا۔ یہ (فلسفیوں کے) مقالات ہیں تیرا ان سے کیا تعلق۔
- ہماری گفتگو تیری سمجھ سے بالا ہے۔ اس گفتگو سے ذہن کا شیشہ روشن ہوتا ہے۔
- رومیؒ کی گفتگو نے شمس کے سوز میں اضافہ کیا اور ان کے اندر کی آگ بھڑک اٹھی۔
- ان کی برق نگاہ رومی (کے دِل) کی زمین پر گری۔ اور اس کے سوز سے رومیؒ کی خاک کے اندر سے۔
- تبریزؒ کے دِل کی آگ نے ادراک کا خرمن بھسم کر دیا شُعلہ پیدا ہوا اور اس فلسفی (رُومی) کے دفتر کو جلا کر راکھ کر دیا۔
- مولوی (جو اس وقت) اعجازِ عشق سے بے خبر تھا۔ اور ساز عشق کے نغموں کو نہیں پہچانتا تھا۔
- اس نے کہا، تو نے یہ آگ کیسے جلائی جس نے اہلِ فلسفہ کا دفتر راکھ کر دیا۔
- شیخ نے کہا، اے مسلم زنار دار یہ ذوق و حال ہے تیرا اس سے کیا کام۔
- ہماری کیفیت تیری سمجھ سے بالاتر ہے (ہمارے عشق کا) شعلہ کیمیائے احمر ہے۔ جو تانبے کو سونا بنا دیتی ہے۔
- تو نے فلسفہ کی برف کو اپنا سرمایہ بنا رکھا ہے تیرے فکر کے بادل سے صرف اولے ہی برستے ہیں۔
- اپنے خس و خاشاک سے آگ روشن کر، اپنی مٹی کو شُعلہ بنا۔
- مُسلمان کا علم سوزِ دل سے کامل ہوتا ہے۔ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ غرُوب ہونے والی چیز کو چھوڑ دیا جائے۔

چوں ز بندِ آفل ابراہیم ست (۱)
در میانِ شعلہ ہا نیکو نشست

علمِ حق را در قفا انداختی (۲) بہرِ نانے نقدِ دیں در باختی
گرم رو در جستجوے سرمہٴ واقف از چشمِ سیاہِ خود نہٴ
آبِ حیواں از دمِ خنجر طلب ق از دہانِ اژدہا کوثر طلب
سنگِ اسود از درِ بتخانہ خواہ نافہٴ مشک از سگِ دیوانہ خواہ
سوزِ عشق از دانشِ حاضر مجوے کیفِ حق از جامِ ایں کافر مجوے
مدتے محوِ تگ و دو بودہ ام رازدانِ دانشِ نو بودہ ام
باغباناں امتحانم کردہ اند محرمِ ایں گلستانم کردہ اند
گلستانے لالہ زارِ عبرتے چوں گلِ کاغذ سرابِ نکہتے
تا ز بندِ ایں گلستاں رستہ ام آشیاں بر شاخِ طوبےٰ بستہ ام
دانشِ حاضر حجابِ اکبر است (۳) بت پرست و بت فروش و بتگر است
پا بزندانِ مظاہر بستہٴ از حدودِ حس برون ناجستہٴ

(۱) آفل : غروب ہونے والا ، زوال پذیر ، تلمیح آیہ شریفہ

(۲) در قفا انداختن : بے پروائی کرنا ۱۲

(۳) دانشِ حاضر : موجودہ زمانے کے علوم و فنون ۱۲

○ جب ابراہیمؑ نے غروب ہونے والوں کی قید سے آزادی پائی تو پھر آگ کے شعلوں میں بیٹھ کر بھی محفوظ رہے۔

(یہاں سے اقبالؒ دورِ حاضر کے مسلمان سے خطاب فرماتے ہیں)

○ تُو نے حقیقی علم کو پس پشت ڈال دیا۔ ایک روٹی کے عوض دولتِ دین گنوادی۔

○ تجھے اپنی چشمِ سیاہ کی خبر نہیں اس لیے سُرمے کی جستجو میں سرگرم ہے۔

○ خنجر کی دھار سے آبِ حیات کا خواہاں ہو۔ اژدہا کے منہ سے آبِ کوثر طلب کر۔

○ بُت خانے کے دروازے پہ حجرِ اسود تلاش کر۔ باؤلے کتے کے (منہ کی جھاگ) میں مشک نافہ ڈھونڈ لے۔

○ مگر دانشِ حاضر سے سوزِ عشق کی توقع نہ رکھ۔ اس کافر کے جام میں شرابِ حقانی کی کیفیت تلاش نہ کر۔

○ میں ایک مدت تک سعی و کوشش میں لگا رہا۔ دورِ جدید کے علوم کا رازدان ہوا۔

○ پروفیسروں نے میرے امتحان لے کر مجھے اس گلستان کا محرم بنایا۔

○ مگر میں نے اس گلستان (علومِ مغرب) کو عبرت کا لالہ زار پایا یہ کاغذی پھول کی خوشبو کا سراب ہے یعنی خوشبو سے خالی ہے۔

○ بنا بریں میں نے اس گلستان کے بندھن سے اپنے آپ کو چھڑایا ہے اور شاخِ طوبیٰ پر اپنا آشیانہ بنایا ہے۔

○ جدید علوم حجابِ اکبر ہیں۔ یہ غلط نظریات کے بت بنا کر انہیں پوجتے اور فروخت کرتے ہیں۔

○ انہوں نے مظاہرِ فطرت کے قید خانے میں اپنے آپ کو قید کر رکھا ہے۔ یہ حواسِ ظاہری کی حدود سے باہر نہیں نکلتے۔

در صراطِ زندگی از پا فتاد
بر گلوے خویشتن خنجر نہاد

آتشے دارد مثالِ لالہ سرد
شعلہ دارد مثالِ ژالہ سرد

فطرتش از سوزِ عشق آزاد ماند
در جہانِ جستجو ناشاد ماند

عشق افلاطونِ علّتہاے عقل
بہ شود از نشترش سوداے عقل

جملہ عالم ساجد و مسجود عشق
سومناتِ عقل را محمود عشق

ایں مَے دیرینہ در مینایش نیست
شورِ یاربّ، قسمتِ شبہایش نیست

قیمتِ شمشادِ خود نشناختی
سروِ دیگر را بلند انداختی

مثلِ نَے خود را ز خود کردی تہی
بر نواے دیگراں دل می نہی

اے گداے ریزہ از خوانِ غیر
جنسِ خود می جوئی از دکانِ غیر

بزمِ مسلم از چراغِ غیر سوخت
مسجد او از شرارِ دیر سوخت

از سوادِ کعبہ چوں آہو رمید
ناوکِ صیّاد پہلویش درید

شد پریشاں برگِ گل چوں بوے خویش
اے ز خود رم کردہ باز آ سوے خویش

اے امینِ حکمتِ اُمّ الکتاب
وحدتِ گم گشتہ خود باز یاب

ما کہ دربانِ حصارِ ملّتیم
کافر از ترکِ شعارِ ملّتیم

ساقیِ دیرینہ را ساغر شکست
بزمِ رندانِ حجازی بر شکست

○ دانش حاضر زندگی کی راہ میں عاجز آکر گری پڑی ہے۔ اس نے خُود ہی اپنی گردن پر خنجر رکھا ہوا ہے۔ ؎ (تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی)۔

○ اس کی آگ گلِ لالہ کی مانند اور اس کا شُعلہ ژالہ کی مانند سرد ہے۔

○ اس کی فطرت سوزِ عشق سے تہی دامن ہے اس لیے یہ جہانِ جُستجو میں نامراد ہے۔

○ عقل کی بیماریوں کا معالج صرف عشق ہے۔ عقل کا جنون عشق کے نشتر ہی سے شفا پاتا ہے۔

○ ساری دُنیا عشق کے سامنے سربسجُود ہے عشق ہی عقل کے سومنات کو بتوں سے پاک کرتا ہے۔

○ مگر دانشِ حاضر کے مینا میں عشق کی شراب نہیں ہے۔ "یارب" کہہ کر نالہ و فریاد کرنا اس کی راتوں میں نہیں۔

○ تُو نے اپنے شمشاد (اسلامی تعلیمات) کی قیمت نہ پہچانی۔ دُوسروں کے سرو (مغربی تعلیمات) کو بلند درجہ دیا۔

○ بانسری کی مانند تُو نے اپنے آپ کو اپنے آپ سے خالی کر دیا اور دُوسروں کی آواز سے دِل لگایا۔

○ اے غیروں کے دسترخوان کے ریزے کے گدا! اپنا سامان دُوسروں کی دکان سے خریدتا ہے (اشارہ اس طرف ہے کہ مغربی عُلماء نے ہمارے ہی علوم سے فیض حاصل کیا)۔

○ مُسلمان کی مجلس غیر کے چراغ سے جل گئی۔ گویا مسجد کو دیر کے شرار نے جلا دیا۔

○ جب آہو طوافِ کعبہ سے بھاگا۔ تو صیاد کے تیر نے اس کا پہلو پھاڑ دیا۔

○ پھُول کی پتی اپنی خوشبو کی طرح خود بھی منتشر ہو گئی۔ اے اپنے آپ سے بھاگنے والے اپنی طرف واپس آ۔

○ قُرآنِ پاک کی حکمت کے امانت دار۔ اپنی گُم شدہ وحدت کو دوبارہ پانے کی کوشش کر۔

○ ہم جو ملت کے قلعہ کے دربان ہیں۔ ہم نے ملّت کا شعار ترک کر کے کافری اختیار کر لی ہے۔

○ پرانے ساقی کا پیالہ ٹوٹ گیا۔ رندانِ حجازی کی بزم درہم برہم ہو گئی۔

کعبہ آباد است از اصنامِ ما | خندہ زن کفر است بر اسلامِ ما
شیخ در عشقِ بتاں اسلام باخت | رشتۂ تسبیح از زنار ساخت
پیرہا پیر از بیاضِ مو شدند | سخندہ بہرِ کودکانِ کو شدند (۱)
دل ز نقشِ لا الٰہ بیگانۂ | از صنم ہائے ہوس بتخانۂ
می شود ہر مو درازے خرقہ پوش | آہ ازیں سوداگرانِ دیں فروش
با مریداں روز و شب اندر سفر | از ضرورت ہائے ملّت بےخبر
دیدہ ہا بے نور مثلِ نرگس اند | سینہ ہا از دولتِ دل مفلس اند
واعظاں ہم صوفیاں منصب پرست | اعتبارِ ملّتِ بیضا شکست
واعظِ ما چشم بر بتخانہ دوخت | مفتیٔ دینِ مبیں فتوےٰ فروخت

چیست یاراں بعد ازیں تدبیرِ ما
رُخ سوئے میخانہ دارد پیرِ ما

(۱) سخندہ : ہنسی، مذاق ۱۲

○ (اب) کعبہ کی آبادی ہمارے بتوں سے ہے (آج) کفر ہمارے اسلام پر خندہ زن ہے.
○ شیخ نے بتوں کے عشق میں اسلام ہار دیا. اس نے زنار کو اپنی تسبیح کا دھاگہ بنالیا.
○ (اب) بزرگ صرف اپنے سفید بالوں کی وجہ سے بزرگ ہیں، ورنہ ان کے کام ایسے ہیں کہ گلی کے بچے بھی ان پر ہنستے ہیں.
○ دِل لاالہ کے نقش سے خالی ہے، اور ہوس کے بتوں کے باعث بتخانہ بنا ہوا ہے.
○ ہر مو دراز، خرقہ پوش (رُوحانی بزرگ) بنا ہوا ہے. افسوس ہے ان دین فروش سوداگروں پر.
○ (آجکل کے) پیر مریدوں کے ساتھ سفر میں رہتے ہیں. وُہ ملّت کی حالات و ضرُوریات سے بالکل بے خبر ہیں.
○ ان کی آنکھیں نرگس کی مانند بے نُور ہیں، اور ان کے سینے دِل کی دولت نہ ہونیکی وجہ سے دِل کی دولت سے خالی ہیں.
○ کیا واعظ اور کیا صُوفی سب جاہ پرست ہیں. ملّت بیضا کا وقار ختم ہو چکا ہے.
○ ہمارے واعظ کی آنکھ بُت خانے پر لگی ہوئی ہے. اور ہمارے مفتیانِ دینِ مبیں فتوے فروخت کر رہے ہیں.
○ دوستو! اب ہمارے لیے کیا چارۂ کار باقی رہ گیا ہے. جب ہمارے پیر نے میخانے کا رُخ اختیار کر لیا ہے.

الوقتُ سیفٌ

سبز بادا خاکِ پاکِ شافعیؒ | عالمے سرخوش ز تاکِ شافعیؒ
فکرِ او کوکب ز گردوں چیدہ است (۱) | سیفِ برّاں وقت را نامیدہ است
من چہ گویم سرِّ ایں شمشیر چیست | آبِ او سرمایہ دار از زندگیست
صاحبش بالاتر از امید و بیم | دستِ او بیضا تر از دستِ کلیم
سنگ از یک ضربتِ او تر شود | بحر از محرومیٔ نم بر شود
در کفِ موسیٰ ہمیں شمشیر بود | کارِ او بالاتر از تدبیر بود
سینۂ دریائے احمر چاک کرد | قلزمے را خشک مثلِ خاک کرد
پنجۂ حیدرؓ کہ خیبر گیر بود | قوّتِ او از ہمیں شمشیر بود
گردشِ گردونِ گرداں دیدنی است | انقلابِ روز و شب فہمیدنی است
اے اسیرِ دوش و فردا در نگر | در دلِ خود عالمِ دیگر نگر
در گِلِ خود تخمِ ظلمت کاشتی | وقت را مثلِ خطے پنداشتی
باز با پیمانۂ لیل و نہار | فکرِ تو پیمود طولِ روزگار

(۱) الوقتُ سیفٌ : مقولہ ہے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۲

وقت تلوار ہے

○ خدا شافعیؒ کی قبر کو سرسبز رکھے۔ ان کی شرابِ علم سے ایک دُنیا فیضیاب ہے۔
○ ان کے فکر نے آسمان سے ستارے توڑے ہیں۔ انہوں نے وقت کو سیفِ براں (کاٹنے والی تلوار) کہا ہے۔
○ میں کیا کہوں کہ اس تلوار کا راز کیا ہے۔ اس کی آب زندگی کا سرمایہ رکھتی ہے۔
○ اس تلوار کا مالک اُمید و خوف سے بالاتر ہے۔ اس کا ہاتھ موسیٰؑ کے ہاتھ سے زیادہ سفید ہے۔
○ اس کی ایک ضرب سے پتھر پانی ہو جاتے ہیں اور سمندر پانی سے محروم ہو کر خشکی بن جاتا ہے۔
○ موسیٰؑ کے ہاتھ میں یہی تلوار تھی۔ اس لیے انہیں اپنے کام کے لیے تدبیر کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔
○ چنانچہ اُنہوں نے بحیرہ قلزم کا سینہ چاک کر دیا۔ اور سمندر کو مٹی کی مانند خشک بنا دیا۔
○ سیدنا علیؓ کا پنجہ جس نے خیبر فتح کیا۔ اسکی قوت بھی اسی شمشیر سے تھی۔
○ آسمان گرداں کی گردش دیکھنے کے قابل ہے۔ روز و شب کا انقلاب بھی سمجھنے کے قابل ہے۔
○ مگر اے دوش و فردا کے اسیر اپنے دِل کے اندر دیکھ وہاں ایک اور جہان موجود ہے۔
○ تُو نے وقت کو (ان گنت نقطوں سے بنا ہوا) خط سمجھ کر اپنی مٹی کے اندر تاریکی کا بیج بویا ہے۔
○ پھر تیرے فکر نے زمانے کی طوالت کو رات اور دن کے پیمانے سے ناپا ہے۔

ساختی این رشتہ را زنارِ دوش | گشتۂ مثلِ بتاں باطل فروش
کیمیا بودی و مشتِ گل شدی | سرِ حق زائیدی و باطل شدی
مسلمی؟ آزادِ این زنار باش | شمعِ بزمِ ملتِ احرار باش
تو کہ از اصلِ زماں آگہ نۂ | از حیاتِ جاوداں آگہ نۂ
تا کجا در روز و شب باشی اسیر | رمزِ وقت از لِی مَعَ اللہ یادگیر (۱)
این و آں پیداست از رفتارِ وقت | زندگی سریست از اسرارِ وقت
اصلِ وقت از گردشِ خورشید نیست | وقت جاوید است و خور جاوید نیست
عیش و غم عاشور و ہم عید است وقت | سرِ تابِ ماہ و خورشید است وقت
وقت را مثلِ مکاں گستردۂ | امتیازِ دوش و فردا کردۂ
اے چو بو رم کردہ از بستانِ خویش | ساختی از دستِ خود زندانِ خویش
وقتِ ما کو اول و آخر ندید | از خیابانِ ضمیرِ ما دمید
زندہ از عرفانِ اصلش زندہ تر | ہستیِ او از سحر تابندہ تر

زندگی از دہر و دہر از زندگی است
لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ فرمانِ نبی است (۲)

نکتۂ می گویمت روشن چو دُر | تا شناسی امتیازِ عبد و حُر

(۱) لِی مَعَ اللہ وقت. حدیثِ مشہور ۱۲ (۲) لَا تَسُبُّوا الدَّهْرَ وقت کو بُرا مت کہو

- تُو نے رات اور دن کے دھاگے کو زنار دوش بنالیا ہے اور بتوں کی مانند باطل فروش بن گیا ہے۔
- تُو کیمیا تھا مگر مٹھی بھر خاک ہو گیا۔ تو سرِ حق پیدا ہوا تھا مگر باطل بن گیا تھا (سرِ حق سے اللہ تعالیٰ کی رُوح میں سے پھونکی ہوئی رُوح کی طرف اشارہ ہے)۔
- تو مسلم ہے اس زنار سے آزاد ہو۔ ملت احرار کی بزم کی شمع بن۔
- تو وقت کی اصلیت سے آگاہ نہیں۔ اس لیے تجھے حیات جاوداں کی آگہی بھی حاصل نہیں۔
- تو کب تک روز و شب کا غلام رہے گا تو وقت کے راز کو حضور اکرمؐ کے اس ارشاد سے (کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسا وقت میسر ہے جو کسی نبی مرسل یا فرشتۂ مقرب کو حاصل نہیں) سمجھنے کی کوشش کر۔
- واقعات وقت کی رفتار سے پیدا ہوتے ہیں۔ زندگی وقت کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔
- وقت کی حقیقت سُورج کی گردش سے وابستہ نہیں۔ وقت ہمیشہ رہنے والا ہے اور سُورج ہمیشہ رہنے والا نہیں۔
- وقت ہی عیش و غم ہے وقت ہی عاشورہ اور عید ہے۔ وقت ہی سُورج اور چاند کی روشنی کا راز ہے۔
- تو نے زمان کو مکاں کی طرح بچھا دیا ہے۔ اور ماضی و مستقبل کا امتیاز پیدا کر لیا ہے۔
- تو نے خوشبو کی طرح اپنے باغ سے کنارہ کشی اختیار کر کے اپنے ہاتھوں اپنا قید خانہ تعمیر کر لیا ہے۔ (اللہ تعالیٰ کی معیت سے چھوڑ کر وقت کا غلام بن گیا ہے۔)
- ہمارا وقت جس کی نہ ابتدا ہے اور نہ انتہا۔ وُہ ہمارے ضمیر کے خیابان سے پھُوٹتا ہے۔
- ہر زندہ اپنے اصل کی پہچان سے زندہ تر ہو جاتا ہے اور اس کی ہستی صبح کی مانند تابناک بن جاتی ہے۔
- زندگی زماں سے ہے اور زماں زندگی سے ہے حضورؐ کا فرمان ہے کہ زمانے کو بُرا نہ کہو۔
- میں تمہیں ایک ایسا نکتہ بتاتا ہوں جو موتی کی طرح چمکدار ہے تاکہ تجھے وقت کا غلام اور وقت کی حدود و قیود سے آزاد کے درمیان فرق معلوم ہو جائے۔

عبد گردد یاوہ در لیل و نہار — در دلِ حُر یاوہ گردد روزگار

عبد از ایام می بافد کفن — روز و شب را می تند بر خویشتن

مردِ حُر خود را ز گل بر می کند — خویش را بر روزگاراں می تند

عبد چوں طائر بدامِ صبح و شام — لذتِ پرواز بر جانش حرام

سینۂ آزادۂ چابک نفس — طائرِ ایام را گردد قفس

عبد را تحصیلِ حاصل فطرت است — وارداتِ جانِ او بے ندرت است

از گرانخیزی مقامِ او ہماں — نالہ ہائے صبح و شامِ او ہماں

دمبدم نو آفرینی کارِ حُر — نغمہ پیہم تازہ ریزد تارِ حُر

فطرتش زحمت کشِ تکرار نیست — جادۂ او حلقۂ پرکار نیست

عبد را ایام زنجیر است و بس — بر لبِ او حرفِ تقدیر است و بس

ہمتِ حُر با قضا گردد مشیر — حادثات از دستِ او صورت پذیر

رفتہ و آیندہ در موجودِ او — دیرہا آسودہ اندر زودِ او

آمد از صوت و صدا پاک ایں سخن — در نمی آید بہ ادراک ایں سخن

گفتم و حرفم ز معنی شرمسار — شکوۂ معنی کہ با حرفم چہ کار

زندہ معنی چوں بہ حرف آمد بمرد — از نفس ہائے تو نارِ او فسرد

نکتۂ غیب و حضور اندر دل است — رمزِ ایام و مرور اندر دل است

- وقت کا غلام رات اور دن کے چکر میں پڑا رہتا ہے، اور حُر کے دِل میں زمانہ گم ہوتا ہے۔ ؏ (مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق)۔
- عبد روز و شب سے کفن بُنتا ہے اور اپنے اُوپر اوڑھ لیتا ہے۔
- لیکن مردِ حُر اپنے آپ کو مٹی سے باہر نکالتا ہے اور زمانے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔
- عبد پرندے کی مانند صبح و شام کے دام میں گرفتار رہتا ہے اس کی جان پر لذتِ پرواز حرام ہے۔
- (اس کے برعکس) مردِ حر کا پرعزم سینہ، طائرِ ایام کے لیے بمنزلہ قفس ہے۔
- غلام کی فطرت یہ ہے کہ وُہ حاصل کردہ چیز کو ہی حاصل کرتا ہے اسکے اندرونی مشاہدات ندرت سے خالی ہیں
- وُہ اپنی تساہل پسندی کے سبب اسی مقام پر رہتا ہے جہاں تھا اسکے صبح و شام کا نالہ و فریاد بھی ایک ہی لَے رکھتا ہے۔
- حُر کا کام ہر لمحہ ایک نئی چیز پیدا کرنا ہے اس کے ساز کے تار سے ہمیشہ تازہ نغمے پھوٹتے ہیں۔
- اس کی فطرت تکرار کی خوگر نہیں۔ اس کا راستہ پرکار کا دائرہ نہیں۔
- غلام کے لیے ایام محض زنجیر (پا) ہیں۔ اس کے لب پر ہمیشہ گلۂ تقدیر رہتا ہے۔
- آزاد کی ہمت تقدیر کی مشیر بن جاتی ہے۔ زمانے کے واقعات اسکے ہاتھ سے صُورت اختیار کرتے ہیں
- اس کا حال ماضی و مستقبل دونوں کا آئینہ ہے۔ اسکے فوری فیصلوں میں دور رس اثرات پائے جاتے ہیں۔
- صوت و صدا میری اس بات کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہ نکتہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔
- میں نے بات کہہ تو دی ہے مگر میرے الفاظ معانی سے شرمسار ہیں (پوری طرح معانی کو ادا نہیں کر سکے) معانی کو یہ شکایت ہے کہ ان الفاظ سے میرا کیا تعلق۔
- زندہ معانی الفاظ میں آئے تو ان کی موت واقع ہو گئی معانی کا یہ شکوہ ہے کہ تیری عبارت میری آگ بجھ گئی ہے۔
- غیب و حضور کا نکتہ اور مرورِ ایام کی رمز دِل ہی میں پنہاں ہے۔

نغمۂ خاموش دارد سازِ وقت

غوطہ در دل زن کہ بینی رازِ وقت

یاد ایامیکہ سیفِ روزگار — باتوانا دستیٔ ما بود یار

تخمِ دیں در کشتِ دلہا کاشتیم — پردہ از رخسارِ حق برداشتیم

ناخنِ ما عقدۂ دنیا کشُود — بختِ ایں خاک از سجودِ ما کشُود

از خُمِ حق بادۂ گلگوں زدیم — بر کہن میخانہا شبخوں زدیم

اے مئے دیرینہ در مینائے تو — شیشہ آب از گرمیٔ صہبائے تو

از غرور و نخوت و کبر و منی — طعنہ بر ناداریٔ ما میزنی

جامِ ما ہم زیبِ محفل بودہ است — سینۂ ما صاحبِ دل بودہ است

عصرِ نو از جلوہا آراستہ — از غبارِ پائے ما برخاستہ

کشتِ حق سیراب گشت از خونِ ما — حق پرستانِ جہاں ممنونِ ما

عالم از ما صاحبِ تکبیر شد — از گِلِ ما کعبہا تعمیر شد

حرفِ اِقرأ حق بما تعلیم کرد (۱) — رزقِ خویش از دستِ ما تقسیم کرد

گرچہ رفت از دستِ ما تاج و نگیں — ما گدایاں را بچشمِ کم مبیں

در نگاہِ تو زیاں کاریم ما — کہنہ پنداریم ما، خواریم ما

(۱) اقرأ تلمیح ہے آیۂ شریفہ اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ کی طرف۔

- وقت کے ساز کا نغمہ خاموش ہے اگر تو وقت کا راز جاننا چاہتا ہے تو اپنے دِل کے اندر غوطہ لگا۔
- ایک دور تھا جب زمانے کی تلوار ہمارے قوی بازو کی رفیق تھی۔
- ہم نے دلوں کے اندر دین کا بیج بویا۔ اور حقیقت کو لوگوں پر بے نقاب کر دیا۔
- ہمارے ناخن نے دُنیا کے مسائل کی گتھیاں سلجھا دیں۔ اس مٹی کی قسمت ہمارے سجدوں سے چمک اُٹھی۔
- ہم خُمِ حق (قرآنِ پاک) سے سُرخ شراب پیتے رہے۔ اور ہم نے پُرانے میخانوں (نظریات) پر شبخوں مارے۔
- اے تو (اہلِ یورپ سے خطاب) جسکی مینا میں پُرانی شراب ہے، اگرچہ تمہاری شراب کی گرمی سے صراحی پگھل رہی ہے۔
- غرور و نخوت تکبر اور خود رائی کے سبب ہماری ناداری پر طعنہ زن ہے۔
- ہمارا جام بھی کبھی زیبِ محفل تھا۔ کبھی ہمارے سینے کے اندر بھی دِل تھا۔
- دورِ جدید جو اس وقت جلوؤں سے آراستہ ہے۔ ہمارے غبارِ پا سے ہی پیدا ہوا ہے۔
- حقیقت کی کھیتی ہمارے خون سے سیراب ہوئی۔ دُنیا بھر کے حق پرست ہمارے ممنون رہے
- ہماری وجہ سے دُنیا کے اندر تکبیر کی آواز گونجی۔ ہماری مٹی سے کئی کعبے تعمیر ہوئے۔
- حق تعالیٰ نے اقراء کا لفظ ہمیں سکھلایا۔ اور اپنی ہدایت کا رزق ہمارے ہاتھوں سے تقسیم کرایا۔
- اگرچہ اسوقت حکومت ہمارے پاس نہیں رہی۔ پھر بھی ہم فقیروں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ۔
- تیری نگاہ میں ہم کام بگاڑنے والے ہیں۔ ذلیل ہیں مگر اپنے ماضی پر مغرور ہیں۔

اعتبار از لا الٰہ داریم ما — ہر دو عالم را نگہ داریم ما
از غم امروز و فردا رستہ ایم — با کسے عہد محبت بستہ ایم
در دل حق سرّ مکنونیم ما — وارث موسیٰ و ہارونیم ما
مہر و مہ روشن ز تاب ما ہنوز — برقہا دارد سحاب ما ہنوز

ذات ما آئینۂ ذات حق است
ہستی مسلم ز آیات حق است

دُعا

اے چو جاں اندر وجود عالمی — جانِ ما باشی و از ما می رمی
نغمہ از فیضِ تو در عود حیات (۱) — موت در راہِ تو محسودِ حیات
باز تسکینِ دلِ ناشاد شو — باز اندر سینہ ہا آباد شو
باز از ما خواہ ننگ و نام را — پختہ تر کن عاشقانِ خام را
از مقدر شکوہ ہا داریم ما — نرخ تو بالا و نادا ریم ما

(۱) عود : ایک قسم کا ساز ۱۲

- یاد رکھو کہ ہم لا الٰہ کی وجہ سے گراں قدر ہیں۔ اور ہم (صرف اس دنیا کو نہیں) بلکہ دونوں جہانوں کو پیش نظر رکھتے ہیں۔
- ہم حال و مستقبل کے غم سے آزاد ہیں۔ کیونکہ ہم نے حضور اکرم ﷺ سے عہد محبت استوار کر رکھا ہے۔
- ہم اللہ تعالیٰ کے دل کا چھپا ہوا راز ہیں ہم ہی موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے وارث ہیں۔
- آج بھی چاند، سورج ہماری چمک سے روشن ہیں۔ ابھی تک ہمارے (برسے ہوئے) بادل میں بجلیاں موجود ہیں۔
- ہمارا وجود حق تعالیٰ کی ذات کا آئینہ ہے۔

مسلمان کی زندگی اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ایک آیت ہے۔

دُعاء

- آپ کائنات میں بمنزلہ جان ہیں۔ ہماری جان ہوتے ہوئے ہم سے گریز کرتے ہیں۔
- زندگی کا ساز آپ کے فیض سے نغمہ زن ہے آپ کی راہ میں جو موت آئے اس پر زندگی بھی رشک کرتی ہے۔
- ہمارے سینوں میں پھر سے آباد ہو کر ناخوش دلوں کی تسکین کا باعث بنئے۔
- ہم سے پھر ننگ و نام کی قربانی طلب کیجئے اور اس طرح ہم جیسے ناپختہ عاشقوں کو پختہ تر بنا دیجئے۔
- ہمیں اپنے مقدر سے یہ شکوہ ہے آپ کی قیمت بہت بالا ہے اور ہم مفلس ہیں۔

از تہید ستاں رُخِ زیبا مپوش — عشقِ سلمانؓ و بلالؓ ارزاں فروش

چشمِ بیخواب و دلِ بیتاب دہ — باز ما را فطرتِ سیماب دہ

آیتے بنماز آیاتِ مبیں (۱) — تا شود اعناقِ اعدا خاضعین

کوہِ آتش خیز کن ایں کاہ را — ز آتشِ ما سوز غیر اللہ را

رشتۂ وحدت چو قوم از دست داد — صد گرہ بر روئے کارِ ما فتاد

ما پریشاں در جہاں چوں اختریم — ہمدم و بیگانہ از یک دیگریم

باز ایں اوراق را شیرازہ کن — باز آئینِ محبت تازہ کن

باز ما را بر ہماں خدمت گمار — کارِ خود با عاشقانِ خود سپار

رہرواں را منزلِ تسلیم بخش — قوتِ ایمانِ ابراہیم بخش

عشق را از شغلِ لَا آگاہ کن
آشنائے رمزِ اِلَّا اللہ کن

منکہ بہرِ دیگراں سوزم چو شمع — بزمِ خود را گریہ آموزم چو شمع

یارب آں اشکے کہ باشد دلفروز — بے قرار و مضطر و آرام سوز

کارمش در باغ و روید آتشے — از قبائے لالہ شوید آتشے

(۱) تلمیح ہے آیۂ شریفہ اِن نشا تنزل علیھم من السماء فظلت اعناقھم لھا خاضعین کی طرف۔

○ ہم مفلسوں سے اپنا خوبصورت چہرہ نہ چھپائیے۔ سلمانؓ و بلالؓ کا عشق ہمیں ارزاں فرمائیے۔

○ راتوں کو بیدار رہنے والی آنکھ اور بے قرار دل عطا فرمائیے۔ ہمیں دوبارہ فطرتِ سیماب عطا فرمائیے۔

○ اپنی روشن آیات میں سے کوئی آیت دکھائیے تاکہ دشمنوں کی گردنیں جھک جائیں۔

○ اس تنکے کو آتش فشاں پہاڑ بنا دیجئے۔ اور ہماری آگ سے غیر اللہ کو جلا دیجئے۔

○ امتِ مسلمہ نے جب اللہ تعالیٰ سے تعلق توڑ لیا۔ تو ہمارے کاموں میں سینکڑوں گرہیں پڑ گئیں۔

○ (اس وقت) ہم دنیا میں ستاروں کی مانند بکھرے ہوئے ہیں۔ ایک دوسرے کے ہمدم بھی ہیں ایک دوسرے سے بیگانے بھی۔

○ ان اوراق کی دوبارہ شیرازہ بندی کر دیں۔ ہمارے اندر باہمی محبت کا دستور از سرِ نو رائج کر دیں۔

○ ہمیں پھر اسی خدمت پر (اشاعتِ اسلام) پر مامور فرمائیے۔ اپنا کام اپنے عاشقوں کے سپرد فرمائیے۔

○ رہروانِ راہِ حق کو رضا کی منزل عطا فرمائیے۔ ہمیں حضرت ابراہیمؑ کے ایمان کی قوت عطا فرمائیے۔

○ عشق کو لا کے شغل اور الا اللہ کی رمز سے آگاہ فرمائیے۔

○ میں جو شمع کی مانند دوسروں کے لیے جل رہا ہوں۔ اور اپنی بزم کو گریہ (احساس زیاں) سکھاتا ہوں۔

○ اے اللہ مجھے وہ آنسو عطا فرمائیے جو دل کو روشن، بے قرار، مضطر اور بے چین رکھیں۔

○ میں ان آنسوؤں کو باغ میں بوؤں اور ان سے ایسی آگ پیدا ہو جو قبائے لالہ کو بھی مات کر دے۔

دل بدوش و دیدہ بر فردا ستم — درمیانِ انجمن تنہا ستم

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من — از درونِ من نجست اسرارِ من

در جہان یارب ندیمِ من کجاست — نخلِ سینایم کلیمِ من کجاست

ظالمم بر خود ستم ہا کردہ ام — شعلۂ را در بغل پروردہ ام

شعلۂ غارت گرِ سامانِ ہوش — آتشے افگندہ در دامانِ ہوش

عقل را دیوانگی آموختہ — علم را سامانِ ہستی سوختہ

آفتاب از سوزِ او گردوں مقام — برقہا اندر طوافِ او مدام

ہمچو شبنم دیدۂ گریاں شدم — تا امینِ آتشِ پنہاں شدم

شمع را سوزِ عیاں آموختم — خود نہاں از چشمِ عالم سوختم

شعلہ ہا آخر ز ہر مویم دمید — از رگِ اندیشہ ام آتش چکید

عندلیبم از شرر ہا دانہ چید — نغمۂ آتش مزاجے آفرید

سینۂ عصرِ من از دل خالی است — می تپد مجنوں کہ محمل خالی است

شمع را تنہا تپیدن سہل نیست — آہ یک پروانۂ من اہل نیست

انتظارِ غم گسارے تا کجا — جستجوے رازدارے تا کجا

اے ز رویت ماہ و انجم مستنیر — آتشِ خود را ز جانم باز گیر

ایں امانت باز گیر از سینہ ام — خارِ جوہر بر کش از آئینہ ام

- میرا دل ماضی میں اٹکا ہوا ہے اور میری آنکھ مشعل پر مرکوز ہے۔ میں انجمن میں ہوتے ہوئے بھی تنہا ہوں۔
- ہر کوئی اپنے آپ کو میرا دوست گمان کرتا۔ لیکن اب کوئی بھی میرے دل کے رازوں سے واقف نہیں ہوا۔
- اے اللہ اس جہاں میں میرا ہمدم کہاں ہے۔ میں درخت طور ہوں میرا کلیم کہاں ہے۔
- میں ظالم ہوں میں نے اپنے اُوپر بہت ظلم کیے ہیں (سب سے بڑا ظلم یہ کیا) کہ اپنی بغل میں خود شُعلے کی پرورش کی۔
- ایسا شُعلہ جو ہوش کے سامان کو غارت کر دیتا ہے۔ اس نے ہوش کے دامن میں آگ لگا دی ہے۔
- اس نے عقل کو دیوانگی سکھائی ہے اور علم کی ہستی کو فنا کر دیا ہے۔
- اسکے سوز سے آفتاب آسمان کی بلندی تک پہنچا ہے۔ اور بجلیاں ہمیشہ میرے اس شعلے کے طواف میں رہتی ہیں۔
- میں شبنم کی مانند سرتاپا دیدۂ گریاں ہوا تب کہیں جا کر اس آتش پوشیدہ کا امانت دار بنا۔
- میں نے شمع کو عیاناً جلنا سکھایا مگر خود دنیا کی آنکھ سے چھُپ کر جلتا رہا۔
- یہاں تک کہ میرے ہر بُن مُو سے شعلے پھُوٹنے لگے۔ اور میرے فکر کی رگ رگ سے آگ ٹپکنے لگی۔
- میرے عندلیب نے آگ کے شراروں کو دانوں کی مانند چن لیا اور ایک آتشیں نغمہ تخلیق کیا۔
- مگر اس دور کے لوگوں کے سینے خالی ہیں۔ مجنوں تڑپ رہا ہے کہ محمل خالی پڑا ہے۔
- شمع کے لیے تنہا جلنا آسان نہیں۔ افسوس اس بات پر ہے کہ میرے پروانوں میں کوئی ایک بھی (پروانگی کی) اہلیت نہیں رکھتا۔
- میں کب تک غم گسار کا انتظار اور راز دار کی جُستجو کرتا رہوں۔
- آپ کے چہرۂ مُبارک سے چاند اور ستارے روشنی پاتے ہیں۔ میری جاں سے اپنی آگ واپس لے لیں۔
- میرے سینے سے یہ امانت واپس لے لیجئے میرے آئینے سے جوہر کا یہ خار (جو میرے سینے میں کھٹک رہا ہے) نکال دیجئے۔

یامرا ایک ہمدمِ دیرینہ دہ
عشقِ عالم سوز را آئینہ دہ

موج در بحر است ہم پہلوئے موج
ہست با ہمدم تپیدن خوئے موج

بر فلک کوکب ندیمِ کوکب است
ماہِ تاباں سر بزانوئے شب است

روز پہلوئے شبِ یلدا زند
خویش را امروز بر فردا زند

ہستیِ جوئے بجوئے گم شود
موجۂ بادے ببوئے گم شود

ہست در ہر گوشۂ ویرانہ رقص
میکند دیوانہ با دیوانہ رقص

گرچہ تو در ذاتِ خود یکتاستی
عالمے از بہرِ خویش آراستی

من مثالِ لالۂ صحراستم
در میانِ محفلے تنہاستم

خواہم از لطفِ تو یارے ہمدمے
از رموزِ فطرتِ من محرمے

ہمدمے دیوانۂ فرزانۂ
از خیالِ این و آں بیگانۂ

تا بجانِ او سپارم ہوئے خویش
باز بینم در دلِ او روئے خویش

سازم از مشتِ گلِ خود پیکرش
ہم صنم او را شوم ہم آزرش

- یا مجھے اسلاف جیسا ایک رفیق عطا ہو۔ جو میرے عشقِ عالم سوز کے لیے آئینے کا کام دے۔
- سمندر موج موج کے پہلو میں ہے۔ موج کی فطرت اپنی ساتھی موج کیساتھ مل کر متلاطم ہونا ہے۔
- آسمان پر ستارہ ستارے کا ساتھی ہے چمکتے ہوئے چاند نے رات کے زانو پر سر رکھا ہوا ہے۔
- دن تاریک رات کے پہلو میں رہتا ہے۔ اور آج اپنے آپ آنے والے کل پیوست رکھتا ہے۔
- ندی کا وجود ندی میں گم ہو جاتا ہے خوشبو ہوا کی موج سے مل جاتی ہے۔
- ویرانے کے ہر گوشے میں رقص نظر آتا ہے۔ دیوانہ بھی دیوانے کے ساتھ رقص کر رہا ہے۔
- اگرچہ اے اللہ! آپ اپنی ذات میں یکتا ہیں، پھر بھی آپ نے اپنے لیے کائنات کو آراستہ فرمایا ہے۔
- مگر میں لالۂ صحرا کی مانند محفل کے اندر بھی تنہا ہوں۔
- میں آپ کے کرم سے ایک ایسے غمگسار دوست کا خواہاں ہوں جو میری فطرت کے رموز کا محرم ہو
- ایسا دوست جو دیوانہ بھی ہو اور فرزانہ بھی۔ اور دُنیا کے نفع و ضرر سے بلند تر ہو۔
- تاکہ میں اپنا جنوں اس کے سپُرد کر دوں۔ اور پھر اس کے دِل کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھوں۔
- تاکہ میں اپنی خاک سے اس کا پیکر تراشوں

میں اس کا بت بھی (آئیڈیل) بنوں اور آذر (بت تراش) بھی۔

رموزِ بیخودی

جہد کن در بیخودی خود را بیاب

زود تر واللہ اعلم بالصواب

(مولانا رومؒ)

کوشش کر، اور اپنے آپ کو بے خودی میں پالے

یہ آسان طریقہ باقی اللہ بہتر جانتا ہے

(مولانا رومؒ)

پیشکش بحضورِ ملّتِ اسلامیہ

منکرِ نتواں گشت اگر دم زنم از عشق
این نشہ بمن نیست اگر با دگرے ہست (عرفی)

اے ترا حق خاتمِ اقوام کرد — بر تو ہر آغاز را انجام کرد
اے مثالِ انبیا پاکانِ تو — ہمگرِ دلہا جگر چاکانِ تو
اے نظر بر حُسنِ ترسا زادہَ — اے زراہِ کعبہ دور افتادہَ
اے فلک مشتِ غبارِ کوئے تو — "اے تماشا گاہِ عالم روئے تو"
ہمچو موج آتش تہ پا میروی — "تو کجا بہرِ تماشا میروی"
رمزِ سوز آموز از پروانہَ — در شرر تعمیر کن کاشانہَ
طرحِ عشق انداز اندر جانِ خویش — تازہ کن با مصطفیٰ پیمانِ خویش
خاطرم از صحبتِ ترسا گرفت — تا نقابِ روے تو بالا گرفت

ملّتِ اسلامیہ کے حضور پیشکش

- ○ اگر میں عشق کی بات کرتا ہوں تو تجھے اس سے انکار نہیں کرنا چاہیے اگر میں اس نشے سے خالی ہوں تو کسی اور میں ضرور ہوگا۔
- ○ اے وُہ اُمت جسے حق تعالیٰ نے خاتم اقوام بنایا ہے۔ اور جس پر اپنی ہر ابتداء کی انتہا کر دی ہے۔
- ○ تیرے نیک لوگ گذشتہ انبیاء کی مانند ہیں۔ تیرے جگر چاک دلوں کو جوڑنے والے ہیں۔
- ○ اے اُمتِ مسلمہ! تونے اہلِ کلیسا کے حسن (علوم) پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ اور تو راہِ کعبہ سے دور جا پڑی ہے۔
- ○ آسمان تیرے کُوچے کی مشتِ غبار ہے۔ ساری دُنیا تیرے چہرے پر مفتون ہے۔
- ○ تو موج کی طرح اپنے آپ سے تیزی سے بھاگ رہی ہے۔ تو کسے دیکھنے کیلئے جا رہی ہے۔
- ○ پروانے سے جلنے کی رمز سیکھ۔ اور (اس کی طرح) شرر میں کاشانہ تعمیر کر۔
- ○ اپنی جان کے اندر عشق کی بُنیاد رکھ حضورؐ سے اپنا پیمان محبت از سرِ نو استوار کر۔
- ○ جب سے تیرے حسین چہرے پر سے نقاب اٹھا ہے میں اہلِ یورپ کی صحبت سے دل گرفتہ ہو گیا ہوں۔

○ میرے ہمنواؤں نے غیروں کے حسن اور ان کے گیسو و رخسار کی داستانیں سنائیں۔
○ انہوں نے ساقی (مغرب) کے دروازے پر جبہہ سائی کی، اور وہاں کے مغزادوں کے قصّے سنائے۔
○ مگر اے امتِ مسلمہ میں تیری تیغِ ابرو کا شہید ہوں۔ خاک ہوتے ہوئے میں نے تیری گلی میں سکوں پایا۔
○ میں قصیدہ گوئی سے بالاتر ہوں، ہر محل کے سامنے سر نہیں جھکاتا۔
○ شاعری میری آئینہ سازی ہے۔ اور مجھے (آئینہ) سکندر سے بے نیاز کر دیا گیا ہے۔
○ میری گردن کسی کے احسان کا بوجھ نہیں اٹھا سکتی۔ میں گلستان کے اندر غنچہ کی مانند اپنے آپ کو بند رکھے ہوئے ہوں۔
○ میں دنیا میں خنجر کی مانند سخت کوش، پتھر سے اپنی آب و تاب حاصل کرتا ہوں۔
○ اگرچہ میں سمندر ہوں مگر میری موج بے قرار نہیں۔ میری ہتھیلی پر بھنور کا کاسہ نہیں۔
○ میں پردۂ رنگ ہوں خوشبو نہیں ہوں کہ نسیم کی ہر موج کا شکار بن جاؤں۔
○ میں زندگی کے شرار آباد میں ایک انگارہ۔ میری خاکستر ہی میری خلعت ہے۔
○ اے ملتِ اسلامیہ (مجھ جیسا خوار بھی) تیرے دروازے پر نیاز مندانہ ہدیۂ سوز و گداز لایا ہے۔
○ نیلے آسمان سے میرے گرم دل پر افکار موسلا دھار بارش کی مانند برس رہے ہیں۔
○ میں انہیں ندی سے بھی زیادہ باریک بنا کے تیرے صحنِ گلشن میں پیش کر رہا ہوں۔
○ چونکہ تو ہمارے دوستؐ کی محبوب ہے۔ اس لیے تو ہمارے پہلو میں دل کی مانند ہے۔
○ جب سے عشق نے سینے میں آہ و فغاں کی بُنیاد رکھی ہے۔ اس کی آگ نے میرے دل کو آئینہ بنا دیا ہے۔
○ میں اپنے سینے کو پھول کی طرح چیر کر، اپنے دل کا آئینہ تمہارے سامنے رکھ رہا ہوں۔

ہم نوا از جلوۂ اغیار گفت
داستانِ گیسو و رخسار گفت

بر درِ ساقی جبیں فرسود او
قصۂ مغزادگاں پیمود او

من شہید تیغِ ابروے توام
خاکم و آسودۂ کوئے توام

از ستایش گستری بالاترم
پیشِ ہر دیواں فرو ناید سرم

از سخن آئینہ سازم کردہ اند
وز سکندر بے نیازم کردہ اند

بارِ احساں بر نتابد گردنم
در گلستاں غنچہ گردد دامنم

سخت کوشم مثلِ خنجر در جہاں
آبِ خود می گیرم از سنگِ گراں

گرچہ بحرم موجِ من بیتاب نیست
بر کفِ من کاسۂ گرداب نیست

پردۂ رنگم شمیمے نیستم
صیدِ ہر موجِ نسیمے نیستم

در شرار آبادِ ہستی اخگرم
خلعتے بخشد مرا خاکسترم

بر درت جانم نیاز آوردہ است
ہدیۂ سوز و گداز آوردہ است

ز آسمانِ آبگوں یم می چکد
بر دلِ گرمم دمادم می چکد

من ز جو باریک تر می سازمش
تا بہ صحنِ گلشنت اندازمش

زانکہ تو محبوبِ یارِ ما ستی
ہمچو دل اندر کنارِ ما ستی

عشق تا طرحِ فغاں در سینہ ریخت
آتشِ او از دلم آئینہ ریخت

مثلِ گل از ہم شگافم سینہ را
پیشِ تو آویزم ایں آئینہ را

تانگاہے افگنی بر روئے خویش ۔ می شوی زنجیریِ گیسوئے خویش

بازخوانم قصۂ پارینہ ات

تازہ سازم داغہائے سینہ ات

از پئے قوم زخود نامحرمے ۔ خواستم از حق حیاتِ محکمے

در سکوتِ نیم شب نالاں بدم ۔ عالم اندر خواب و من گریاں بدم

جانم از صبر و سکوں محروم بود ۔ وردِ من یَا حَیُّ یَا قَیُّوم بود

آرزوئے داشتم خوں کردمش ۔ تا زراہِ دیدہ بیروں کردمش

سوختن چوں لالہ پیہم تا کجا ۔ از سحر دریوزۂ شبنم تا کجا

اشکِ خود بر خویش میریزم چو شمع ۔ با شبِ یلدا در آویزم چو شمع

جلوہ را افزودم و خود کاستم ۔ دیگراں را محفلے آراستم

یک نفس فرصت ز سوزِ سینہ نیست ۔ ہفتہ ام شرمندۂ آدینہ نیست

جانم اندر پیکرِ فرسودۂ ۔ جلوۂ آہے است گرد آلودۂ

چوں مرا صبحِ ازل حق آفرید ۔ نالہ در ابریشمِ عودم تپید

نالۂ افشا گرِ اسرارِ عشق ۔ خونبہائے حسرتِ گفتارِ عشق

فطرتِ آتش دہد خاشاک را ۔ شوخیٔ پروانہ بخشد خاک را

عشق را داغے مثالِ لالہ بس ۔ در گریبانش گلِ یک نالہ بس

○ تاکہ تو اپنے چہرے پر نگاہ ڈال سکے اور اپنی زلف کی اسیر ہو جائے۔

○ میں تیری پرانی داستان پھر سے سناتا ہوں تاکہ تیرے سینے کے داغ تازہ ہو جائیں۔

○ میں نے اس قوم کیلئے جو اپنے آپ کو بھول چکی تھی، حق تعالیٰ سے پائدار زندگی کی درخواست کی۔

○ آدھی رات کے سکوت میں نالہ و فریاد کرتا تھا۔ دنیا خواب میں ہوتی اور میں گریاں ہوتا۔

○ میری جان صبر و سکون سے محروم تھی اور میرے لبوں پر یاحیُّ یاقیّوم کا ورد تھا۔

○ ملت کی سربلندی کی جو آرزو میں رکھتا تھا اس نے میرا دل خون کر دیا، اور وہ (اشکوں کی صورت میں) میری آنکھوں سے بہ نکلا۔

○ میں لالہ کی مانند کب تک مسلسل جلتا رہوں اور کب تک صبح سے شبنم کی بھیک مانگتا رہوں۔

○ میں شمع کی مانند اپنے آنسو اپنے آپ پر ہی گرا رہا ہوں (اور اس کی طرح) اکیلا ہی تاریک بستر آزما ہوں۔

○ (میں نے شمع کی مانند) روشنی میں اضافہ کیا خود گھلتا رہا اور دوسروں کیلئے محفل آراستہ کی۔

○ مجھے سینے کی تپش سے ایک لمحہ کی بھی فرصت نہیں۔ میرے ہفتے میں روزِ جمعہ (چھٹی کا دن) نہیں ہے۔

○ میرے کہنہ بدن کے اندر جان گویا ایک گرد آلود آہ کا جلوہ ہے۔

○ حق تعالیٰ نے جب صبحِ ازل مجھے تخلیق فرمایا تو میرے عود کے ریشمی تاروں میں نالے تڑپنے لگے۔

○ ایسے نالے جو عشق کے راز کھولنے والے تھے، اور جنہیں عشق کی حسرتِ گفتار کا خونبہا کہنا چاہیئے۔ (عشق چاہتا ہے کہ اپنے راز خود افشا کرے مگر کر نہیں سکتا۔ اس کی اس خواہش کی موت کا خون بہا اقبالؒ کے نالے ہیں جن کے ذریعے انہوں نے عشق کے راز افشا کر دیے)۔

○ میرا نالہ خس و خاشاک کو آگ کی فطرت عطا کرتا ہے اور خاک کو شوخیٔ پروانہ دیتا ہے۔

○ عشق کے لیے گل لالہ کی طرح کا ایک داغ ہی کافی ہے میرے ایک ہی نالے کے پھول سے اس کا دامن بھر جاتا ہے۔

من ہمیں یک گل بدستارت زنم محشرے بر خواب سرشارت زنم
تا ز خاکت لالہ زار آید پدید
از دمت بادِ بہار آید پدید

○ اے مِلّت اسلامیہ! میں ہی ایک پھُول تیری دستار میں آویزاں کرتا ہوں اور اس کے ذریعے تیری گہری خواب میں محشر بپا کرتا ہوں۔

○ تاکہ تیری خاک سے لالہ زار کھِل اٹھے۔ اور تیرا دم بادِ بہار بن جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رموزِ بیخودی

تمہید

در معنی ربطِ فرد و ملّت

فرد را ربطِ جماعت رحمت است ۔ جوہرِ او را کمال از ملت است
تا توانی با جماعت یار باش ۔ رونقِ ہنگامۂ احرار باش

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رموزِ بیخودی

تمہید

ربطِ فرد و ملّت

- فرد کے لیے جماعت سے ربط رکھنا باعثِ رحمت ہے۔ ملّت کے اندر رہ کر ہی اس کا جوہر کمال حاصل کرتا ہے۔
- جہاں تک ہو سکے جماعت کے ساتھ لگا رہ اور اس طرح ہنگامۂ احرار کی رونق بن جا۔

حرزِ جاں کن گفتۂ خیر البشر
ہست شیطاں از جماعت دور تر

فرد و قوم آئینۂ یک دیگر اند
سلک و گوہر کہکشان و اختر اند

فرد می گیرد ز ملت احترام
ملت از افراد می یابد نظام

فرد تا اندر جماعت گم شود
قطرۂ وسعت طلب قلزم شود

مایہ دارِ سیرتِ دیرینۂ او
رفتہ و آیندہ را آئینۂ او

وصلِ استقبال و ماضی ذاتِ او
چوں ابد لا انتہا اوقاتِ او

در دلش ذوقِ نمو از ملت است
احتسابِ کارِ او از ملت است

پیکرش از قوم و ہم جانش ز قوم
ظاہرش از قوم و پنہانش ز قوم

در زبانِ قوم گویا می شود
بر رہِ اسلاف پویا می شود

پختہ تر از گرمیِ صحبت شود
تا بمعنی فرد ہم ملت شود

وحدتِ او مستقیم از کثرت است
کثرت اندر وحدتِ او وحدت است

لفظ چوں از بیتِ خود بیروں نشست
گوہرِ مضموں بجیبِ خود شکست

برگِ سبزے کز نہالِ خویش ریخت
از بہاراں تارِ امیدش گسیخت

ہر کہ آب از زمزمِ ملت نخورد
شعلہ ہائے نغمہ در عودش فسرد

فرد تنہا از مقاصد غافل است
قوتش آشفتگی را مائل است

قوم با ضبط آشنا گرداندش
نرم رو مثلِ صبا گرداندش

- حضورِ اکرمؐ کے اس فرمودہ کو اپنی جان کیلئے تعویذ بنالے، کہ شیطان جماعت سے دُور رہتا ہے۔
- فرد اور جماعت ایک دُوسرے کیلئے آئینے کی مانند ہیں (افراد سے قوم بنتی ہے اور قوم کی روایات افراد میں جھلکتی ہیں) ان کی مثال دھاگے اور موتی اور کہکشاں اور ستارے کی ہے۔
- فرد کی توقیر ملت سے ہے۔ اور ملت کا نظام افراد پر مبنی ہے۔
- جب فرد جماعت میں گُم ہو جاتا ہے، تو گویا وسعت کا متلاشی قطرہ دریا بن جاتا ہے۔
- فرد اپنی ملت کی قدیم روایات کا حامل ہوتا ہے، اس کے اندر ملت کے ماضی اور مستقبل کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔
- فرد کی ذات ملت کے ماضی و مستقبل کا نقطۂ اتصال ہے (ملت ہی سے) فرد کے اوقات ابد کی طرح لا انتہا ہو جاتے ہیں۔
- ملت ہی کی وجہ سے فرد کے دِل میں اپنی قوتوں کے اظہار کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، فرد کی سرگرمیوں کا اندازہ ملت ہی کے مقام سے لگایا جا سکتا ہے۔
- قوم فرد کا پیکر بھی ہے اور اس کی جان بھی قوم ہی اس کا ظاہر ہے اور قوم ہی اس کا باطن۔
- فرد قوم ہی کی زبان سے بات کرتا ہے اور اسی کے ذریعے اسلاف کی راہ پر گامزن رہتا ہے۔
- فرد ملت میں مل کر اور زیادہ پختہ ہو جاتا ہے۔ گویا معناً فرد ملت بن جاتا ہے۔
- فرد کی وحدت ملت کی کثرت سے استقامت پاتی ہے اور افراد کی کثرت ملت کے ذریعے وحدت بن جاتی ہے۔
- جیسے لفظ کو اگر شعر سے نکال دیا جائے تو اسکی جیب مضمون کا معنی ٹوٹ جاتا ہے یعنی وہ بے معنی ہو جاتا ہے۔
- پتہ اگر اپنے درخت سے گر جاتا ہے تو بہار کے موسم میں بھی اس کے سرسبز ہونے کی اُمید ختم ہو جاتی ہے۔
- جو فرد ملت کے چشمۂ زمزم سے پانی نہیں پیتا اس کے ساز کے اندر نغموں کے شعلے افسردہ ہو جاتے ہیں۔
- فرد اکیلا ہو تو وُہ اعلیٰ مقاصد سے غافل رہتا ہے اور اس کی قوتیں روبہ انحطاط ہو جاتی ہیں۔
- قوم اسے ضبط سے متعارف کراتی ہے اور اسے صبا کی مانند ہولے ہولے چلاتی ہے۔

پا بہ گل مانندِ شمشادش کند — دست و پا بندد کہ آزادش کند

چوں اسیرِ حلقۂ آئیں شود
آہوئے رم خوئے او مشکیں شود

تو خودی از بیخودی نشناختی — خویش را اندر گماں انداختی

جوہرِ نوریست اندر خاکِ تو — یک شعاعش جلوۂ ادراکِ تو

عیشت از عیشش غمِ تو از غمش — زندہ از انقلابِ ہر دمش

واحد است و برنمی تابد دوئی — من ز تابِ او من استم تو توئی

خویش دار و خویش باز و خویش ساز — نازہا می پرورد اندر نیاز

آتشے از سوزِ او گردد بلند — ایں شرر بر شعلہ انداز کمند

فطرتش آزاد و ہم زنجیری است — جزوِ او را قوتِ کل گیری است

خوگرِ پیکارِ پیہم دیدمش — ہم خودی ہم زندگی نامیدمش

چوں ز خلوت خویش را بیروں دہد — پائے در ہنگامۂ جلوت نہد

نقش گیر اندر دلش "او" می شود — من ز ہم می ریزد و "تو" می شود

جبر قطعِ اختیارش می کند — از محبت مایہ دارش می کند

ناز تا ناز است کم خیزد نیاز — نازہا سازد بہم خیزد نیاز

○ قوم اسے شمشاد کی مانند مٹی کا پابند بناتی ہے۔ اس کے ہاتھ پاؤں باندھتی ہے تاکہ اسے آزاد کرے۔

○ جب فرد اپنے آپ کو قانون کا پابند بناتا ہے تو اس کی رم خو فطرت میں خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔

○ تو نے خودی اور بے خودی میں فرق نہیں سمجھا۔ اور اپنے آپ کو ظن و گمان میں ڈال دیا۔

○ خودی نور کا ایک جوہر ہے جو تیرے بدن کے اندر موجود ہے، تیرے فہم و ادراک کی روشنی خودی کی ایک شعاع ہے۔

○ تیرا عیش خودی کے عیش سے اور تیرا غم خودی کے غم سے وابستہ ہے تیری زندگی کا دار و مدار اس کے ہر لحظہ انقلاب پر موقوف ہے۔

○ خودی واحد ہے وہ دوئی کی تاب نہیں رکھتی۔ اسی کی تاب و تواں سے 'میں' میں ہوں اور 'تو' تو ہے۔

○ اپنی حفاظت اپنا اظہار، اور اپنی تعمیر اس کی صفات ہیں اس کی نیازمندی میں سیکڑوں ناز پرورش پاتے ہیں۔

○ اس کے سوز سے آگ بلند ہوتی ہے۔ خودی کا شرر شعلے پر کمند ڈالتا ہے۔

○ اس کی فطرت آزاد بھی ہے اور مقید بھی اس 'جزو' میں 'کل' (کائنات) پر قابو پالینے کی قوت ہے۔

○ میں نے اسے مسلسل جد و جہد میں دیکھا ہے میں اسے خودی بھی کہتا ہوں اور زندگی بھی۔

○ جب یہ خودی خلوت سے باہر نکلتی ہے اور ہنگامہ جلوت میں قدم رکھتی ہے۔

○ اس کے دل کے اندر ملت کا نقش بیٹھ جاتا ہے۔ اس کے مقاصد میں اس کی ذات کی جگہ ملت لے لیتی ہے۔

○ (ملت کے مفادات کا) جبر اس کے اختیارات سلب کر لیتا ہے اور اسے ملی محبت سے سرشار کر دیتا ہے۔

○ جب تک ناز ناز ہے اس سے نیازمندی پیدا نہیں ہوتی۔ نیازمندی اسی صورت میں پیدا ہوتی ہے جب بہت سے ناز آپس میں موافقت (ایک دوسرے کے لیے ایثار) پیدا کریں۔

در جماعت خود شکن گردد خودی | تا ز گلبرگے چمن گردد خودی

"نکتہ ہا چوں تیغِ پولاد است تیز
گر نمی فہمی ز پیشِ ما گریز"

در معنئ ایں کہ ملّت از اختلاطِ افراد پیدا می شود و تکمیلِ تربیتِ او از نبوّت است

از چہ رو بر بستۂ ربطِ مردم است | رشتۂ ایں گلستاں سر در گم است
در جماعت فرد را بینیم ما | از چمن او را چو گل چینیم ما
فطرتش وارفتۂ یکتائی است | حفظِ او از انجمن آرائی است
سوزدش در شاہراہِ زندگی (۱) | آتشِ آوردگاہِ زندگی
مردمان خوگر بیک دیگر شوند | سفتہ در یک رشتہ چوں گوہر شوند
در نبردِ زندگی یارِ ہم اند | مثلِ ہمکاران گرفتارِ ہم اند

(۱) آوردگاہ : جنگ ۱۲

○ جماعت کے اندر خودی خود شکنی (جماعت کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا) کر لیتی ہے۔ اور اس طرح پھول کی پتی سے پورا چمن بن جاتی ہے۔
○ میرے کلام کے نکات تلوار کی مانند تیز ہیں، اگر تو نہیں سمجھ سکا تو یہاں سے چلا جا۔

اس مطلب کی وضاحت کے لیے کہ ملّت افراد کے اختلاط سے وجود میں آتی ہے اور اسکی تربیت کی تکمیل نبوّت سے ہوتی ہے

○ انسانوں کا باہمی ربط کس طرح وجود میں آیا۔ اس کہانی کا آغاز معلوم نہیں۔
○ ہم جماعت میں (صرف) فرد کو دیکھتے ہیں، اور اسے باغ سے پھول کی مانند چن لیتے ہیں۔
○ اس کی فطرت انفرادیت کی دلدادہ ہے مگر اس کا تحفظ اجتماعیت سے ہے۔
○ شاہراہ حیات میں رزمگاہ زندگی کی آگ اس کی انفرادیت کو جلا دیتی ہے (اجتماعیت کے ماتحت لے آتی ہے)۔
○ چنانچہ افراد ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتے ہیں اور موتیوں کی طرح ایک لڑی میں پرو دیئے جاتے ہیں۔
○ وہ زندگی کی کشمکش میں ہمدرد ساتھی بن جاتے ہیں اور ایک ہی پیشہ رکھنے والوں کی مانند ایک ہونے کا احساس پیدا کر لیتے ہیں۔

محفلِ انجم ز جذبِ باہم است | ہستیٔ کوکب ز کوکب محکم است
خیمہ گاہِ کارواں کوہ و جبل | مرغزار و دامنِ صحرا و تل
سست و بیجاں تار و پودِ کارِ او | ناکشودہ غنچۂ پندارِ او
سازِ برق آہنگِ او نو ساختہ | نغمہ اش در پردہ ناپرداختہ
گوشمالِ جستجو ناخوردہ | زخمہ ہائے آرزو ناخوردہ
نابساماں محفلِ نوزادہ اش | می تواں با پنبہ چیدن بادہ اش
نو دمیدہ سبزۂ خاکش ہنوز | سرد خوں اندر رگِ تاکش ہنوز
منزلِ دیو و پری اندیشہ اش | از گمانِ خود رمیدن پیشہ اش
تنگ میدانِ ہستیٔ خامش ہنوز | فکرِ او زیرِ لبِ بامش ہنوز
بیمِ جاں سرمایۂ آب و گلش | ہم ز بادِ تند می لرزد دلش
جانِ او از سخت کوشی رم زند | پنجہ در دامانِ فطرت کم زند
ہر چہ از خود می دمد بردارَدش | ہر چہ از بالا فتد بردارَدش
تا خدا صاحبدلے پیدا کند | کو ز حرفے دفترے املا کند
سازپردازے کہ از آوازۂ (۱) | خاک را بخشد حیاتِ تازۂ

(۱) آوازہ : اصطلاحِ موسیقی ۔ وہ نوا جو دو مقام سے ترکیب پائے ۔ تلمیح ہے دین و دنیا کی طرف ۱۲

- ستاروں کی محفل باہمی کشش سے قائم ہے ۔ ہر ایک کے وجود کو دُوسرے سے استحکام ملتا ہے ۔
- پہاڑ ، مرغزار ، صحرا ، ٹیلے سب کاروانِ (حیات) کی خیمہ گاہ ہیں ۔
- فرد کے کام کا تانا بانا ، کمزور اور بے جان تھا ۔ اس کے تصورات کی کلی کھلتی نہیں تھی (عزائم جلیلہ پُورے نہیں ہوئے تھے) ۔
- فرد کا بجلیاں پیدا کرنے والا ساز بھی کوئی نوا نہیں پیدا کرتا تھا ۔ پردۂ ساز میں اس کا نغمہ ترتیب نہیں پایا تھا ۔ (پردہ موسیقی کی اصطلاح ہے)
- شوق جستجو نے اس کی گوشمالی نہیں کی تھی (اس کو عمل پر نہیں اکسایا تھا) اس کے ساز کے تار آرزُو کے مضراب سے ناآشنا تھے ۔
- اوّلیں محفلِ انسان کسی سر و سامان کے بغیر تھی ۔ اس کی شراب (اتنی کم تھی) کہ اسے روئی کے ایک پنبہ میں جذب کیا جا سکتا تھا ۔
- اس کی خاک سے سبزے نے ابھی سر نکالا تھا ۔ اس کے انگور کی رگ میں خون ابھی سرد تھا ۔
- اس کی سوچ جنوں اور پریوں کے قصوں تک محدود تھی ۔ وُہ اپنے اوہام سے ڈر کر بھاگتا تھا ۔
- ایسے ہنگاموں سے خالی وجود کا میدان ابھی تک تنگ تھا ۔ اور اس کی سوچ ابھی تک زیرِ لب بام (پست) تھی ۔
- اسے ہر وقت جان کا خطرہ لگا رہتا تھا ۔ ذرا تیز ہوا چلتی تو اس کا بدن کانپنے لگتا ۔
- ابھی اس کی جان سخت محنت سے گھبراتی تھی ۔ اس نے فطرت کے رازوں کو جاننے کی کبھی کوشش نہ کی تھی ۔
- جو کچھ زمین سے خود بخود پیدا ہوتا وُہ اسے اٹھا لیتا ۔ اور جو پھل درختوں سے گرتا اس پر گزارہ کر لیتا ۔
- یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبدل (نبی) پیدا کیا جس نے ایک حرف (فرد) سے دفتر (اللہ) لکھوا دیا
- وُہ ایک ایسا صاحب ساز ہوتا ہے جو اپنے نغمہ سے خاکِ (انسان) کو نئی زندگی عطا کر دیتا ہے ۔

ذرّۂ بے مایہ ضو گیرد ازو
ہر متاعے ارجِ نو گیرد ازو

زندہ از یک دم دو صد پیکر کند
محفلے رنگیں ز یک ساغر کند

دیدۂ او میکشد لب جاں دمد
تا دوئی میرد یکی پیدا شود

رشتہ اش کو بر فلک دارد سرے
پارہ ہائے زندگی را تمہ گرے

تازہ اندازِ نظر پیدا کند
گلستاں در دشت و در پیدا کند

از تفِ او ملّتے شل سپند
برجہد شور افگن و ہنگامہ بند

یک شرر می افگند اندر دلش
شعلۂ در گیر میگردد گلش

نقشِ پایش خاک را سینا کند
ذرّہ را ہمسنگِ ابن سینا کند

عقلِ عریاں را دہد پیرایۂ
بخشد ایں بے مایہ را سرمایۂ

دامنِ خود میزند بر اخگرش
ہر چہ غش باشد ربایدزرکش

بندہا از پا کشاید بندہ را
از خداوندان رباید بندہ را

گویدش تو بندۂ دیگر نۂ
زیں بتانِ بے زباں کمتر نۂ

تا سوئے یک مدعا یش می کشد
حلقۂ آئیں بپایش میکشد

نکتۂ توحید باز آموزدش
رسم و آئینِ نیاز آموزدش

- ذرۂ ناچیز (فرد) اس سے روشنی پاتا ہے اور (زندگی کی) ہر متاع اس کی وجہ سے قدر و نئی قیمت پاتی ہے۔
- وہ اپنی ایک پھونک سے سینکڑوں انسانوں کو زندہ کر دیتا ہے اور ایک ساغر سے پوری محفل کو سرشار کر دیتا ہے۔
- اس کی نگاہ دوئی کو فنا کر دیتی ہے اور اس کے لب (افراد میں) یک رنگی کی جان پھونک دیتے ہیں۔
- اس کی (وحی) کا رشتہ جس کا سرا آسمان سے ملتا ہے، ٹکڑوں میں بٹی ہوئی زندگی کو ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔
- وہ لوگوں میں نیا زاویۂ نگاہ پیدا کر دیتا ہے اور اس طرح دشت و در کے اندر گلستاں پیدا کر دیتا ہے
- اس کی تپش سے حرمل کی مانند ملت شور و ہنگامہ کے ساتھ اُٹھ کھڑی ہوتی ہے۔
- وہ فرد کے دل میں ایک شرر ڈالتا ہے جس سے اس کا بدن سراپا شعلہ بن جاتا ہے۔
- صاحبِ دل کا نقشِ پا مٹی کو صاحبِ نظر بنا دیتا ہے۔ خاک کا ہر ذرہ رشکِ طورِ سینا ہو جاتا ہے
- وہ عقلِ عریاں کو لباس (عمل) عطا کرتا ہے اور اس طرح اس ناچیز کو مالدار بنا دیتا ہے۔
- وہ اس کے انگارے کو اپنے دامن سے ہوا دیتا ہے اور اس کے سونے سے سارا کھوٹ باہر نکال دیتا ہے۔

- وہ غلام کے پاؤں کی زنجیریں کھول دیتا ہے اور اسے آقاؤں کے پنجے سے رہائی دلاتا ہے۔
- اسے بتاتا ہے کہ تو کسی کا غلام نہیں۔ تو ان بے زباں بتوں سے کمتر نہیں۔
- یہاں تک کہ وہ اسے ایک مقصد کی طرف کھینچتا ہے اور اسے شریعت کا پابند بناتا ہے۔
- اسے از سرِ نو توحید کا سبق دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے نیازمندی، رسوم و آداب سکھاتا ہے۔

ارکانِ اساسی ملیہ اسلامیہ

رُکنِ اوّل

توحید

در جہانِ کیف و کم گردید عقل
پے بہ منزل بُرد از توحید عقل

ورنہ ایں بیچارہ را منزل کجاست،
کشتیٔ ادراک را ساحل کجاست

اہل حق را رمزِ توحید از بر است
در اِنِی الرَّحمٰنِ عَبْدًا مضمر است (۱)

تا ز اسرارِ تو بنماید ترا
امتحانش از عمل باید ترا

دیں ازو، حکمت ازو، آئیں ازو
زور ازو، قوت ازو، تمکیں ازو

عالماں را جلوہ اش حیرت دہد
عاشقاں را بر عمل قدرت دہد

پست اندر سایہ اش گردد بلند
خاک چوں اکسیر گردد ارجمند

(۱) اِن کُلُّ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ اِلَّا آتِی الرَّحمٰنِ عَبدًا (آیہ شریفہ)

ملتِ مسلمہ کے بُنیادی ارکان

پہلا رُکن

توحید

- جذبات و پیمائش کی اس دُنیا میں عقل آوارہ پھر رہی تھی۔ توحید سے اسے منزل کی طرف رہنمائی حاصل ہوئی۔
- ورنہ عقل کو منزل کہاں نصیب تھی۔ فہم کی کشتی کے لیے کوئی ساحل نہیں تھا۔
- اہلِ حق توحید کی رمز کو خوب جانتے ہیں یہی راز سورۂ مریم کی آیت ۹۳ میں مضمر ہے۔
- تیرے عقیدۂ توحید کا امتحان عمل سے ہونا چاہیے تاکہ وُہ تجھ پر تیری مخفی صلاحیتیں ظاہر کرے۔
- دین، حکمت، شریعت سب توحید ہی سے ہیں۔ اسی سے (افراد و اقوام) میں زور، قوت اور ثبات و استحکام پیدا ہوتا ہے۔
- اس کا جلوہ عالموں کو حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے اور عاشقوں کو عمل کی قدرت عطا کرتا ہے۔
- اس کے سائے کے نیچے پست بلند ہو جاتے ہیں اور خاک اکسیر کی مانند قیمتی بن جاتی ہے۔

قدرتِ او برگزیند بندہ را — نوعِ دیگر آفریند بندہ را
در رہِ حق تیزتر گردد تگش — گرم تر از برق خوں اندر رگش
بیم و شک میرد، عمل گیرد حیات — چشم می بیند ضمیرِ کائنات
چوں مقامِ عبدہٗ محکم شود
کاسۂ دریوزہ جامِ جم شود

ملتِ بیضا تن و جاں لا الٰہ — سازِ ما را پردہ گرداں لا الٰہ
لا الٰہ سرمایۂ اسرارِ ما — رشتہ اش شیرازۂ افکارِ ما
حرفش از لب چوں بدل آید ہمے — زندگی را قوت افزاید ہمے
نقشِ او گر سنگ گیرد دل شود — دل گر از یادش نسوزد گل شود
چوں دل از سوزِ غمش افروختیم — خرمنِ امکاں ز آہے سوختیم
آبِ دلہا درمیانِ سینہ ہا — سوزِ او بگداختِ ایں آئینہ ہا
شعلہ اش چوں لالہ در رگہائے ما — نیست غیر از داغِ او کالائے ما
اسود از توحید احمر می شود — خویش فاروقؓ و ابوذرؓ می شود
دل مقامِ خویشی و بیگانگی است — شوق را مستی ز ہم پیمانگی است
ملت از یک رنگیٔ دلہاستے — روشن از یک جلوہ ایں سیناستے
قوم را اندیشہ ہا باید یکے — در ضمیرش مدعا باید یکے

○ توحید کی قُدرت بندے کو برگزیدہ بنا دیتی ہے۔ اور اسے نئی نوع میں تبدیل کر دیتی ہے۔
○ اِس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں بندے کی تگ و دو تیز تر ہو جاتی ہے۔ اور اسکی رگوں میں دوڑتا ہوا خُون برق سے بھی زیادہ گرم ہو جاتا ہے۔
○ توحید سے بیم و شک ختم ہو جاتا ہے اور عمل زندہ ہوتا ہے اور انسان کی نگاہ کائنات کے پوشیدہ راز دیکھنے لگتی ہے۔
○ جب "عبدہٗ" کا مقام محکم ہوتا ہے تو کشکول گدائی جامِ جم بن جاتا ہے۔
○ ملتِ مسلمہ بدن ہے۔ اور توحید اس کی جان ہے لا الٰہ ہمارے ساز کے سارے نغموں میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔
○ لا الٰہ ہمارے (رُوحانی) اسرار کا سرمایہ ہے اسی سے ہمارے افکار کی شیرازہ بندی ہے۔
○ جب یہ لفظ لب سے دِل میں اتر جاتا ہے تو زندگی کی قوت میں بے پناہ اضافہ کر دیتا ہے۔
○ اگر پتھر بھی اس کا نقش اپنا لے تو وُہ دِل بن جاتا ہے۔ اور اگر دِل اس کی یاد سے سوز حاصل نہ کرے تو وُہ مٹی کے برابر ہے۔
○ جب ہم نے اپنے دلوں میں توحید کی آگ روشن کی تو ایک ہی آہ نے امکانات کے خرمن کو جلا دیا۔ (دورِ اوّل کے مُسلمانوں نے چند ہی برسوں میں عمل کے میدان میں تا حدِ امکان کامیابیاں حاصل کر لیں)
○ توحید قلوب و ملت کی آب و تاب ہے۔ اسی کا سوز ان آئینوں میں گداز پیدا کرتا ہے۔
○ ہماری رگوں میں توحید کا شعلہ لالہ کی مانند (فروزاں) ہے۔ توحید کا نشان ہی ہمارا سرو ساماں ہے۔
○ توحید کی برکت سے حبشی سُرخ رنگ والوں کے برابر ہو جاتا ہے اور فاروقؓ و ابو ذرؓ کا رشتہ دار شمار ہونے لگتا ہے (حضرت بلالؓ کی مثال سامنے ہے)۔
○ اپنائیت اور غیریت کا مقام دِل ہے اکھٹے بیٹھ کر (مے توحید) پینے والوں میں شوق کی مستی برابری پیدا کر دیتی ہے۔
○ ملت کا وجود دلوں کی یک رنگی سے ہے۔ یہ سینا ایک ہی جلوہ (توحید) سے روشن ہے۔
○ قوم کی سوچ ایک ہونی چاہیئے اور اس کے رگ و ریشہ میں ایک ہی مقصود رچ جانا چاہیئے۔

جذبہ باید در سرشتِ او یکے	ہم عیارِ خوب و زشتِ او یکے
گر نباشد سوزِ حق در سازِ فکر	نیست ممکن ایں چنیں اندازِ فکر
ما مسلمانیم و اولادِ خلیلؑ (۱)	از ابیکم گیر اگر خواہی دلیل
با وطن وابستہ تقدیرِ امم	بر نسب بنیادِ تعمیرِ امم
اصلِ ملّت در وطن دیدن کہ چہ	باد و آب و گل پرستیدن کہ چہ
بر نسب نازاں شدن نادانی است	حکمِ او اندر تن و تن فانی است
ملّتِ ما را اساسِ دیگر است	ایں اساس اندر دلِ ما مضمر است
حاضریم و دل بغائب بستہ ایم	پس ز بندِ ایں و آں وارستہ ایم
رشتۂ ایں قوم مثلِ انجم است	چوں نگہ ہم از نگاہِ ما گم است
تیرِ خوشِ پیکانِ یک کیشیم ما	یک نما یک بین یک اندیشیم ما
مدعائے ما مآلِ ما یکے ست	طرز و اندازِ خیالِ ما یکے ست

ما ز نعمتہائے او اخواں شدیم
یک زبان و یک دل و یک جاں شدیم

(۱) مِلَّةَ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ (آیہ شریفہ)

○ اس کی سرشت میں ایک ہی جذبہ ہونا چاہیئے، اور اس کی اچھائی اور برائی کا معیار بھی ایک ہی ہونا چاہیئے۔
○ جب تک فکر کے ساز میں توحید کا سوز شامل نہ ہو، اس قسم کا انداز فکر ممکن نہیں۔
○ ہم مسلمان ہیں اور حضرت خلیل اللہ کی اولاد ہیں۔ اگر خلیل چاہتا ہے تو آیت ۲۲ : ۷۸ دیکھ لے۔
○ قومیں اپنی تقدیر وطن سے وابستہ کرتی ہیں یا نسب کو اپنی تعمیر کی بنیاد بناتی ہیں۔
○ ملت کی اصل وطن میں دیکھنے کا کیا مطلب۔ مٹی اور آب و ہوا پوجنے کے کیا معنی۔
○ نسب پر فخر کرنا نادانی ہے۔ نسب کا تعلق بدن سے ہے اور بدن فانی ہے۔
○ ہماری ملت کی بنیاد اور ہے اور یہ بنیاد ہمارے دلوں کے اندر نہاں ہے۔
○ ہم حاضر ہیں لیکن ہمارے دلوں کا تعلق غائب (اللہ) سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم وطن اور نسب کے بندھنوں سے آزاد ہیں۔
○ ملت اسلامیہ کا باہمی تعلق ستاروں کے باہمی تعلق کی مانند ہے اور یہ تعلق نگاہ کی طرح ہماری نگاہ سے گم ہے۔
○ ہم ایک ہی ترکش کے تیز آہنی نوک والے تیر ہیں ہم ایک سے نظر آتے ہیں ہم ایک ہی طرح سے دیکھتے ہیں، اور ایک ہی طرح سے سوچتے ہیں۔
○ ہمارا مدعا بھی ایک ہے اور ہمارا مقصد بھی ایک ہے۔ ہماری سوچ بھی ایک ہے اور اس کے اظہار کا طریقہ بھی ایک جیسا ہے۔
○ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے کہ ہم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے (۳ : ۱۰۳) یک زبان یکدل اور یک جان ہو گئے۔

درمعنی اینکہ یاس و حزن و خوف ام الخبائث است و قاطعِ حیات و توحید ازالۂ این امراضِ خبیثہ می کند

مرگ را ساماں ز قطعِ آرزوست ⁽¹⁾ زندگانی محکم از لَا تَقْنَطُوْا ست
تا امید از آرزوے پیہم است ناامیدی زندگانی را سم است
ناامیدی ہمچو گور افشاردت گرچہ الوندی ز پا می آردت
ناتوانی بندۂ احسانِ او نامرادی بستۂ دامانِ او
زندگی را یاس خواب آور بود ایں دلیلِ سستیِ عنصر بود
چشمِ جاں را سرمہ اش اعمیٰ کند روزِ روشن را شبِ یلدا کند
از دمش میرد قوائے زندگی خشک گردد چشمہ ہائے زندگی
خفتہ با غم در تہِ یک چادر است غم رگِ جاں را مثالِ نشتر است

⁽¹⁾ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۔ (آیہ شریفہ)

اس مضمون کی وضاحت کہ ناامیدی غم اور ڈر سب برائیوں کی جڑ ہیں اور رشتۂ حیات منقطع کرنے والی ہیں، اور توحید ان امراضِ خبیثہ کا ازالہ کرتی ہے

- اُمید چھوڑ دینا گویا موت کا سامان کرنا ہے۔ زندگی کا استحکام اسی سے ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نااُمید نہ ہو۔
- چونکہ مسلسل آرزو ہی سے اُمید قائم رہتی ہے اس لیے نااُمیدی زندگی کے لیے زہرِ قاتل ہے۔
- نااُمیدی تجھے قبر کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتی ہے۔ اگر تو پہاڑ بھی ہے تو یہ تجھے گرا دیتی ہے۔
- ناتوانی نااُمیدی ہی کی لونڈی ہے اور ناکامی بھی اسی کے دامن سے وابستہ ہے۔
- نااُمیدی زندگی کے لیے خواب آور ہے یہ قُویٰ کی کمزوری کی دلیل ہے۔
- نااُمیدی کا سُرمہ جان کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے اور اس کی وجہ سے روزِ روشن شبِ تاریک میں بدل جاتا ہے۔
- اس کے افسوں سے زندگی کی صلاحیتیں مرجاتی ہیں۔ اور زندگی کے چشمے خشک ہو جاتے ہیں۔
- نااُمیدی غم کے ساتھ ایک چادر کے اندر سوئی رہتی ہے۔ غم رگِ جان کے لیے نشتر کی مانند ہے۔

اے کہ در زندانِ غم باشی اسیر (۱) از نبی تعلیمِ لَا تَحْزَنْ بگیر

ایں سبق صدیق را صدیق کرد سرخوش از پیمانۂ تحقیق کرد

از رضا مسلم مثالِ کوکب است در رہِ ہستی تبسم بر لب است

گر خدا داری ز غم آزاد شو

از خیالِ بیش و کم آزاد شو

قوتِ ایماں حیات افزایدت (۲) وردِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ بایدت

چوں کلیمے سوے فرعونے رود (۳) قلبِ او از لَا تَخَفْ محکم شود

بیم غیر اللہ عمل را دشمن است کاروانِ زندگی را رہزن است

عزمِ محکم ممکنات اندیش ازو ہمتِ عالی تامل کیش ازو

تخمِ او چوں در گلت خود را نشاند زندگی از خود نمائی باز ماند

فطرتِ او تنگ تاب و سازگار (۴) با دلِ لرزان و دستِ رعشہ دار

دزدد از پا طاقتِ رفتار را میبرد از دماغ افکار را

دشمنت ترساں اگر بیند ترا از خیابانت چو گل چیند ترا

(۱) لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (آیہ شریفہ) ۱۲ (۲) لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۔ (آیہ شریفہ) (۳) قُلْ لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنْتَ الْأَعْلٰى ۔ (آیہ شریفہ) ۱۲

(۴) تنگ تاب : کمزور ۱۲

○ اے وہ شخص جو غم کے قید خانے میں اسیر ہے جناب رسول پاکؐ کے ارشاد (لاتحزن ۹ : ۴۰) (غم نہ کھا) سے سبق حاصل کر۔

○ اس سبق نے ابوبکرؓ کو صدیق بنا دیا، اور وہ حق الیقین کی مے سے سرمست ہو گئے۔

○ راضی برضا رہنے سے مسلمان ستارے کی مانند راہِ حیات میں ہمیشہ متبسم رہتا ہے۔

○ اگر اللہ پر ایمان ہے تو ہر طرح کے غم اور نفع و نقصان کے خیال سے آزاد ہو جا۔

○ ایمان کی قوت تیری زندگی بڑھاتی ہے (اس لیے) تجھے لاخوف علیہم (۲ : ۳۸) کا ورد رکھنا چاہیئے۔

○ جب موسیٰؑ فرعون کی جانب گئے، ان کا قلب لاتخف (۲۰ : ۶۸) سے مضبوط ہوا۔

○ غیر اللہ کا خوف عمل کا دشمن اور قافلۂ حیات کا رہزن ہے۔

○ اس سے عزم محکم تشکیک کا شکار ہو جاتا ہے اور ہمت عالی تذبذب میں پڑ جاتی ہے۔

○ جب غیر اللہ کے خوف کا بیج تیری مٹی (بدن) میں بیٹھ جاتا ہے، تو زندگی اپنی قوتوں کے اظہار سے باز رہتی ہے۔

○ اس کی فطرت کمزور اور لرزنے والے دل اور کانپنے والے ہاتھ کے مطابق ہو جاتی ہے۔

○ خوف اس کے پاؤں سے چلنے کی طاقت چرا لیتا ہے اور اس کے دماغ سے اعلیٰ افکار چھین لیتا ہے۔

○ جب دشمن تجھے خوفزدہ دیکھتا ہے تو ایسے توڑ لیتا ہے جیسے کیاری سے پھول توڑا جاتا ہے۔

ضربِ تیغِ او قوی تر می فتد — ہم نگاہش مثلِ خنجر می فتد

بیم چوں بند است اندر پائے ما — ورنہ صد سیل است در دریائے ما

بر نمی آید اگر آہنگِ تو — نرم از بیم است تارِ چنگِ تو

گوش تابش دہ کہ گردد نغمہ خیز — بر فلک از نالہ آرد رستخیز

بیم جاسوسے است از اقلیمِ مرگ — اندرونش تیرہ مثلِ میمِ مرگ

چشمِ او بر ہم زنِ کارِ حیات — گوشِ او بزگیر[1] اخبارِ حیات

ہر شرِ پنہاں کہ اندر قلبِ تست — اصلِ او بیم است اگر بینی درست

لابہ[2] و مکاری و کین و دروغ — ایں ہمہ از خوف می گیرد فروغ

پردۂ زُور و ریا پیراہنش — فتنہ را آغوشِ مادر دامنش

زانکہ از ہمت نباشد استوار — می شود خوشنود با ناساز گار

ہر کہ رمزِ مصطفیٰؐ فہمیدہ است — شرک را در خوف مضمر دیدہ است

(۱) بُزگیر : چور ۱۲ (۲) لابہ : خوشامد ۱۲

○ اس کی تلوار کی ضرب تجھ پر اور زور سے پڑتی ہے۔ بلکہ اس کی نگاہ بھی خنجر کا اثر پیدا کرتی ہے۔

○ خوف ہمارے پاؤں میں زنجیر کی مانند ہے۔ ورنہ ہمارے دریائے (ہمت) میں سیکڑوں سیلاب موجود ہیں۔

○ اگر تیرے ساز سے لے نہیں اٹھتی تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس کی تار خوف کے باعث نرم ہو چکی ہے۔

○ اس کے تار کس تا کہ ان سے نغمہ پیدا ہو۔ اور اس کا نالہ آسمان پر پہنچ کر محشر بپا کر دے۔

○ خوف حکومتِ مرگ کا جاسوس ہے۔ اور اس کا اندرون میمِ مرگ کی مانند تاریک ہے۔

○ اس جاسوس کی آنکھ زندگی کے معاملات کو درہم برہم کر دیتی ہے۔ اور اس کے کان زندگی کی بڑی بڑی خبریں چرا لے جاتے۔

○ تیرے دِل کے اندر جو بھی برائی پنہاں ہے۔ اگر تو غور سے دیکھے تو اس کی بُنیاد خوف ہے۔

○ خوشامد، مکاری، کینہ، جھوٹ یہ سب بُرائیاں خوف ہی سے فروغ پاتی ہیں۔

○ خوف کا پیراہن جھوٹ اور ریاکاری کا پردہ ہے، اور اس کا دامن فتنے کے لیے آغوشِ مادر ہے۔

○ جو کوئی ہمت سے محکم نہیں وُہ ناساز گار چیزوں سے بھی خُوشی خُوشی موافقت پیدا کر لیتا ہے۔

○ جس کسی نے حضورِ اکرمؐ کے ارشادات کی حقیقت سمجھ لی وُہ اس نے شرک کو خوف کے اندر پوشیدہ دیکھ لیا ہے۔

محاورہ تیر و شمشیر

سرِ حق تیر از لبِ سوفار گفت — تیغ را در گرمیٔ پیکار گفت
اے پریہا جوہر اندر قافِ تو — ذوالفقارِ حیدرؓ از اسلافِ تو
قوتِ بازوے خالدؓ دیدہٖ — شام را بر سر شفق پاشیدہٖ
آتشِ قہرِ خدا سرمایہ ات — جنت الفردوس زیرِ سایہ ات
در ہوایم یا میانِ ترکشم — ہر کجا باشم سراپا آتشم
از کماں آیم چو سوے سینہ من — نیک می بینم بہ توے سینہ من
گر نباشد در میاں قلبِ سلیم — فارغ از اندیشہاے یاس و بیم
چاک چاک از نوکِ خود گردانمش — نیمہ از موجِ خوں پوشانمش
ور صفاے او ز قلبِ مومن است — ظاہرش روشن ز نورِ باطن است

از تفِ او آب گردد جانِ من
ہمچو شبنم می چکد پیکانِ من

تیر و شمشیر کی گفتگو

- تیر نے اپنی سوفار (تیر کا پچھلا حصہ) کی زبان سے سچّی بات کہی۔ اس نے گھمسان کی جنگ میں تلوار سے کہا۔
- تیرے جو ہر کوہ قاف کی پریوں کی مانند ہیں، ذوالفقار حیدر تیرے اسلاف میں سے تھی۔
- تو نے حضرت خالدؓ کے بازو کی قوت دیکھی ہے اور ملک شام پر خون کی شفق بکھیری ہے۔
- (ایک طرف) اللہ تعالیٰ کے قہر کی آگ تیرا سرمایہ ہے (دوسری طرف) جنّت الفردوس تیرے سایہ کے نیچے ہے۔
- میں فضا میں اُڑ رہا ہوں یا ترکش میں پڑا ہوں، جہاں بھی ہوتا ہوں سراپا آتش ہوتا ہوں۔
- میں جب کمان سے دُشمن کے سینے کی جانب آتا ہوں تو پہلے اس کے سینے کے اندر غور سے دیکھتا ہوں۔
- اگر اس کے اندر یاس و بیم کے اندیشوں سے فارغ قلبِ سلیم نہ ہو تو میں اسے اپنی نوک سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہوں۔ اور خون کی پوشاک پہنا دیتا ہوں۔
- لیکن اگر اس کے اندر قلب مومن کی صفائی ہو۔ اور اس کا ظاہر نور باطن سے روشن ہو تو اس کی گرمی سے میری جان پانی پانی ہو کر میرے پیکان سے شبنم کی مانند ٹپک جاتی ہے۔

حکایت شیر و شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ

شاہِ عالمگیر گردوں آستاں — اعتبارِ دودمانِ گورگاں
پایۂ اسلامیاں برتر ازو — احترامِ شرعِ پیغمبر ازو
درمیانِ کارزارِ کفر و دیں — ترکشِ ما را خدنگِ آخریں
تخمِ الحادے کہ اکبر پرورید — باز اندر فطرتِ دارا دمید
شمعِ دل در سینہ ہا روشن نبود — ملتِ ما از فساد ایمن نبود
حق گزید از ہند عالمگیر را — آں فقیرِ صاحبِ شمشیر را
از پئے احیاے دیں مامور کرد — بہرِ تجدیدِ یقیں مامور کرد
برقِ تیغش خرمنِ الحاد سوخت — شمعِ دیں در محفلِ ما بر فروخت
کور ذوقاں داستانہا ساختند — وسعتِ ادراکِ او نشناختند
شعلۂ توحید را پروانہ بود — چوں براہیم اندریں بتخانہ بود

در صفِ شاہنشہاں یکتاستے
فقرِ او از تربتش پیداستے

روزے آں زیبندۂ تاج و سریر — آں سپہدار و شہنشاہ و فقیر

شہنشاہ عالمگیرؒ اور شیر کی کہانی

- آسمان مرتبت شہنشاہ عالمگیر جو خاندانِ تیمور کے لیے باعث فخر ہے۔
- اس کی وجہ سے مسلمانوں کی توقیر بڑھی۔ اس کے دور میں حضورؐ کی شریعت کا احترام قائم ہوا۔
- کفر و دین کی جنگ میں وہ ہمارے ترکش کا آخری تیر تھا۔
- اکبر نے الحاد کے جس بیج کو بویا اور اس کی نشو و نما کی۔ اس نے دوبارہ دارا شکوہ کی فطرت سے سر نکالا۔
- سینوں کے اندر دلوں کی شمعیں بجھ چکی تھیں۔ اور ہماری ملتِ اسلامیہ کو فساد کا خطرہ درپیش تھا
- اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں عالمگیر کو منتخب فرمالیا۔ وہ عالمگیرؒ جو فقیر صاحب شمشیر تھا۔
- اور اسے احیاء دین و تجدید ایمان کے لیے مامور فرمایا۔
- اس کی تلوار الحاد کے خرمن پر بجلی بن کر گری اور اسے جلا دیا۔ اور اس نے ہمارے درمیان دین کی شمع روشن کر دی۔
- بے سمجھ لوگوں نے اس کے بارے میں کئی کہانیاں گھڑ لیں۔ وہ اس کے ذہنی وسعت کے افق کا اندازہ نہ کر سکے۔
- وہ شمع توحید کا پروانہ تھا۔ وہ بتخانۂ ہند کے ابراہیم ثابت ہوئے۔
- وہ شہنشاہوں کی صف میں یکتا ہیں۔ ان کا فقر ان کی قبر سے ظاہر ہے۔
- وہ زینت تخت و تاج۔ وہ جو بہ یک وقت سپہ سالار شہنشاہ اور فقیر تھا۔

صبحگاہاں شد بہ سیرِ بیشۂ — با پرستارے وفا اندیشۂ

سرخوش از کیفیتِ بادِ سحر — طائراں تسبیح خواں بر ہر شجر

شاہِ رمز آگاہ شد محوِ نماز — خیمہ بر زد در حقیقت از مجاز

شیرِ ببر آمد پدید از طرفِ دشت — از خروشِ او فلک لرزندہ گشت

بوئے انسان دادش از انسان خبر — پنجہ عالمگیر را زد بر کمر

دستِ شہ نادیدہ خنجر بر کشید — شرزہ شیرے را شکم از ہم درید

دل بخود راہے نداد اندیشہ را — شیرِ قالیں کرد شیرِ بیشہ را

باز سوئے حق رمید آں ناصبور — بود معراجش نمازِ با حضور

ایں چنیں دل خود نما و خود شکن — دارد اندر سینۂ مومن وطن

بندۂ حق پیشِ مولیٰ لاستے — پیشِ باطل از نعم برجاستے

تو ہم اے ناداں دلے آور بدست — شاہدے را محملے آور بدست

خویش را در باز و خود را باز گیر — دام گستر از نیاز و ناز گیر

عشق را آتش زنِ اندیشہ کن — روبہ حق باش و شیری پیشہ کن

خوفِ حق عنوانِ ایمان است و بس

خوفِ غیر از شرکِ پنہان است و بس

- ایک روز صبح کے وقت ایک عقیدتمند اور وفادار ساتھی کے ساتھ جنگل کی سیر کو نکلا۔
- بادِ صبا کی کیفیت سے سرخوش ہوکر پرندے ہر درخت پر حمد کے گیت گا رہے تھے۔
- وہ حقیقت شناس بادشاہ بھی نماز میں محو ہو گیا۔ اس نے مجاز سے خیمہ اٹھایا۔ اور حقیقت میں نصب کر لیا۔
- جنگل کی طرف سے ایک ببر شیر نکلا۔ اس کی دہاڑ سے آسمان پر لرزہ طاری ہو گیا۔
- انسان کی بو نے اسے انسان کی موجودگی کی خبر دے دی تھی (قریب پہنچ کر) اس نے عالمگیرؒ کی کمر پر پنجہ مارا۔
- بادشاہ نے اسے دیکھے بغیر خنجر نکالا اور غضبناک شیر کا شکم چاک کر دیا۔
- وہ ذرا نہ گھبرایا اور اس نے ایک ہی وار سے جنگل کے شیر کو شیرِ قالین بنا دیا۔
- اس کے بعد وہ عبادت کا شیدائی پھر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسے نماز میں معراج کی سی کیفیت حاصل تھی۔
- مومن کے سینے میں ایسا ہی خود نما و خود شکن دل جاگزیں ہوتا ہے۔
- بندۂ حق اللہ تعالیٰ کے سامنے لا (خود شکن) ہے اور باطل کے سامنے 'نعم' (خود نما) ہے۔
- اے ناداں تو بھی اپنے سینے میں ایسا دل پیدا کر جو محبوب (حق تعالیٰ) کا محمل ہو۔
- اپنے آپ کو قربان کر کے اپنے آپ کو پالے۔ نیاز کا دام بچھا کر ناز کو شکار کرے۔
- عشق سے وسوسوں کو جلا دے۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور شیر بن جا۔
- اللہ تعالیٰ کا خوف ہی ایمان کا عنوان ہے اور شرک خوف غیر ہی سے عبارت ہے۔

رکن دوم

رسالت

تارکِ آفل براہیمِ خلیلؑ (۱) انبیا را نقشِ پائے او دلیل
آں خدائے لم یزل را آیتے (۲) داشت در دل آرزوئے ملتے
جوئے اشک از چشمِ بیخوابش چکید (۳) تا پیامِ طَھِّرَا بَیْتِیَ شنید
بہرِ ما ویرانہ آباد کرد (۴) طائفاں را خانہ بنیاد کرد
تا نہالِ تُبْ عَلَیْنَا غنچہ بست (۵) صورتِ کارِ بہارِ ما نشست

(۱) آفل: غروب ہونے والا۔ زوال پذیر۔ تلمیح ہے آیہ شریفہ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ۔ کی طرف ۱۲ (۲) رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ۔ (آیہ شریفہ) (۳) وَعَہِدْنَآ اِلٰٓی اِبْرٰھٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَہِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْعٰکِفِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ۝ (آیہ شریفہ) (۴) رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ (آیہ شریفہ) (۵) وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ (آیہ شریفہ)

رکن دوم

رسالت

○ غروب ہو جانے والوں کو ترک کر دینے والا ابراہیمؑ خلیل اللہ جن کا نقش پا انبیاء کے لیے رہنما ہے۔

○ وہ جو خدائے زوال ناپذیر کی آیت تھے۔ وہ بھی اپنے دِل میں ملّت کی آرزو رکھتے تھے۔

○ ان کی بے خواب آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہ نکلیں تب جا کر انہوں نے "طہرا بیتی" کا پیغام سُنا۔

○ ہماری خاطر انہوں نے ویرانہ آباد کیا اور طواف کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے گھر کی از سرِ نو تعمیر کی۔

○ تب کہیں جا کر "تُبْ عَلَیْنَا" کے درخت سے کلی پھوٹی (اور) ہماری بہار کی صورت رونما ہوئی۔

حق تعالیٰ پیکرِ ما آفرید | وز رسالت در تنِ ما جاں دمید
حرفِ بے صوت اندریں عالم بدیم | از رسالت مصرعِ موزوں شدیم
از رسالت در جہاں تکوینِ ما | از رسالت دینِ ما آئینِ ما
از رسالت صد ہزار ما یک است | جزوِ ما از جزوِ ما لاینفک است
آں کہ شانِ اوست یَهۡدِی مَنۡ یُّرِیۡد | از رسالت حلقہ گردِ ما کشید
حلقۂ ملت محیط افراستے | مرکزِ او وادیِ بطحاستے
ما ز حکمِ نسبتِ او ملتیم | اہلِ عالم را پیامِ رحمتیم
از میانِ بحرِ او خیزیم ما | مثلِ موج از ہم نمی ریزیم ما
امتش در حرزِ دیوارِ حرم (۱) | نعرہ زن مانندِ شیراں در اجم
معنیِ حرفم کنی تحقیق اگر | بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبیؐ | از خدا محبوب تر گردد نبیؐ
قلبِ مومن را کتابش قوت است | حکمتش حبل الوریدِ ملت است
دامنش از دست دادن مردن است | چوں گل از بادِ خزاں افسردن است
زندگی قوم از دمِ او یافت است | ایں سحر از آفتابش تافت است
فرد از حق ملت از وے زندہ است | از شعاعِ مہرِ او تابندہ است

(۱) اَحَلَّ اُمَّتَہٗ فِی حِرۡزِ مِلَّتِہٖ | کاللَّیۡثِ حَلَّ مَعَ الۡاَشۡبَالِ فِی اَجَمِ (قصیدہ بردہ)

- اللہ تعالیٰ نے اُمتِ مسلمہ کا پیکر تخلیق فرمایا اور رسالت سے ہمارے اس بدن میں جان پھونکی۔
- ہم اس دُنیا میں حرفِ بے آواز تھے۔ رسالت نے ہمیں موزوں مصرعہ بنا دیا۔
- رسالت ہی سے اس دُنیا میں ہمارا وجود قائم ہے۔ رسالت سے ہی ہمارا دین اور ہمارا آئین (شریعت) ہے۔
- رسالت ہی سے ہم ہزارہا ہونے کے باوجود ایک ہیں۔ اسی ہی کی بدولت ہمارا ایک جزو دوسرے کا جزو لاینفک (جُدا نہ ہونے والا) ہے۔
- حق تعالیٰ جن کی یہ شان ہے کہ وُہ جسے چاہتے ہیں ہدایت فرماتے ہیں اُنہوں نے رسالت کی صُورت ہمارے گرد دائرہ کھینچ دیا ہے (جو اس دائرے کے اندر آگیا ہے وُہ ہدایت یافتہ ہے)
- ملت کا حلقہ جس کا مرکز وادی بطحاء (بیت اللہ شریف) ہے۔ ہر دم وسعت پذیر ہے۔
- ہم حضورؐ کی نسبت سے ایک ملت ہیں۔ اور دُنیا والوں کے لیے رحمت کا پیغام ہیں۔
- ہم رسالت کے سمندر سے اُٹھے ہیں، اور موج کی مانند ہم ایک دُوسرے سے جُدا نہیں ہوتے۔
- حضُورؐ کی اُمت دیوارِ حرم کی پناہ میں ہے اور اس طرح نعرہ زن ہے جیسے شیر جنگل میں۔
- اگر تو میری بات کی تحقیق کرے اور اگر تو سیدنا صدیقؓ کی آنکھ سے دیکھے۔
- تو نبی اکرمؐ قلب و جگر کی قوت بن جاتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بھی زیادہ محبوب بن جاتے ہیں۔
- حضُورؐ پر نازل شُدہ کتاب قلبِ مومن کے لیے قوت ہے اور آپؐ کے حکیمانہ اقوال ملت کے لیے شہ رگ کی حیثیت رکھتے ہیں۔
- حضُورؐ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دینا موت ہے یہ ایسے ہے جیسے پھُول بادِ خزاں سے مرجھا جائے۔
- ملت نے آپؐ کے دم سے زندگی پائی ہے۔ ملت کی صُبح آپؐ کے آفتاب سے روشن ہے۔
- فرد اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق سے قائم ہے۔ اور ملتِ حضُورؐ کے ساتھ تعلق سے زندہ ہے اور آپؐ کے آفتاب کی شعاع سے چمک رہی ہے۔

از رسالت ہم نوا گشتیم ما — ہم نفس ہم مدعا گشتیم ما
کثرتِ ہم مدعا وحدت شود — پختہ چوں وحدت شود ملت شود
زندہ ہر کثرت ز بندِ وحدت است — وحدتِ مسلم ز دینِ فطرت است
دینِ فطرت از نبی آموختیم — در رہِ حق مشعلے افروختیم
ایں گہر از بحرِ بے پایانِ اوست — ما کہ یک جانیم از احسانِ اوست
تا نہ ایں وحدت ز دستِ ما رود — ہستیٔ ما با ابد ہمدم شود
پس خدا بر ما شریعت ختم کرد — بر رسولِ ما رسالت ختم کرد
رونق از ما محفلِ ایام را — او رسل را ختم و ما اقوام را
خدمتِ ساقی گری با ما گذاشت — داد ما را آخریں جامے کہ داشت
لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ز احسانِ خداست — پردۂ ناموسِ دینِ مصطفیٰ است
قوم را سرمایۂ قوت ازو — حفظِ سرِ وحدتِ ملت ازو
حق تعالیٰ نقشِ ہر دعویٰ شکست — تا ابد اسلام را شیرازہ بست

دل ز غیر اللہ مسلماں بر کند
نعرۂ لَا قَوْمَ بَعْدِیْ می زند

(۱) لما دعا اللہ داعینا لطاعتہ — باکرم الرسل کنا اکرم الامم (بوصیری)

- رسالت ہی سے ہم، ہم نوا، ہم نفس اور ہم مدعا ہوئے ہیں۔
- ایک ہی مقصود رکھنے والوں کی کثرت وحدت بن جاتی ہے اور جب وحدت پختہ ہو تو وہ ملت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
- ہر کثرت وحدت کے بندھن سے زندہ ہے، مسلمانوں کی وحدت کا دار و مدار دینِ فطرت (اسلام) پر ہے۔
- یہ دینِ فطرت ہم نے نبیٔ اکرمؐ سے سیکھا ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی راہ میں مشعل روشن کی ہے۔
- دینِ فطرت حضورؐ کے بحرِ بے پایاں کا موتی ہے، ہم جو یک جان ہیں تو یہ حضورؐ کا احسان ہے۔
- جب تک ہماری یہ وحدت قائم ہے ہمارا وجود ابد سے ہمکنار ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے شریعت ہم پر ختم کر دی ہے جیسے رسولِ پاکؐ پر رسالت ختم کر دی ہے۔
- محفلِ ایام (دنیا) کی رونق ہماری وجہ سے ہے، حضورؐ آخری رسول ہیں اور ہم آخری ملت۔
- اب اللہ تعالیٰ نے ساقی گری کی خدمت ہم پر چھوڑ دی ہے۔ اپنا آخری جام (ہدایت) ہمیں عطا فرما دیا۔
- حضورؐ کے بعد کسی اور نبی کا نہ آنا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اس سے ناموسِ دینِ مصطفیٰ کا تحفظ ہے۔
- یہی چیز ملت کے لیے سرمایۂ قوت اور وحدتِ ملت کے بھید کی حفاظت کرنے والی ہے۔
- اللہ تعالیٰ نے ابد تک اسلام کی شیرازہ بندی فرما کر (ہر نئے اور پرانے دین کے) دعوائے (سربلندی) کا نقش مٹا دیا۔ ۴۸ : ۲۸۔
- مسلمان غیر اللہ سے دل اٹھا لیتا ہے۔ "اور میرے بعد کوئی قوم نہیں" کا نعرہ لگاتا ہے۔

در معنیٔ این کہ مقصودِ رسالتِ محمدیہؐ تشکیل و تاسیسِ حریت و مساوات و اخوتِ بنی نوعِ آدم است

بود انساں در جہاں انساں پرست	ناکس و نابود مند و زیردست
سطوتِ کسریٰ و قیصر رہزنش	بندہا در دست و پا و گردنش
کاہن و پاپا و سلطان و امیر	بہرِ یک نخچیر صد نخچیر گیر
صاحبِ اورنگ و ہم پیرِ کنشت	باج بر کشتِ خرابِ او نوشت
در کلیسا اسقفِ رضواں فروش	بہرِ ایں صیدِ زبوں دامے بدوش
برہمن گل از خیابانش ببرد	خرمنش مغ زادہ با آتش سپرد
از غلامی فطرتِ او دوں شدہ	نغمہ ہا اندر نئے او خوں شدہ
تا امینے حق بحقداراں سپرد	بندگاں را مسندِ خاقاں سپرد

اس مضمون کی وضاحت میں کہ رسالتِ محمدیہؐ کا مقصود بنی آدم کی آزادی مساوات اور اخوت کی تشکیل و تاسیس ہے

- دُنیا میں انسان انسان کی پرستش کرتا ہے، لوگ انسانیت سے گر چکے تھے۔ ان کی کوئی ہستی نہیں تھی اور وہ دبے ہوئے تھے۔
- قیصر و کسریٰ کی سطوت نے رہزن بن کر اس کے ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیریں ڈال رکھی تھیں۔
- کہیں کاہن تھے کہیں پوپ۔ کہیں سلطان کہیں حاکم، ایک شکار کے لیے سینکڑوں شکاری تھے
- بادشاہ اور مذہبی رہنما دونوں انسانیت کی ویران کھیتی پر بھی مالیہ لگاتے تھے۔
- عیسائیت کی جنّت کے پروانے فروخت کرنے والا پادری اسی صید زبوں کے شکار کے لیے کندھے پر جال رکھے ہوئے تھا۔
- برہمن نے بھی انسانیت کی کیاری سے پھول توڑ لیا مُغ زادہ نے انسانیت کے خرمن کو آگ کے سپرد کر دیا۔
- غلامی کی وجہ سے انسانوں کی فطرت پست ہو گئی تھی۔ انسانیت کی نے کے نغمے خون آلود تھے۔
- ان حالات میں جناب رسولِ پاکؐ تشریف لائے اور انہوں نے امین بن کر حقداروں کا حق ان کے سپرد کر دیا۔ بادشاہ کا تخت رعیت کے حوالے کر دیا۔

شعلہ ہا از مردہ خاکستر کشاد — کوہکن را پایۂ پرویز داد

اعتبارِ کارِ بنداں افزود — خواجگی از کارفرمایاں ربود

قوّتِ او ہر کہن پیکر شکست — نوعِ انساں را حصارِ تازہ بست

تازہ جاں اندر تنِ آدم دمید — بندہ را باز از خداونداں خرید

زادنِ او مرگِ دنیائے کہن — مرگِ آتش خانہ و دیر و شمن

حرّیت زاد از ضمیرِ پاکِ او — ایں مئے نوشیں چکید از تاکِ او

عصرِ نو کایں صد چراغ آوردہ است — چشم در آغوشِ او وا کردہ است

نقشِ نو بر صفحۂ ہستی کشید — اُمّتے گیتی کشائے آفرید

اُمّتے از ما سوا بیگانۂ — بر چراغِ مصطفیٰ پروانۂ

اُمّتے از گرمیِ حق سینہ تاب — ذرہ اش شمعِ حریمِ آفتاب

کائنات از کیفِ او رنگیں شدہ — کعبہ ہا بُت خانہ ہائے چیں شدہ

مرسلان و انبیا آبائے او — اکرمِ او نزدِ حق اتقائے او (۱)

کُلُّ مُؤمِنٍ اِخوَۃٌ اندر دلش — حُرّیت سرمایۂ آب و گلش

ناشکیبِ امتیازات آمدہ — در نہادِ او مساوات آمدہ

(۱) انّ اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم۔ (آیہ شریفہ)

- آپؐ نے انسانیت کی مردہ راکھ سے (زندگی کے) شعلے پیدا کیے اور کوہ کن (مزدور) پرویز (بادشاہ) کا مرتبہ عطا فرمایا۔
- آپؐ نے مزدور کی وقعت بڑھا دی، اور آقاؤں سے خواجگی چھین لی۔
- آپؐ کی قوّت نے ہر پرانا ڈھانچہ توڑ دیا۔ اور آپؐ نے نوعِ انسان کے ارد گرد ایک نیا حصار تعمیر کر دیا۔
- آپؐ نے آدم کے بدن میں نئی روح پھونک دی۔ غلام کو دوبارہ آقاؤں سے واپس خرید لیا۔
- آپؐ کی تشریف آوری، دورِ کہن کی موت کا سبب بنی۔ آتش کدے، دَیر اور بتکدے سب مٹ گئے۔
- آپؐ کے ضمیرِ پاک سے حُریت نے جنم لیا، یہ مزیدار شراب آپؐ ہی کے انگور سے ٹپکی۔
- دورِ حاضر جس نے (علم کے) سینکڑوں چراغ روشن کیے ہیں آپؐ ہی کے آغوش میں آنکھ کھولی ہے۔
- آپؐ نے صفحۂ ہستی پر ایک نیا نقش کندہ فرمایا یعنی ایک ایسی اُمت وجود میں لائے جس نے زمانے کو فتح کر لیا۔
- ایسی اُمت جو ماسوا سے بیگانہ اور صرف چراغِ مصطفےٰؐ کی پروانہ ہے۔
- ایسی اُمت جس کے سینہ کو حق و صداقت کی حرارت گرمائے ہوئے ہے جس کا ایک ایک ذرّہ حریمِ آفتاب کے لیے شمع کی حیثیت رکھتا ہے۔
- اس اُمت کی سرمستی نے کائنات کو رنگین کر دیا۔ اور پرانے بتکدے توحید کے گھر بن گئے۔
- انبیاء و رُسل اس اُمت کے آباء ہیں۔ اس اُمت کے متقین اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہیں۔
- سب مومن بھائی بھائی ہیں یہ بات اس اُمت کے دِل میں سرایت کر چکی ہے۔ حریت اسکے خمیر میں ہے۔
- اس اُمت کے لیے (دنیوی) امتیازات کا تصور ناقابلِ برداشت ہے کیونکہ اس کی نہاد میں مساوات رچی ہوئی ہے۔

ہمچو سرو آزاد فرزندانِ او (۱) پختہ از قَالُوا بَلٰی پیمانِ او
سجدۂ حق گل بسیمایش زدہ
ماہ و انجم بوسہ بر پایش زدہ

حکایت بوعبید و جابان در معنئ اخوّتِ اسلامیہ

شد اسیرِ مسلمے اندر نبرد (۲) قائدے از قائدانِ یزدجرد (۳)
گبر باراں دیدہ و عیّار بود حیلہ جو و پرفن و مکّار بود
از مقامِ خود خبردارش نکرد ہم ز نامِ خود خبردارش نکرد
گفت می خواہم کہ جاں بخشی مرا چوں مسلماناں اماں بخشی مرا
کرد مسلم تیغ را اندر نیام گفت خونت ریختن بر من حرام
چوں درفشِ کاویانی چاک شد (۴) آتشِ اولادِ ساساں خاک شد

(۱) الست بربکم قالوا بلیٰ۔ (آیہ شریفہ)
(۲) قائد: سپہ سالار ۱۲ (۳) یزدجرد: نام شہنشاہِ ایران۔
(۴) درفشِ کاویانی: ایرانی علم کا نام ۱۲

○ اس کے فرزند سرو کی مانند آزاد ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیمانِ الست کے سبب مستحکم ہیں۔
○ اللہ تعالیٰ کے حضور سجدوں کے نشان ان کے چہروں پر پھول کی مانند سجے ہوئے ہیں۔ چاند ستارے ان کے پاؤں کو بوسہ دیتے ہیں۔

بوعبیدؒ ثقفی اور جابان کی حکایت اخوّتِ اسلامیہ کے بارے میں

○ جنگ کے دوران یزدجرد کے سپہ سالاروں میں سے ایک سپہ سالار مسلمان کے ہاتھوں قیدی بن گیا۔
○ وہ ایرانی آتش پرست، چالاک، ہوشیار، حیلہ جو، پُرفن و مکّار تھا۔
○ اس نے مسلم مجاہد کو اپنے نام، مقام اور مرتبہ سے خبردار نہ کیا۔
○ بلکہ درخواست کی کہ میری جان بخشی کی جائے اور مسلمانوں کے شیوہ کے مطابق مجھے امان دے دی جائے۔
○ مسلمان نے تیغ نیام میں کر دی اور کہہ دیا کہ تیرا خون بہانا مجھ پر حرام ہے۔
○ جب درفش کاویانی (ایرانی جھنڈا) چاک چاک ہو گیا (یعنی ایرانیوں کو شکست ہو گئی) اور ساسانیوں کی آگ بجھ گئی۔

آشکارا شد کہ جابان است او	میرِ بازانِ ایران است او
قتلِ او از میرِ عسکر خواستند	از فریبِ او سخن آراستند
بوعبیدؓ آن سیدِ فوجِ حجاز	در وغا عزمش ز لشکر بے نیاز
گفت اے یاراں مسلمانیم ما	تارِ چنگیم و یک آہنگیم ما
نعرۂ حیدرؓ نوائے بوذرؓ است	گرچہ از حلقِ بلالؓ و قنبرؓ است
ہر یکے از ما امینِ ملت است	صلح و کینش صلح و کینِ ملت است
ملت ار گردد اساسِ جانِ فرد	عہدِ ملت می شود پیمانِ فرد
گرچہ جاباں دشمنِ ما بودہ است	مسلمے او را اماں بخشودہ است

خونِ او اے معشرِ خیر الانام
بر دمِ تیغِ مسلماناں حرام

○ تو پتہ چلا کہ وُہ ایرانی جنگجوؤں کا سپہ سالار جابان ہے ۔
○ مُسلمانوں نے اس کے فریب کے متعلق سپہ سالار تک بات پہنچائی اور اس کے قتل کی اجازت چاہی ۔
○ فوجِ حجاز کے سپہ سالار ابو عبیدؓ ثقفی جنگ میں جن کے عزم کا دار و مدار لشکر کی تعداد سے بے نیاز تھا ۔
○ اُنہوں نے کہا دوستو! ہم سب مسلمان ہیں ہم سب ایک ہی رباب کے تار ہیں اور یک آہنگ ہیں ۔
○ کوئی نعرہ یا نوا خواہ وُہ بلالؓ و قنبرؓ کے حلق سے پیدا ہو ہم اُسے حضرت علیؓ اور حضرت ابو ذر غفاری کا نعرہ سمجھیں گے ۔
○ ہم میں سے ہر ایک امینِ ملّت ہے اور اس کی طرف سے صلح و دُشمنی کا اعلان ملت کا اعلان ہے ۔
○ جب ملّت فرد کی جان کی بُنیاد ہو جائے تو فرد کا پیمان ملت کا پیمان بن جاتا ہے ۔
○ اگرچہ جاباں ہمارا دُشمن تھا ۔ مگر ایک مُسلمان اسے امان دے چکا ہے ۔
○ اے اُمتِ خیر الانام اب جابان کا خون ہماری تلواروں پر حرام ہے ۔

حکایت سلطان مراد و معمار در معنیٔ مساوات اسلامیہ

بود معمارے ز اقلیمِ خجند / در فنِ تعمیر نامِ او بلند

ساخت آں صنعت گرِ فرہاد زاد / مسجدے از حکمِ سلطانِ مراد

خوش نیامد شاہ را تعمیرِ او / خشمگیں گردید از تقصیرِ او

آتشِ سوزندہ از چشمش چکید / دستِ آں بیچارہ از خنجر برید

جوئے خوں از ساعدِ معمار رفت / پیشِ قاضی ناتوان و زار رفت

آں ہنرمندے کہ دستش سنگ سفت / داستانِ جورِ سلطاں باز گفت

گفت اے پیغامِ حق گفتارِ تو / حفظِ آئینِ محمد کارِ تو

سفتہ گوشِ سطوتِ شاہاں نیم / قطع کن از روئے قرآں دعویم

قاضیِ عادل بدنداں خستہ لب / کرد شہ را در حضورِ خود طلب

رنگِ شہ از ہیبتِ قرآں پرید / پیشِ قاضی چوں خطاکاراں رسید

از خجالت دیدہ بر پا دوختہ / عارضِ او لالہ ہا اندوختہ

یک طرف فریادیٔ دعوی گرے / یک طرف شاہنشہِ گردوں فرے

گفت شہ از کردہ خجلت بردہ ام / اعتراف از جرمِ خود آوردہ ام

سلطان مراد اور معمار کی حکایت مساوات اسلامیہ کے بارے میں

- ترکستان میں دریائے سیحوں کے کنارے واقع شہر خجند میں ایک معمار تھا جسکا نام فن تعمیر میں بہت بلند تھا۔
- اس فرہاد زاد صنعت گر نے سلطان مراد کے حکم سے ایک مسجد تعمیر کی۔
- بادشاہ کو اس کی تعمیر پسند نہ آئی اور وہ (اس بارہ میں) اسکی کوتاہی دیکھکر غصے میں آگیا۔
- بادشاہ کی آنکھوں سے غصہ میں شرارے نکلنے لگے۔ اس نے اس بیچارے معمار کا ہاتھ خنجر سے کاٹ دیا۔
- معمار کی کلائی سے خون کی ندی بہ نکلی اور وہ کمزور و ناتواں شخص قاضی کے سامنے جا کر پیش ہو گیا۔
- وہ ہنرمند جس کا ہاتھ پتھر پر وتا تھا اس نے قاضی کے سامنے سلطان کے ظلم کی داستان بیان کی۔
- اور کہا آپ کی زبان حق تعالٰی کے پیغام کی ترجمان ہے۔ اور شریعت محمدیہ کا تحفظ آپ کی ذمہ داری ہے
- (میں مرد آزاد ہوں) بادشاہوں کی سطوت کا غلام نہیں ہوں۔ قرآن پاک کی رو سے میرے دعوے کا فیصلہ کیجئے۔
- عادل قاضی (غصہ سے) اپنے ہونٹ کاٹنے لگا۔ اس نے فوراً بادشاہ کو اپنے حضور طلب کیا۔
- ہیبت قرآن پاک سے شاہ کا رنگ اڑ گیا اور مجرموں کی طرح قاضی کے سامنے پیش ہوا۔
- شرم کے مارے اس کی نگاہیں اس کے پاؤں پر جمی تھیں اور اس کے رخسار سرخ ہو رہے تھے۔
- (قاضی کی عدالت میں) ایک طرف فریادی اپنا دعویٰ لیے کھڑا تھا اور دوسری طرف بلند مرتبت بادشاہ۔
- بادشاہ نے کہا میں اپنے کیے پر شرمندہ ہوں اور مجھے اپنے جرم کا اعتراف ہے۔

گفت قاضی فی القصاص آمد حیوٰۃ (۱)   زندگی گیرد بایں قانوں ثبات

عبد مسلم کمتر از احرار نیست   خونِ شہ رنگیں تر از معمار نیست

چوں مراد ایں آیۂ محکم شنید   دستِ خویش از آستیں بیروں کشید

مدعی را تابِ خاموشی نماند   آیۂ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانَ خواند (۲)

گفت از بہرِ خدا بخشیدمش   از برائے مصطفیٰ بخشیدمش

یافت مورے بر سلیمانے ظفر   سطوتِ آئینِ پیغمبر نگر

پیشِ قرآں بندہ و مولا یکے است

بوریا و مسندِ دیبا یکے است

(۱) ولکم فی القصاص حیوٰۃ یا اولی الالباب۔ (آیہ شریفہ)

(۲) ان اللہ یأمرکم بالعدل والاحسان۔ (آیہ شریفہ)

- قاضی نے کہا، زندگی کا دارومدار قانونِ قصاص پر ہے۔ اسی قانون سے زندگی استحکام پاتی ہے۔
- مسلمان غلام آزاد سے کم تر نہیں، نہ بادشاہ کا خون معمار کے خون سے زیادہ سرخ ہے۔
- جب سلطان مراد نے یہ آیۂ محکم سنی تو اس نے اپنی آستین سے ہاتھ نکال کر آگے بڑھا دیا۔
- یہ دیکھ کر مدعی خاموش نہ رہ سکا۔ اس نے عدل واحسان کی آیت پڑھی۔
- اور کہا میں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسولؐ کی خاطر بادشاہ کو معاف کیا۔
- جنابِ رسولؐ پاک کے آئین کی شان دیکھ اس کی بدولت چیونٹی نے سلیمان پر فتح پائی۔
- قرآنِ پاک کی نظر میں آقا و غلام برابر ہیں۔ کوئی بوریا نشیں ہو یا تخت کا وارث ان میں کوئی فرق نہیں۔

معنیٔ حریتِ اسلامیہ و سِرِّ حادثۂ کربلا

ہر کہ پیماں باہوالموجود بست — گردنش از بندِ ہر معبود رست

مومن از عشق است و عشق از مومن است — عشق را ناممکنِ ما ممکن است

عقل سفاک است و او سفاک تر — پاک تر چالاک تر بیباک تر

عقل در پیچاکِ اسباب و علل — عشق چوگاں بازِ میدانِ عمل

عشق صید از زورِ بازو افگند — عقل مکار است و دامے می زند

عقل را سرمایہ از بیم و شک است — عشق را عزم و یقیں لاینفک است

آں کند تعمیر تا ویراں کند — ایں کند ویراں کہ آباداں کند

عقل چوں باد است ارزاں در جہاں — عشق کمیاب و بہائے او گراں

عقل محکم از اساسِ چون و چند — عشق عریاں از لباسِ چون و چند

عقل میگوید کہ خود را پیش کن — عشق گوید امتحانِ خویش کن

عقل با غیر آشنا از اکتساب — عشق از فضل است و با خود در حساب

عقل گوید شاد شو آباد شو — عشق گوید بندہ شو آزاد شو

عشق را آرامِ جاں حریت است — ناقہ اش را ساربان حریت است

اسلامی حریّت اور حادثۂ کربلاؑ کے راز کی وضاحت میں

- جس کسی نے ہوالموجود سے پیمان باندھا اس کی گردن ہر معبود کی قید سے آزاد ہو گئی۔
- مومن اللہ تعالیٰ کے عشق سے قائم ہے اور عشق کا وجود مومن سے ہے وہ چیزیں جو ہمارے لیے ناممکن ہیں وہ عشق کے نزدیک ممکن ہیں۔
- عقل اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے (دوسروں کا) خون بہانے سے گریز نہیں کرتی اور عشق اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنی جان دیتے ہیں اس سے بڑھ کر۔ عشق کے مقاصد عقل سے زیادہ پاکیزہ اور عشق اپنے عمل میں زیادہ تیز رو، اور بیباک ہے۔
- عقل اسباب اور وجوہ کے چکر میں پڑی رہتی ہے عشق میدان عمل کا شہسوار ہے۔
- عشق قوتِ بازو سے شکار کو گراتا ہے۔ عقل مکار ہے اور اپنے شکار کیلئے جال بچھاتی ہے۔
- عقل کا سرمایہ خوف و شک ہے۔ عشق و عزم و یقین لازم و ملزوم ہیں۔
- عقل کی تعمیر میں ویرانی مضمر ہے اور عشق کی ویرانی میں تعمیر۔
- عقل دنیا میں ہوا کی مانند ارزاں ہے عشق کمیاب اور بیش بہا ہے۔
- عقل چون و چند "کیوں اور کتنا" کی بنیاد سے محکم ہے اور عشق اس قسم کے لباس سے بے نیاز ہے۔
- عقل کہتی ہے کہ اپنا مفاد پیشِ نظر رکھ کر۔ عشق کہتا ہے کہ اپنی آزمائش کر۔
- عقل استحصال کی خاطر دوسروں سے آشنائی پیدا کرتی ہے۔ عشق کا دارومدار اللہ تعالیٰ کے فضل پر ہے اور وہ اپنا احتساب کرتا ہے۔
- عقل کہتی ہے خوش رہو آباد رہو۔ عشق کہتا ہے اللہ تعالیٰ کی غلامی اختیار کر اور باقی سب سے آزاد ہو جا۔
- عشق کو آزادی میں تسکینِ دل ملتی ہے اس کے ناقہ کی ساربان حریت ہے۔

آں شنیدستی کہ ہنگامِ نبرد	عشق باعقلِ ہوس پرور چہ کرد
آں امامِ عاشقاں پورِ بتول رض	سروِ آزادے زبستانِ رسول ص
اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر (۱)	معنیٔ ذبحٌ عظیمٌ آمد پسر
بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل (۲)	دوشِ ختم المرسلیں نعم الجمل
سُرخ رو عشقِ غیور از خونِ او	شوخیٔ ایں مصرع از مضمونِ او
درمیانِ اُمّت آں کیواں جناب	ہمچو حرفِ قل ھو اللہ در کتاب
موسیٰ و فرعون و شبیر رض و یزید	ایں دو قوت از حیات آید پدید
زندہ حق از قوتِ شبیری است	باطل آخر داغِ حسرت میری است
چوں خلافت رشتہ از قرآں گسیخت	حریت را زہر اندر کام ریخت
خاست آں سر جلوۂ خیر الامم رض	چوں سحابِ قبلہ باراں در قدم
بر زمینِ کربلا بارید و رفت	لالہ در ویرانہ ہا کارید و رفت
تا قیامت قطعِ استبداد کرد	موجِ خونِ او چمن ایجاد کرد
بہرِ حق در خاک و خوں غلطیدہ است (۳)	پس بنائے لا الٰہ گردیدہ است
مدعایش سلطنت بودے اگر	خود نکردے با چنیں ساماں سفر

(۱) وفدیناہ بذبحٍ عظیم (آیۂ شریفہ) (۲) ونعم الجمل جملکما ونعم العدلان انتما. (حدیث) (۳) "حقا کہ بنائے لا الٰہ ہست حسین رض" (خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ) ۱۲

- کیا تو نے سُنا کہ بوقتِ قتال، عشق نے عقلِ ہوس پرور سے کیا کیا۔
- وُہ عاشقوں کے امام، سیّدہ فاطمہ رض کے فرزند جو حضُور اکرم ص کے باغ کے سروِ آزاد تھے۔
- ان کے والد کا مرتبہ بائے بسم اللہ کا سا تھا اور سیّدنا حسین "ذبحٌ عظیم" کی تعبیر ہیں۔
- بہترین امت (امّتِ مسلمہ) کے اس شہزادے کے لیے حضور ختم المرسلین کا دوش مُبارک سواری تھی اور کیا اچھی سواری تھی۔
- عشقِ غیور ان کے خون سے سرخرو ہوا، مصرعۂ عشق کی شوخی اسی مضمون (واقعۂ کربلا) سے ہے۔
- یہ بلند مرتبت شخصیت امّت کے درمیان یوں ہے جیسے قرآنِ پاک میں سُورۂ اخلاص۔
- مُوسیٰ ع و فرعون اور شبیر رض و یزید، یہ دونوں قوتیں حیات ہی کا اظہار ہیں۔
- حق قوتِ شبیری سے زندہ ہے، اور باطل کا انجام حسرت کی موت ہے۔
- جب خلافت نے قرآنِ پاک سے اپنا رشتہ توڑ لیا تو اس نے حریت کے حلق کے اندر زہر انڈیل دیا۔
- یہ حالت دیکھ کر بہترین اُمّت کا وُہ بہترین جلوہ یوں اٹھا جیسے قبلہ کی جانب سے بارش سے بھرپور بادل۔
- یہ بادل کربلا کی زمین پر برسا، اس ویرانہ میں گلہائے لالہ اگائے اور آگے بڑھ گیا۔
- اس نے قیامت تک کے لیے استبداد کی جڑ کاٹ دی اس کی موج سے ایک نیا چمن پیدا ہوا۔
- سیّدنا حسین رض حق کی خاطر خاک و خون میں لوٹے، اس لیے وُہ لا الٰہ کی بنیاد بن گئے۔
- اگر ان کا مقصود سلطنت حاصل کرنا ہوتا، تو اتنے تھوڑے ساز و سامان کے ساتھ یہ سفر اختیار نہ کرتے۔

دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد (۱) | دوستانِ او بہ یزداں ہم عدد
سِرِّ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ بود | یعنی آں اجمال را تفصیل بود
عزمِ او چوں کوہساراں استوار | پائدار و تند سیر و کامگار
تیغ بہرِ عزتِ دین است و بس | مقصدِ او حفظِ آئین است و بس
ماسوا اللہ را مسلماں بندہ نیست | پیشِ فرعونے سرش افگندہ نیست
خونِ او تفسیرِ ایں اسرار کرد | ملتِ خوابیدہ را بیدار کرد
تیغِ لا چوں از میاں بیروں کشید | از رگِ اربابِ باطل خوں کشید
نقشِ اِلّا اللہ بر صحرا نوشت | سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت
رمزِ قرآں از حسینؓ آموختیم | ز آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم
شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت | سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت
تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز | تازہ از تکبیرِ او ایماں ہنوز

اے صبا اے پیکِ دور افتادگاں
اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

(۱) لاتعد : بے شمار ۔

- دشمن ریگ صحرا کے ذرّوں کی مانند لاتعداد تھے۔ اور ان کے دوست لفظ یزداں کے ہم عدد (بہتر تھے)۔
- آپ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے واقعے کا سر اور اس اجمال کی تفصیل ثابت ہوئے۔
- ان کا عزم پہاڑوں کی مانند محکم، پائدار، آمادہ بہ عمل اور کامیاب تھا۔
- تیغ صرف عزّت دین کے لیے ہے اس کا مقصد صرف شریعت کی حفاظت ہے۔
- مسلمان غیر اللہ کا بندہ نہیں وہ کسی فرعون کے سامنے اپنا سر نہیں جھکاتا۔
- سیدنا حسینؓ کے خون نے اس راز کی تفسیر پیش کی، اور (اپنے عمل سے) ملت خوابیدہ کو بیدار کر دیا۔
- جب آپ نے لا کی تلوار میان سے باہر نکالی تو اہلِ باطل کی رگوں سے خون نچوڑ لیا۔
- انہوں نے صحرا کی سرزمین پر الا اللہ کا نقش رقم کیا۔ اور ان کی لکھی ہوئی یہ سطر ہماری نجات کا عنوان بنی۔
- ہم نے قرآنِ پاک کے رموز سیدنا حسینؓ سے سیکھے ہیں، ان کی روشن کی ہوئی آگ سے ہم نے آزادی کے شعلے اکٹھے کیے ہیں۔
- شام و بغداد کی شان و شوکت جاتی رہی، سطوتِ غرناطہ کی یاد بھی ذہنوں سے محو ہوئی۔
- لیکن ہماری زندگی کے تار ابھی تک سیدنا حسینؓ کے زخم سے لرزاں ہیں انہوں نے میدانِ کربلا میں جو تکبیر بلند کی تھی وہ ہمارے ایمان کو زندہ کر رہی ہے۔
- اے صبا، اے دور رہنے والوں کی پیغام رسا
ان کی خاکِ پاک پر ہمارے آنسوؤں (کا تحفہ) پہنچا دے۔

درمعنیٰ اینکہ چوں ملّت محمدیہ موسّس بر توحید و رسالت است پس نہایت مکانی ندارد

جوہر ما با مقامے بستہ نیست ۔۔۔ بادۂ تندش بجامے بستہ نیست

ہندی و چینی سفالِ جامِ ماست ۔۔۔ رومی و شامی گلِ اندامِ ماست

قلبِ ما از ہند و روم و شام نیست ۔۔۔ مرز بومِ او بجز اسلام نیست

پیشِ پیغمبر چو کعبِ پاک زاد ۔۔۔ ہدیہ آورد از بانت سعاد

(۱) حضرت کعبؓ نبی کریمؐ کو بہت ایذا دیا کرتے تھے۔ فتح مکہ کے بعد مکہ سے بھاگ کر طائف چلے گئے وہاں سے قصیدۂ بانت سعاد لکھ کر حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگی حضورؐ نے ان کو معاف کر دیا اور قصیدے کے صلے میں اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔ اس قصیدے میں کعبؓ نے حضورؐ کو "سیف من سیوف الہند" (ہندوستان کی تلواروں میں سے ایک تلوار) کے الفاظ سے مخاطب کیا مگر حضورؐ نے کعبؓ کے مصرع میں اصلاح دے کر فرمایا "سیفٌ من سیوف اللہ" کہنا چاہیے (یعنی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار)۔

اس مضمون کی وضاحت میں کہ چونکہ ملّتِ محمدیہ کی بنیاد توحید و رسالت پر ہے اس لیے یہ مکان کی حدود سے ماوراء ہے

- ہماری ملت کا جوہر کسی سرزمین سے وابستہ نہیں ہے اس کی تیز و تند شراب کا دار و مدار جام پر نہیں۔
- ہندی اور چینی ہمارے جام کی مٹی ہیں۔ اور رومی و شامی ہمارے (ملی) بدن کی خاک ہیں۔
- ہمارے قلب کا تعلق ہند، روم یا شام سے نہیں ہے۔ اسلام کے سوائے ہمارا کوئی اور وطن نہیں۔
- جب حضرت کعبؓ حضور اکرمؐ کی خدمت میں قصیدہ "بانت سعاد" تحفہ لائے۔

در ثنایش گوہرِ شب تاب سفت — سیفِ مسلول از سیوف اللہ گفت
آں مقامش برتر از چرخِ بلند — نامدش نسبت با قلیمے پسند
گفت سیفٌ من سیوف اللہ گو — حق پرستی جز براہِ حق مپو
ہمچناں آں رازدانِ جزو و کل — گردِ پایش سرمۂ چشمِ رسل
گفت با امت "ز دنیائے شما — دوست دارم طاعت و طیب و نسا"
گر ترا ذوقِ معانی رہنماست — نکتۂ پوشیدہ در حرفِ شماست
یعنی آں شمعِ شبستانِ وجود — بود در دنیا و از دنیا نبود
جلوہ او قدسیاں را سینہ سوز[1] — بود اندر آب و گل آدم ہنوز
من ندانم مرز و بومِ او کجاست — ایں قدر دانم کہ با ما آشناست
ایں عناصر را جہانِ ما شمرد — خویشتن را میہمانِ ما شمرد
زانکہ ما از سینہ جاں گم کردہ ایم — خویش را در خاکداں گم کردہ ایم
مسلم استی دل باقلیمے مبند — گم مشو اندر جہانِ چون و چند
می نگنجد مسلم اندر مرز و بوم — در دلِ او یاوہ گردد شام و روم

دل بدست آور کہ در پہنائے دل
می شود گم ایں سرائے آب و گل

(۱) کنت نبیًّا و آدم بین الماءِ والطّین.

- کعبؓ نے آپؐ کی تعریف میں چمکدار موتی پروئے اور آنجنابؐ کو ہندی تلواروں میں ایک برہنہ تلوار کہا۔
- آنجنابؐ جن کا مقام بلند آسمان سے بھی بلند تر ہے آپؐ کو کسی سرزمین کے ساتھ اپنی نسبت پسند نہ آئی۔
- آپؐ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار کہو۔ اب تو حق پرست ہے اس لیے صرف حق کی ہی بات کہہ۔
- اسی طرح حضور اکرمؐ جو جزو و کل کے رازدان ہیں اور جن کے پاؤں کی گرد دیگر رسل کی آنکھ کا سرمہ ہے۔
- انہوں نے فرمایا کہ مجھے تمہاری دنیا سے طاعت (نماز) خوشبو اور عورت پسند ہیں۔
- اگر تو ذوقِ معانی سے بہرہ ور ہے، تو اس حدیث شریف کا راز لفظ "شما" میں ہے۔
- گویا حضورِ اکرمؐ جو شمع شبستان وجود ہیں، دُنیا میں ہوتے ہوئے بھی دنیا سے ماوریٰ تھے۔
- آپؐ کا جلوہ اس وقت بھی فرشتوں کے سینوں کو گرما رہا تھا۔ جب آدم کا بدن تخلیق کے اوّلیں مراحل میں تھا۔
- میں نہیں جانتا کہ حضورؐ کا وطن کہاں ہے صرف اتنا جانتا ہوں کہ آپ ہم سے آشنا ہیں۔
- آپؐ نے عناصر کے اس جہان کو ہمارا جہان فرمایا۔ اور اپنے آپؐ کو ہمارا مہمان شمار کیا۔
- چونکہ ہم اپنے سینہ سے جان گم کر چکے ہیں، اس لیے ہم اس خاکدانِ دُنیا میں گُم ہو گئے۔
- تو مُسلمان ہے اپنے آپ کو کسی ملک سے وابستہ نہ کر۔ اس جہان میں اسباب و شمار میں گُم نہ ہو جا۔
- مُسلمان کسی وطن میں نہیں سماتا بلکہ سارے ممالک اسکے اندر گُم ہو جاتے ہیں۔
- دِل کو اپنے قبضے میں لا کیونکہ دِل کی وسعتوں میں آب و گل کا یہ جہان گُم ہے۔

عقدۂ قومیتِ مسلم کشود — از وطن آقائے ما ہجرت نمود
حکمتش یک ملّتِ گیتی نورد — بر اساسِ کلمہ تعمیر کرد
تا ز بخششہائے آں سلطانِ دیں — مسجدِ ما شد ہمہ روئے زمیں
آں کہ در قرآں خدا او را ستود [1] — آں کہ حفظِ جانِ او موعود بود
دشمناں بے دست و پا از ہیبتش — لرزہ بر تن از شکوہِ فطرتش
پس چرا از مسکنِ آبا گریخت؟ — تو گماں داری کہ از اعدا گریخت؟
قصہ گویاں حق ز ما پوشیدہ اند — معنیٔ ہجرت غلط فہمیدہ اند
ہجرت آئینِ حیاتِ مسلم است — ایں ز اسبابِ ثباتِ مسلم است
معنیٔ او از تنک آبی رم است — ترکِ شبنم بہرِ تسخیرِ یم است
بگذر از گل گلستاں مقصودِ تست — ایں زیاں پیرایہ بندِ سودِ تست
مہر را آزادہ رفتن آبروست — عرصۂ آفاق زیرِ پائے اوست
ہمچو جو سرمایہ از باراں مخواہ — بیکراں شو در جہاں پایاں مخواہ
بود بحرِ تلخ رو یک سادہ دشت — ساحلے ورزید و از شرم آب گشت
بایدت آہنگِ تسخیرِ ہمہ — تا تو می باشی فراگیرِ ہمہ
صورتِ ماہی بہ بحر آباد شو — یعنی از قیدِ مقام آزاد شو

[1] واللہ یعصمک من الناس ۔ (آیۂ شریفہ)

○ ہمارے آقائے نامدارؐ نے وطن سے ہجرت کر کے قومیتِ مسلم کا عقدہ حل فرما دیا۔
○ آپؐ کی حکمت نے کلمۂ توحید کی بُنیاد پر ایک عالمگیر ملّت کی بُنیاد رکھی۔
○ یہی وجہ ہے کہ اس سُلطانِ دین کے کرم سے ساری زمین ہمارے لیے مسجد بنا دی گئی۔
○ آپؐ کی یہ شان ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں آپؐ کی تعریف فرماتے ہیں اور آپؐ کی جان کی حفاظت کا ذمّہ لیتے ہیں۔
○ آپؐ کی ہیبت سے دُشمنوں کے ہاتھ پاؤں شل ہو جاتے تھے۔ آپؐ کے رُعب سے ان کے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔
○ تو پھر آپؐ نے اپنے آباء کا مسکن کیوں چھوڑا؟ کیا تیرا یہ گمان ہے کہ آپؐ نے دُشمنوں سے ڈر کر ہجرت اختیار کی؟
○ قصہ گو واعظوں نے سچّی بات ہم سے چھپائی ہے وُہ ہجرت کے معنی غلط سمجھتے ہیں۔
○ ہجرت مُسلمان کی زندگی کا آئین ہے اور ان اسباب میں سے ایک سبب ہے جن سے مُسلم کے وجود کو ثبات حاصل ہوتا ہے۔
○ ہجرت کے معنی یہ ہیں کہ جہاں پانی (امکانات) کم ہو، اس جگہ کو چھوڑ دیا جائے شبنم کو چھوڑنا اس لیے تاکہ سمندر کو تسخیر کیا جائے۔
○ پھُول چھوڑ کر گُلستان کو اپنا مقصود بنا۔ یہ نقصان فائدے کا پیشِ خیمہ ہے۔
○ آفتاب کی شان اسی میں ہے کہ وُہ نسبتِ مکانی سے آزاد ہو، سارے آفاق کی پہنائی اس کے پاؤں تلے ہو۔
○ ندی کی مانند بارش سے سرمایہ (آب) نہ طلب کر، بیکراں ہو جا اور دُنیا میں نہایت کا طلبگار نہ ہو۔
○ بحرِ آب شور ایک سادہ بیابان تھا اس نے ساحل اختیار کیا تو شرم سے پانی پانی ہو گیا۔
○ تیرے اندر ہر شے کی تسخیر کا عزم ہونا چاہیئے تاکہ تو سب کو اپنے اندر سمیٹ لے۔
○ مچھلی کی طرح سمندر میں آباد ہو۔ اور مقام کی قید سے آزاد ہو جا۔

ہر کہ از قیدِ جہات آزاد شد | چوں فلک در شش جہت آباد شد
بوئے گل از ترک گل جولاں گر است | در فراخائے چمن خود گستر است
اے کہ یک جا در چمن انداختی | مثلِ بلبل با گلے در ساختی
چوں صبا بارِ قبول از دوش گیر | گلشن اندر حلقۂ آغوش گیر

از فریبِ عصرِ نو ہشیار باش
رہ فتد اے راہرو ہشیار باش

در معنی ایں کہ وطن اساسِ ملّت نیست

آں چناں قطع اخوت کردہ اند | بر وطن تعمیرِ ملّت کردہ اند
تا وطن را شمعِ محفل ساختند | نوعِ انساں را قبائل ساختند
جنّتے جستند در بئس القرار (۱) | تا اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ
ایں شجر جنّت ز عالم بردہ است | تلخیِ پیکار بار آوردہ است
مردمی اندر جہاں افسانہ شد | آدمی از آدمی بیگانہ شد

(۱) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا وَبِئْسَ الْقَرَارُ (آیہ شریفہ)

- جو بھی اطراف و حدود کی قید سے آزاد ہوا، وہ آسمان کی طرح شش جہت میں آباد ہو گیا (آسمان ہر جگہ نظر آتا ہے)۔
- پھول کی خوشبو پھول کو ترک کرنے سے ہر طرف جولانی اختیار کرتی ہے اور چمن کی وسعت میں ہر طرف پھیل جاتی ہے۔
- اے وہ شخص جس نے باغ میں اپنے آپ کو ایک جگہ سے وابستہ کر لیا ہے تو نے بلبل کی طرح ایک پھول سے دوستی لگالی ہے۔
- تجھے چاہیئے کہ صبا کی مانند ایک جگہ ٹکے رہنے کا بوجھ کندھے سے اُتار کر سارے گلشن کو اپنے حلقۂ آغوش میں لے لے۔
- دورِ جدید کے (نظریۂ نیشنلزم) کے فریب سے ہوشیار رہ یہاں قدم قدم پر ڈاکے پڑتے ہیں، آگاہ رہ۔

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّتِ اسلامیہ کی بُنیاد وطن نہیں

- اہل مغرب نے اس طرح اخوت کی جڑ کاٹی ہے کہ وطن کی بنا پر قوم کی تعمیر کی ہے۔
- وطن کو شمع محفل بنانے سے نوع انساں مختلف قبائل میں تقسیم ہو گئی ہے۔
- انہوں نے جہنم میں جنّت تلاش کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کوشش میں اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر تک پہنچا دیا ہے۔
- وطنیت کے شجر نے دُنیا سے جنّت (امن و سکون) رُخصت کر دیا ہے اس درخت کا پھل جنگ کی تلخی کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ (دونوں عالمی جنگیں وطنیت کی بنا پر لڑی گئیں۔
- انسانیت دُنیا میں افسانہ بن کر رہ گئی۔ آدمی آدمی سے بیگانہ ہو گیا۔

روح از تن رفت و ہفت اندام ماند (۱)
آدمیت گم شد و اقوام ماند

تا سیاست مسندِ مذہب گرفت
ایں شجر در گلشنِ مغرب گرفت

قصۂ دینِ مسیحائی فسرد
شعلۂ شمعِ کلیسائی فسرد

اُسقُف از بے طاقتی درماندۂ (۲)
مہرہ ہا از کف بروں افشاندۂ

قومِ عیسیٰ بر کلیسا پا زدہ
نقدِ آئینِ چلیپا وازدہ

دہریت چوں جامۂ مذہب درید
مرسلے از حضرتِ شیطاں رسید

آں فلارنساوئ باطل پرست (۳)
سرمۂ او دیدۂ مردم شکست

نسخۂ بہرِ شہنشاہاں نوشت
در گِلِ ما دانۂ پیکار کشت

فطرتِ او سوئے ظلمت بُردہ رخت
حق ز تیغِ خامۂ او لخت لخت

بُت گری مانندِ آزر پیشہ اش
بست نقشِ تازہ اندیشہ اش

مملکت را دینِ او معبود ساخت
فکرِ او مذموم را محمود ساخت

بوسہ تا بر پائے ایں معبود زد
نقدِ حق را بر عیارِ سود زد

باطل از تعلیمِ او بالیدہ است
حیلہ اندازی فنے گردیدہ است

(۱) ہفت اندام : اعضائے جسمانی ۱۲ (۲) اُسقُف : پاپائے اعظم ۱۲

(۳) فلارنساوی یعنی میکیاولی : کتاب الملوک کا مشہور مصنف جو فلارنس میں پیدا ہوا ۱۲

○ بدن سے رُوح نکل گئی اور صرف ڈھانچہ رہ گیا، آدمیت گُم ہو گئی اور قومیں باقی رہ گئیں۔

○ جب مغرب میں سیاست نے مذہب کی مسند پر قبضہ جمایا تو وہاں وطنیت کے درخت نے جڑ پکڑی۔

○ دینِ عیسوی کا قصہ ختم ہوا، اور شمعِ کلیسا کا شُعلہ بُجھ گیا۔

○ پوپ کے ہاتھ سے اختیار نکل گیا۔ اور اس نے بے چارگی سے سیاست کے مُہرے اپنے ہاتھ سے پھینک دیئے۔

○ عیسائی قوم نے کلیسا کو ٹھکرا دیا۔ اس عیسائی مذہب کے سکون کو رد کر دیا۔

○ جب دہریت نے مذہب کا جامہ تار تار کیا۔ تو شیطان کی طرف ایک مرسل بھی آ پہنچا۔

○ وُہ فلارنس کا باطل پرست میکیاولی تھا جس کے سُرمہ نے انسانوں کی آنکھیں پھوڑ دیں۔

○ اس نے بادشاہوں کے لیے ایک کتاب لکھی۔ اور اس کے ذریعے نوعِ انسان کے اندر لڑائی جھگڑے کا بیج بو دیا۔

○ اس کی فطرت انسانوں کے قافلے کو تاریکی کی طرف لے گئی۔ اس کے قلم کی تلوار نے سچائی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔

○ آذر کی مانند اس نے بھی بت گری کا پیشہ اختیار کیا۔ اس کی فکر نے ایک نئے نظریے کی بنیاد رکھی۔

○ اس کے مذہب نے مملکت کو معبُود قرار دے کر محمُود کو مذموم بنا دیا۔

○ جب اس نے اس باطل معبُود کے پاؤں پر بوسہ دیا۔ تو دنیوی فائدے کو سچائی کا معیار ٹھہرایا۔

○ اس کی تعلیم سے باطل نے فروغ پایا۔ اور حیلہ اندازی نے فن کی صورت اختیار کر لی۔

طرحِ تدبیرِ زبوں فرجام ریخت — این خسک[1] در جادۂ ایام ریخت

شب بچشمِ اہلِ عالم چیدہ است

مصلحت تزویر را نامیدہ است

در معنی ایں کہ ملّتِ محمدیہ نہایتِ زمانی ہم ندارد کہ دوامِ ایں ملّتِ شریفہ موعود است

در بہاراں جوشِ بلبل دیدۂ — رستخیزِ غنچہ و گل دیدۂ

چوں عروساں غنچہ ہا آراستہ — از زمیں یک شہرِ انجم خاستہ

سبزہ از اشکِ سحر شوئیدۂ — از سرودِ آبِ جو خوابیدۂ

غنچۂ بر می دمد از شاخسار — گیردش بادِ نسیم اندر کنار

غنچۂ از دستِ گلچیں خوں شود — از چمن مانندِ بو بیروں رود

[1] خسک : کانٹے ۱۲

○ اس نے ایسے مسلک کی بُنیاد رکھی جس کا انجام بہت بُرا تھا۔ اور اس طرح زمانے کی راہ میں کانٹے بکھیر دیئے۔

○ اس نے دُنیا والوں کی آنکھوں کے سامنے رات کی تاریکی پھیلا دی اور مکروفن کا نام مصلحت رکھ دیا۔

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّتِ محمدیہ حدودِ زماں سے آزاد ہے کہ اس ملّتِ شریفہ کا اللہ نے وعدہ کر رکھا ہے

○ تُو نے بہار میں بُلبل کا جوش اور کلیوں کا پھوٹنا اور پھولوں کا کھلنا دیکھا ہے۔

○ کلیاں دلہن کی مانند یوں آراستہ نظر آتی ہیں۔ گویا زمین سے ایک شہرِ انجم اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔

○ سبزہ صبح کے آنسوؤں (شبنم) سے دھویا ہوا اور ندی کے نغمہ سے سویا ہوا (نظر آتا ہے)۔

○ شاخساروں سے غنچے پھُوٹ رہے ہیں۔ اور بادِ نسیم انہیں اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے

○ مگر گلچیں کے ہاتھ سے کلی خوں ہو جاتی ہے اور خوشبو کی مانند چمن سے باہر نکل جاتی ہے

بست قمری آشیاں بلبل پرید — قطرۂ شبنم رسید و بو رمید
رخصتِ صد لالۂ ناپائدار — کم نسازد رونقِ فصلِ بہار
از زیاں گنجِ فراوانش ہماں — محفلِ گلہائے خندانش ہماں
فصلِ گل از نسترن باقی تر است — از گل و سرو و سمن باقی تر است
کانِ گوہر پرورے گوہر گرے — کم نگردد از شکستِ گوہرے
صبح از مشرق ز مغرب شام رفت — جامِ صد روز از خمِ ایام رفت
بادہ ہا خوردند و صہبا باقی است — دوشہا خوں گشت و فردا باقی است
ہمچناں از فردہاے پے سپر — ہست تقویمِ امم پایندہ تر
در سفر یار است و صحبت قائم است — فرد رہ گیر است و ملت قائم است
ذاتِ او دیگر صفاتش دیگر است — سنتِ مرگ و حیاتش دیگر است
فرد بر می خیزد از مشتِ گلے — قوم زاید از دلِ صاحب دلے
فرد پورِ شصت و ہفتاد است و بس — قوم را صد سال مثلِ یک نفس
زندہ فرد از ارتباطِ جان و تن — زندہ قوم از حفظِ ناموسِ کہن
مرگِ فرد از خشکیِ رودِ حیات — مرگِ قوم از ترکِ مقصودِ حیات
گرچہ ملت ہم بمیرد مثلِ فرد [1] — از اجل فرماں پذیرد مثلِ فرد

[1] ولکل امۃ اجل (آیۂ شریفہ)

- بلبل اڑ گئی اور قمری نے آشیانہ بنایا۔ خوشبو رخصت ہوئی اور قطرۂ شبنم آیا۔
- سینکڑوں فانی گلہائے لالہ کے چلے جانے سے فصلِ بہار کی رونق کم نہیں ہو جاتی۔
- اس نقصان کے باوجود (حسنِ فطرت) کا گنجِ فراواں بدستور قائم رہتا ہے۔ اور مسکراتے ہوئے پھولوں کی محفل برقرار رہتی ہے۔
- اگرچہ نسترن، گل، سرو و سمن بہار کے اجزا ہیں مگر ان میں سے کسی ایک کے ختم ہو جانے سے بہار ختم نہیں ہو جاتی۔
- گوہر پیدا کرنے اور گوہر بنانے والی کان میں کسی ایک گوہر کے ٹوٹ جانے سے کمی واقع نہیں ہوتی۔
- مشرق سے کئی صبحیں اور مغرب سے کئی شامیں (پیدا ہوئیں اور) گزر گئیں۔
- خمِ ایام سے سینکڑوں دنوں کے جام لنڈھائے گئے۔ لوگ آتے گئے شراب پیتے گئے مگر شراب ابھی باقی ہے۔ ماضی ناپید ہوتا گیا مگر مستقبل باقی ہے۔
- اسی طرح افراد ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے رہے۔ (لیکن قومیں باقی رہیں) کیونکہ قوم کا استحکام افراد سے پایندہ تر ہے۔
- دوست سفر میں ہیں مگر بزمِ یاراں قائم ہے۔ فرد مسافر ہے لیکن ملت قائم ہے۔
- ملت کی ذات اور ہے اس کی صفات اور ہیں اور اس کی موت و حیات کا قانون مختلف ہے۔
- فرد مٹھی بھر خاک سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن قوم کسی صاحبدل کے باطن سے پیدا ہوتی ہے۔
- فرد کی زندگی فقط ساٹھ ستر سال ہے اور قوم کی زندگی میں سو سال ایک لمحہ کی مانند ہے۔
- فرد کی زندگی جان و تن کے تعلق سے قائم ہے۔ اور قوم کی زندگی اپنی قدیم روایات کے تحفظ سے قائم رہتی ہے۔
- فرد کی موت جوئے حیات خشک ہو جانے سے واقع ہو جاتی ہے اور قوم کی موت مقصودِ حیات ترک کر دینے سے ہے۔
- اگرچہ قومیں بھی افراد کی مانند فنا ہو جاتی ہیں اور ان پر بھی فرد کی مانند قانونِ اجل کا نفاذ ہوتا ہے۔

اُمّتِ مسلم ز آیاتِ خدا است　　اصلش از ہنگامۂ قالوا بلیٰ ست
از اجل ایں قوم بے پرواستے　(۱)　استوار از نَحْنُ نَزَّلْنَا ستے
ذکر قائم از قیامِ ذاکر است　　از دوامِ او دوامِ ذاکر است
تا خدا اَنْ يُّطْفِئُوا فرمودہ است　(۲)　از فسردن ایں چراغ آسودہ است
اُمّتے در حق پرستی کاملے　　اُمّتے محبوبِ ہر صاحبدلے
حق بروں آورد ایں تیغِ اصیل　　از نیامِ آرزو ہائے خلیلؑ
تا صداقت زندہ گردد از دمش　　غیرِ حق سوزد ز برقِ پیہمش
ما کہ توحیدِ خدا را حجتیم　　حافظِ رمزِ کتاب و حکمتیم
آسماں با ما سرِ پیکار داشت　　در بغل یک فتنۂ تاتار داشت
بندہا از پا کشود آں فتنہ را　　بر سرِ ما آزمود آں فتنہ را
فتنۂ پامالِ راہش محشرے　　کشتۂ تیغِ نگاہش محشرے
خفتہ صد آشوب در آغوشِ او　　صبحِ امروزے نزاید دوشِ او
سطوتِ مسلم بخاک و خوں تپید　　دید بغداد آنچہ روما ہم ندید

(۱) انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا لہ لحافظون　(آیۂ شریفہ)

(۲) يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۔ (آیۂ شریفہ)

- اُمّتِ مسلمہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے۔ اس کی بُنیاد عہدِ الست (توحید) پر ہے۔
- یہ قوم دائرۂ اجل سے باہر ہے۔ اس کا قیام نحن نزلنا پر مبنی ہے۔
- ذکر (قرآن پاک) کا قائم رہنا ذاکر (اُمتِ مسلمہ) کے قیام سے وابستہ ہے۔ اس لیے قرآنِ پاک کے دوام میں اُمتِ مسلمہ کا دوام موجود ہے۔
- چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نور نہیں بجھایا جا سکے گا۔ اس لیے چراغِ ملت بھی بُجھنے سے محفوظ ہے۔
- یہ اُمت جو توحید میں کامل ہے ہر صاحبدل کی محبوب ہے۔
- اس تیغِ اصیل کو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کی دُعا کے نیام سے (۲: ۱۲۸) باہر نکالا۔
- تاکہ اس کے دم قدم سے صداقت زندہ رہے اور اس کی برقِ پیہم غیر اللہ کو جلا دے۔
- ہم چونکہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی حجت ہیں اس لیے کتاب و حکمت کے راز کے نگہبان ہیں۔
- آسمان کو ہم سے دشمنی رہی اور اس نے اپنی بغل میں فتنۂ تاتار پالا۔
- پھر اس فتنے کے پاؤں سے زنجیر کھول دی اور اسے ہم پر چھوڑ دیا۔
- وُہ ایسا فتنہ تھا کہ اس کی راہ میں فتنۂ محشر پامال اور اس کی تیغِ نگاہ کا کُشتہ تھا۔
- اس کی آغوش میں سینکڑوں ہنگامے خوابیدہ تھے اس کی تاریک رات کے بعد کسی صُبحِ روشن کا نشان نہ تھا۔
- مسلمان کی شان و شوکت خاک و خون میں مل گئی۔ بغداد نے وُہ کچھ دیکھا جو روما نے بھی نہ دیکھا تھا۔

تو مگر از چرخِ کج رفتار پرس | زاں نوآئینِ کہن پندار پرس
آتشِ تاتاریاں گلزارِ کیست؟ | شعلہ ہائے او گلِ دستارِ کیست؟
زانکہ ما را فطرتِ ابراہیمی است | ہم بہ مولیٰ نسبتِ ابراہیمی است
از تہِ آتش بر اندازیم گُل | نارِ ہر نمرود را سازیم گُل
شعلہ ہائے انقلابِ روزگار | چوں بباغِ ما رسد گردد بہار
رومیاں را گرم بازاری نماند | آں جہانگیری جہانداری نماند
شیشۂ ساسانیاں در خوں نشست | رونقِ خمخانۂ یوناں شکست
مصر ہم در امتحاں ناکام ماند | استخوانِ او تہِ اہرام ماند
در جہاں بانگِ اذاں بود ست و ہست | ملتِ اسلامیاں بود ست و ہست
عشق آئینِ حیاتِ عالم است | امتزاجِ سالماتِ عالم است
عشق از سوزِ دلِ ما زندہ است | از شرارِ لاالٰہ تابندہ است

گرچہ مثلِ غنچہ دلگیریم ما
گلستاں میرد اگر میریم ما

- مگر تو چرخِ کج رفتار سے جو پُرانا پاپی ہے اور ہر دور میں نئے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے پُوچھ۔
- کہ تاتاریوں کی آگ کس کے لیے گلزار بن گئی، اور اس کے شُعلے کس کی دستار کے پھُول بنے۔
- چونکہ ہماری فطرت ابراہیمی ہے اور اللہ تعالیٰ سے ہماری نسبت بھی ابراہیمی ہے۔
- اس لیے ہم ہر آگ کے اندر سے پھُول کھلاتے ہیں۔ اور ہر نمرود کی آگ کو گلستان بنا دیتے ہیں۔
- جب زمانے کے انقلاب کے شُعلے ہمارے باغ تک پہنچتے ہیں تو وُہ بہار بن جاتے ہیں۔
- رومیوں کی شان و شوکت کی گرم بازاری نہ رہی نہ ان کی فتوحات باقی رہیں اور نہ ان کی حکومت باقی رہی۔
- ساسانیوں کا شیشہ (شراب کی جگہ) خُون سے بھر گیا۔ یونان کے خمخانہ کی رونق لٹ گئی۔
- مصر بھی امتحان میں ناکام رہا۔ اس کے فراعنہ کی ہڈیاں اہرام کے نیچے دفن ہیں۔
- لیکن دُنیا میں اذان کی آواز بلند تھی اور ہے ملتِ مسلمہ پہلے بھی تھی اور اب بھی موجود ہے۔
- دُنیا کی زندگی کا اصُول عشق ہے عناصرِ عالم کی باہمی پیوستگی اسی سے ہے۔
- اور عشق ہمارے دِل کے سوز سے زندہ اور لاالٰہ کے شرر سے تابندہ ہے۔
- اگرچہ آج ہم کلی مانند ملول و دلگیر ہیں۔

لیکن ہم ختم ہو جائیں تو یہ دنیا بھی نہیں رہے گی۔

در معنیٔ ایں کہ نظامِ ملّت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئینِ ملّتِ محمدیہؐ قرآن است

ملّتے را رفت چوں آئین ز دست / مثلِ خاک اجزائے او از ہم شکست
ہستیٔ مسلم ز آئین است و بس / باطنِ دینِ نبیؐ این است و بس
برگ گل شد چوں ز آئیں بستہ شد / گل ز آئیں بستہ شد گلدستہ شد
نغمہ از ضبطِ صدا پیداستے / ضبط چوں رفت از صدا غوغاستے
در گلوئے ما نفس موجِ ہواست / چوں ہوا پابندِ نے گردد نواست
تو ہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟ / زیرِ گردوں سرِ تمکینِ تو چیست؟
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم / حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات / بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرفِ او را ریب نے تبدیل نے (۱)، (۲) / آیہ اش شرمندۂ تاویل نے

(۱) لا ریب فیہ (آیۂ شریفہ) (۲) لا تبدیل لکلمۃ اللہ (آیۂ شریفہ)

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّت کا نظام آئین کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا اور ملّتِ محمدیہؐ کا آئین قرآنِ پاک ہے

- جب کسی ملّت کے ہاتھ سے آئین جاتا رہتا ہے تو اس کے اجزا خاک کی مانند بکھر جاتے ہیں۔
- مسلمان کی ہستی صرف آئین پر موقوف ہے۔ حضورِ اکرمؐ کے دین کی معنویت یہی ہے۔
- جب پتی آئین میں منسلک ہو جاتی ہے تو پھول بن جاتی ہے اور پھول پابند آئین ہو کر گلدستہ بن جاتا ہے۔
- آواز کو ضبط کے تحت لائیں تو وہ نغمہ بنتی ہے، اور اگر اس میں ضبط نہ ہو تو وہ محض شور و غوغا ہے۔
- ہمارے گلے میں سانس ہوا کی موج ہے جب یہ ہوا بانسری میں پابند ہو جاتی ہے تو نوا بن کر نکلتی ہے۔
- کیا تو جانتا ہے کہ تیرا آئین کیا ہے؟ اس آسمان کے نیچے تیرے وقار کا راز کیا ہے؟
- (یہ راز) قرآنِ حکیم ہے جو ایک زندہ کتاب ہے۔ جس کی حکمت قدیم بھی ہے اور کبھی ختم نہ ہونیوالی
- یہ تخلیق حیات کے اسرار ظاہر کرنے والا نسخہ ہے۔ اس کی قوت سے ناپائدار پائدار ہو جاتے ہیں۔
- اس کے الفاظ میں نہ شک ہے اور نہ وہ تبدیل ہو سکتے ہیں۔ اس کی آیات واضح ہیں۔ ان کے لیے کسی تاویل کی ضرورت نہیں۔

پختہ تر سودا ے خامِ ز زورِ او
در فتد باسنگ جامِ ز زورِ او

می برد پابند و آزاد آورد
صید بندان الفریاد آورد

نوعِ انساں را پیامِ آخریں
حاملِ او رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن

ارج میگیرد ازو نا ارجمند
بندہ را از سجدہ سازد سربلند

رہزناں از حفظِ او رہبر شدند
از کتابے صاحبِ دفتر شدند

دشت پیمایاں ز تابِ یک چراغ
صد تجلی از علوم اندر دماغ

آنکہ دوشِ کوہ بارش بر نتافت (۱)
سطوتِ او زہرۂ گردوں شگافت

بنگر آں سرمایۂ آمالِ ما
گنجد اندر سینۂ اطفالِ ما

آں جگر تابِ بیابانِ کم آب
چشمِ او احمر ز سوزِ آفتاب

خوشتر از آہو رمِ جمازہ اش (۲)
گرم چوں آتش دمِ جمازہ اش

رختِ خواب افگندہ در زیرِ نخیل
صبحدم بیدار از بانگِ رحیل

دشت سیر از بام و در نا آشنا
ہرزہ گرد و از حضر نا آشنا

تا دلش از گرمیِ قرآں تپید
موجِ بیتابش چو گوہر آرمید

خواند ز آیاتِ مبینِ او سبق
بندہ آمد خواجہ رفت از پیشِ حق

از جہانبانی نوازد سازِ او
مسندِ جم گشت پا اندازِ او

(۱) اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ الخ (آیہ شریفہ) (۲) جمازہ: اونٹنی

○ اس کی قوت سے خام جذبہ پختہ تر ہو جاتا ہے۔ اس کا یہ اعجاز ہے کہ اس کی برکت سے جام پتھر سے ٹکرا جاتا ہے۔

○ یہ انسانوں کو آئین کا پابند کر کے آزادی عطا کرتا ہے۔ اس کی وجہ سے انسانیت کے شکاری بے بس ہو جاتے ہیں۔

○ یہ نوعِ انسان کے لیے آخری پیغام ہے اور اسے لانے والے رحمۃ للعالمینؐ ہیں۔

○ بے وقعت شخص قرآنِ پاک کی برکت قدر و منزلت پا لیتا ہے۔ یہ کتاب بندے کو سجدہ کی تعلیم دے کر سربلند کر دیتی ہے۔

○ رہزن اسے حفظ کر کے رہبر بن گئے۔ ایک کتاب سے وُہ صاحبِ دفتر ہو گئے۔

○ صحرا کے رہنے والوں نے اس ایک چراغ کی روشنی سے اپنے دماغ میں سینکڑوں علوم کی تجلیات پا لیں۔

○ وُہ کتاب جس کے بوجھ کو پہاڑ برداشت نہ کر سکے جس کی سطوت سے آسمان کا کلیجہ پھٹ گیا۔

○ وُہ کتاب جو ہماری اُمیدوں کا سرمایہ ہے ہمارے بچوں کے سینوں میں سمائی ہوئی ہے۔

○ وُہ کم آب صحرا کی سختی برداشت کرنے والا جس کی آنکھ آفتاب کی حدت سے سُرخ ہے۔

○ جس کی اونٹنی کی رفتار رمِ آہو سے خوبتر اور سانس آگ کی طرح گرم ہے۔

○ جو رات کو درخت کے نیچے سو جاتا ہے اور صبح کے وقت بانگِ رحیل سے بیدار ہوتا ہے۔

○ جو صحرا نورد ہے اور آبادی سے نا آشنا ہے۔ جس کی زندگی صحرا میں آوارگی پر منحصر ہے اور جو مقام سے نا آشنا ہے۔

○ جب تک اس کا دل قرآنِ پاک کی گرمی سے تپش حاصل کرتا رہا۔ اس کی موج بیتاب گوہر کی مانند آسودہ رہی۔

○ جب تک وُہ قرآنِ پاک کی واضح آیات سے سبق حاصل کرتا رہا وُہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بندہ بن کر حاضر ہوا اور وہاں سے آقائی پا کر نکلا۔

○ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساز کو جہانبانی سے نوازا۔ اور جمشید کا تخت اس کے پاؤں تلے روندا گیا۔

شہرہا از گردِ پایش ریختند ۔ صد چمن از یک گلش انگیختند

اے گرفتارِ رسوم ایمانِ تو ۔ شیوہ ہائے کافری زندانِ تو

قطع کردی اَمرِ خود را در زُبُرْ (۱) ۔ (۲) جادہ پیمائی اِلیٰ شَیٍٔ نُکُرْ

گر تو می خواہی مسلماں زیستن ۔ نیست ممکن جز بقرآں زیستن

صوفیٔ پشمینہ پوشِ حال مست ۔ از شرابِ نغمۂ قوّال مست

آتش از شعرِ عراقی در دلش ۔ در نمی سازد بقرآں محفلش

از کلاہ و بوریا تاج و سریر ۔ فقرِ او از خانقاہاں باجگیر

واعظِ دستاں زنِ افسانہ بند ۔ معنیٔ او پست و حرفِ او بلند

از خطیب و دیلمی گفتارِ او (۳) ۔ با ضعیف و شاذ و مرسل کارِ او

از تلاوت بر تو حق دارد کتاب

تو ازو کامے کہ می خواہی بیاب

(۱) فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۔ (آیۂ شریفہ)

(۲) يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ (آیۂ شریفہ)

(۳) خطیب و دیلمی اسماے محدثین ۔ ضعیف و شاذ و مرسل ۔ اقسامِ حدیث۔

○ اس کی گردِ پا سے کئی شہر آباد ہوئے ، اس کے ایک پھول سے کئی چمن پیدا ہوئے ۔
(اس کے بعد آجکل کے مسلمان سے خطاب فرما رہے ہیں)۔

○ تو دین کی رسوم میں گرفتار ہے ، کافرانہ طور طریقے تیرے لیے زندان بنے ہوئے ہیں ۔

○ تو نے اپنے معاملات کو تفرقہ بازی کا شکار بنا دیا ، اور تو ایک ناپسندیدہ چیز کی طرف چل نکلا ۔

○ اگر تو مسلمان بن کر زندہ رہنا چاہتا ہے تو ایسی زندگی قرآنِ پاک کے بغیر ممکن نہیں ۔

○ آجکل کے گودڑی پوش اور حال مست صوفی قوال کے نغموں کی شراب سے مست ہیں ۔

○ عراقی کے اشعار ان کے دلوں میں گرمی پیدا کرتے ہیں ، مگر قرآنِ پاک ان کی محفلوں کو راس نہیں آتا ۔

○ انہوں نے کلاہ و بوریا کو تاج و تخت بنا رکھا ہے ، اور ان کا فقر خانقاہوں سے اپنا خراج وصول کرتا ہے ۔

○ واعظوں کا یہ حال ہے کہ وہ ہاتھ ہلا ہلا کر کہانیاں بیان کرتے ہیں ، ان کی تقریروں میں لفاظی بہت ہوتی ہے مگر معانی کم ۔

○ وہ اپنے وعظ میں صرف خطیب اور دیلمی جیسے محدثین کے حوالے دیتے ہیں اور احادیث کی مختلف اقسام بیان کرتے ہیں ۔ (قرآنِ پاک کے مطالب بیان نہیں کرتے)

○ قرآنِ پاک کا بھی تجھ پر حق ہے کہ تو اس کی تلاوت کرکے اس کے ذریعے تو اپنا ہر مقصد پا سکتا ہے ۔

در معنیٔ این کہ در زمانہ انحطاط تقلید از اجتہاد اولیٰ تر است

عہدِ حاضر فتنہ ہا زیرِ سر است ‖ طبعِ ناپروائے او آفت گر است

بزمِ اقوامِ کہن برہم ازو ‖ شاخسارِ زندگی بے نم ازو

جلوہ اش مارا ز ما بیگانہ کرد ‖ سازِ ما را از نوا بیگانہ کرد

از دلِ ما آتشِ دیرینہ بُرد ‖ نور و نارِ لا الٰہ از سینہ برد

مضمحل گردد چو تقویمِ حیات ‖ ملت از تقلید می گیرد ثبات

راہِ آبا رو کہ این جمعیت است ‖ معنیٔ تقلید ضبطِ ملت است

در خزاں اے بے نصیب از برگ و بار ‖ از شجر مگسل بامیدِ بہار

بحر گم کردی زیاں اندیش باش ‖ حافظِ جوئے کمِ آبِ خویش باش

شاید از سیلِ قہستاں برخوری ‖ باز در آغوش طوفاں پروری

پیکرت دارد اگر جانِ بصیر ‖ عبرت از احوالِ اسرائیل گیر

اس مضمون کی وضاحت میں کہ انحطاط کے دور میں تقلید اجتہاد سے بہتر ہے

- موجودہ دور اپنے اندر بہت سے فتنے رکھتا ہے اس کی بے باک طبیعت سراپا آفت ہے۔
- عہدِ حاضر نے گذشتہ اقوام کی بزم کو برہم کر دیا اور زندگی کی شاخوں کو نمی سے محرُوم کر دیا۔
- دورِ جدید کے جلوؤں نے ہمیں اپنا آپ بھلا دیا ہے اور ہمارے سازِ زندگی کو نغمہ سے محرُوم کر دیا ہے
- اس نے ہمارے دِل سے عشق کی قدیم آگ چھین لی ہے اور ہمارے سینوں سے لا الٰہ کا نور و نار نکال دیا ہے۔
- جب زندگی کی ساخت کمزور پڑ جاتی ہے تو اس وقت قوم تقلید ہی سے استحکام پاتی ہے۔
- اپنے آباء کے راستے پر چل کر اسی میں جمعیت ہے۔ تقلید کا مطلب ملت کو ایک ضبط کے تحت لانا ہے۔
- اگر خزاں کے دوران درخت پھل پھول سے محرُوم ہو۔ تو بہار کی اُمید میں اس سے اپنا تعلق منقطع نہ کرلے۔
- اگر تو بحر گم کر چکا ہے تو اپنے نقصان کا احساس کر۔ کم از کم اپنی کم آب ندی کا تو تحفظ کرلے۔
- ہو سکتا ہے کہ اس ندی کے اندر دوبارہ کوہسار کا سیل آجائے اور وہ اپنی آغوش میں نئے طوفان کی پرورش کرلے۔
- اگر تیرے بدن میں جانِ بصیر موجود ہے تو بنی اسرائیل کے احوال سے عبرت حاصل کر۔

گرم و سرد روزگارِ او نگر — سختی جانِ تزارِ او نگر

خوں گراں سیر است در رگہائے او — سنگ صد ہیز و یک سیمائے او

پنجۂ گردوں چو انگورش فشرد — یادگارِ موسیٰ و ہاروں نمرد

از نوائے آتشینش رفت سوز — لیکن اندر سینہ دم دارد ہنوز

زانکہ چوں جمعیتش از ہم شکست — جز براہِ رفتگاں محمل نہ بست

اے پریشاں محفلِ دیرینۂ ات — مرد شمعِ زندگی در سینۂ ات

نقش بر دل معنیٔ توحید کن — چارۂ کارِ خود از تقلید کن

اجتہاد اندر زمانِ انحطاط — قوم را برہم ہمی پیچد بساط

ز اجتہادِ عالمانِ کم نظر — اقتدا بر رفتگاں محفوظ تر

عقلِ آبایت ہوس فرسودہ نیست — کارِ پاکاں از غرض آلودہ نیست

فکرِ شاں ریسد ہمے باریک تر — ورعِ شاں با مصطفیٰ نزدیک تر

ذوقِ جعفرؒ کاوشِ رازیؒ نماند — آبروئے ملّتِ تازی نماند

تنگ بر ما رہگذارِ دیں شد است — ہر لئیمے رازدارِ دیں شد است

اے کہ از اسرارِ دیں بیگانۂ — با یک آئیں ساز اگر فرزانۂ

من شنیدستم ز نبّاضِ حیات — اختلافِ تست مقراضِ حیات

از یک آئینی مسلماں زندہ است — پیکرِ ملّت ز قرآں زندہ است

- اس کے حالات کی سختی و نرمی پر غور کر اور پھر دیکھ اس کی کمزور جان نے اسے کس ہمت سے برداشت کیا ہے۔
- اس کی رگوں میں خوں کی گردش سست پڑ چکی ہے اس کی پیشانی سینکڑوں دہلیزوں پر سجدہ ریز ہے۔
- آسمان کے پنجے نے اسے انگور کی طرح نچوڑ ڈالا۔ مگر یہ قوم جو موسیٰؑ و ہارونؑ کی یادگار ہے مٹ نہ سکی۔
- اس کی نوائے آتشیں سے سوز جاتا رہا۔ لیکن اس کے سینے میں ابھی تک دم موجود ہے۔
- اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس کی جمعیت ختم ہو گئی، تو اس نے بزرگوں کی راہ نہ چھوڑی۔
- اے مسلمان! تیری قدیم محفل پریشان ہو چکی ہے۔ تیرے سینے کے اندر زندگی کی شمع بجھ چکی ہے۔
- تو اپنے دل پر دوبارہ توحید کا نقش کندہ کر اور اپنے اسلاف کی تقلید سے اپنی مشکلات کی چارہ سازی کر۔
- انحطاط کے زمانے میں اجتہاد قوم کا شیرازہ بکھیر دیتا اور اس کی بساط لپیٹ دیتا ہے۔
- کوتاہ نظر عالموں کے اجتہاد سے اسلاف کی پیروی (خطرات سے) زیادہ محفوظ ہے۔
- تیرے آباء و اجداد کی عقل ہوس کا شکار نہیں تھی۔ پاک بازوں کے کام خود غرضی سے آلودہ نہیں ہوتے۔
- انکے فکر نے بڑی باریکیاں پیدا کیں۔ ان کا تقویٰ حضورؐ کے قریب تر تھا۔
- اب امام جعفرؒ کا ذوق و شوق اور امام رازیؒ کی کاوش باقی نہیں رہی نہ ملّتِ حجازی کی وہ شان و شوکت ہے۔
- ہم پر دین کا راستہ تنگ ہو چکا ہے ہر فرومایہ دین کے راز جاننے کا دعویدار ہے۔
- تو جو اسرارِ دین سے ناآشنا ہے۔ اگر تو سمجھ رکھتا ہے تو ایک آئین کی پابندی اختیار کر۔
- میں نے نبّاضِ حیات سے سُنا ہے کہ اختلافات زندگی کے لیے قینچی کی طرح ہیں۔
- مسلمان وحدتِ آئین ہی سے زندہ ہے۔ اور وہ آئین قرآن ہے۔

ما ہمہ خاک و دلِ آگاہ اوست — اعتصامش کن کہ حبل اللہ اوست

چوں گہر در رشتۂ او سفتہ شو

ورنہ مانندِ غبار آشفتہ شو

در معنی ایں کہ پختگی سیرتِ ملّیہ از اتباعِ آئینِ الٰہیّہ است

در شریعت معنیٔ دیگر مجو — غیرِ ضو در باطنِ گوہر مجو

ایں گہر را خود خدا گوہر گر است — ظاہرش گوہر، بطونش گوہر است

علمِ حق غیر از شریعت ہیچ نیست — اصلِ سنّت جز محبت ہیچ نیست

فرد را شرع است مرقاتِ یقیں — پختہ تر از وے مقاماتِ یقیں (۱)

ملّت از آئینِ حق گیرد نظام — از نظامِ محکمے خیزد دوام

قدرت اندر علمِ او پیدا ستے — ہم عصا و ہم یدِ بیضا ستے

مرقات : زینہ ۱۲

- ہم سب خاک ہیں اور ہمارے دلوں کو بصیرت دینے والا قرآنِ پاک ہے اسے مضبوطی سے پکڑلے کہ یہی حبل اللہ (اللہ کی رسی) ہے۔
- اپنے آپ کو موتیوں کی مانند قرآنِ پاک کے رشتہ میں پرو لے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو غبارِ راہ کی طرح بکھر جائے گا۔

اس مضمون کی وضاحت میں کہ کردار کی پختگی شریعت ﷺ کے اتباع سے ہے

- شریعت میں کوئی اور معنی نہ ڈھونڈ۔ گوہر کے باطن میں بھی چمک کے سوا اور کچھ نہیں۔
- شریعت ایسا موتی ہے جسے خود اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے۔ اس کا ظاہر بھی موتی ہے اور باطن بھی موتی
- سچا علم شریعت کے علاوہ اور کچھ نہیں اور سنتِ رسولِ پاک ﷺ کی بنیاد محبت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔
- فرد کے لیے شرع ایمان کا زینہ ہے۔ اسی سے ایمان کے مقامات میں پختگی آتی ہے۔
- ملت کو بھی شریعت ہی سے نظام حاصل ہوتا ہے اور نظامِ محکم اسے دوام عطا کرتا ہے۔
- شریعت کے علم ہی سے (عمل پر) قدرت حاصل ہوتی ہے۔ یہ عصا (قوت کا نشان)، اور یدِ بیضا (نورِ ہدایت) بھی۔

باتو گویم سرِّ اسلام است شرع
شرع آغاز است و انجام است شرع

اے کہ باشی حکمتِ دیں را امیں
باتو گویم نکتۂ شرعِ مبیں

چوں کسے گردد مزاحم بے سبب
با مسلماں در ادائے مستحب

مستحب را فرض گردانیدہ اند
زندگی را عینِ قدرت دیدہ اند

روزِ ہیجا (۱) لشکرِ اعدا اگر
بر گمانِ صلح گردد بے خطر

گیرد آساں روزگارِ خویش را
بشکند حصن و حصارِ خویش را

تا نگیرد باز کار او نظام
تاختن بر کشورش آمد حرام

سرِّ ایں فرمانِ حق دانی کہ چیست؟
زیستن اندر خطرہا زندگیست

شرع میخواہد کہ چوں آئی بجنگ
شعلہ گردی واشگافی کامِ سنگ

آزماید قوتِ بازوے تو
می نہد الوند (۲) پیشِ روے تو

باز گوید سرمہ ساز الوند را
از تفِ خنجر گداز الوند را

نیست پیشِ ناتوانے لاغرے
در خورِ سرپنجۂ شیرِ نرے

باز چوں با صعوہ (۳) خوگر می شود
از شکارِ خود زبوں تر می شود

شارعِ آئیں شناسِ خوب و زشت
بہرِ تو ایں نسخۂ قدرت نوشت

(۱) ہیجا : جنگ ۱۲
(۲) الوند : ایران کے ایک پہاڑ کا نام ۱۲
(۳) صعوہ : مولا ۱۲!

- میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام کا راز شرع ہے۔ شرع ہی آغاز اور شرع ہی انجام۔
- تو جو دین کی حکمت کا امانتدار ہے میں تمہیں شرع مبیں کا نکتہ بتاتا ہوں۔
- اگر کوئی مسلمان کے مستحب ادا کرنے کے راستے میں بے سبب رکاوٹ بنے تو مستحب کو فرض قرار دے دیا گیا ہے۔ گویا زندگی کو عین قدرت عمل قرار دیا گیا ہے۔
- اگر جنگ کے دوران دشمن کا لشکر صلح کے گمان پر اپنے آپ کو بے خطر سمجھنا شروع کر دے۔
- وہ سہل انگاری اختیار کر لے اور اپنے دفاعی استحکامات ختم کر دے۔
- تو جب تک وہ دوبارہ اپنا نظام (دفاع) درست نہ کر لے اس کے ملک پر حملہ کرنا حرام ہے۔
- کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا راز کیا ہے یہ کہ خطروں میں جینا ہی زندگی ہے۔
- شرع یہ چاہتی ہے کہ جب تو جنگ کے لیے آئے تو شعلہ بن کر پتھر میں شگاف کر دے۔
- شرع تیرے قوت بازو کو آزماتی ہے، تیرے سامنے (مشکلات) کا پہاڑ رکھتی ہے۔
- پھر کہتی ہے کہ اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دے۔ اپنے خنجر کی گرمی سے اسے پگھلا دے۔
- کمزور اور لاغر بھیڑ، شیر نر کے پنجہ کے لائق نہیں۔
- جب باز ممولے کے شکار کا عادی ہو جائے۔ تو وہ اپنے شکار سے بھی زیادہ عاجز و خوار ہو جاتا ہے۔
- جناب رسول اللہ ؐ نے جو خوب و زشت کے آئین شناس ہیں تیرے لیے شریعت کا یہ نسخہ جو تجھے عمل پر قدرت عطا کرتا ہے تحریر فرمایا۔

از عمل آہن عصب می سازدت ⁕ جائے خوبے در جہاں اندازدت

خستہ باشی استوارت می کند ⁕ پختہ مثلِ کوہسارت می کند

ہست دینِ مصطفیٰ دینِ حیات ⁕ شرعِ او تفسیرِ آئینِ حیات

گر زمینی آسماں سازد ترا ⁕ آنچہ حق می خواہد آں سازد ترا

صیقلش آئینہ سازد سنگ را

از دلِ آہن رباید زنگ را

تا شعارِ مصطفیٰ از دست رفت ⁕ قوم را رمزِ بقا از دست رفت

آں نہالِ سربلند و استوار ⁕ مسلمِ صحرائیِ اشتر سوار

پاے تا در وادیِ بطحا گرفت ⁕ تربیت از گرمیِ صحرا گرفت

آں چناں کاہید از بادِ عجم ⁕ ہمچو نے گردید از بادِ عجم

آنکہ کشتے شیر را چوں گوسفند ⁕ گشت از پامالِ مورے دردمند

آنکہ از تکبیرِ او سنگ آب گشت ⁕ از صفیرِ بلبلے بیتاب گشت

آنکہ عزمش کوہ را کاہے شمرد ⁕ با توکل دست و پاے خود سپرد

آنکہ ضربش گردنِ اعدا شکست ⁕ قلبِ خویش از ضربہاے سینہ خست

آنکہ گامش نقشِ صد ہنگامہ بست ⁕ پاے اندر گوشۂ عزلت شکست

آنکہ فرمانش جہاں را ناگزیر ⁕ بردرش اسکندر و دارا فقیر

- یہ عمل کے ذریعے تیرے اعصاب کو آہنی بناتا ہے اور تجھے دُنیا میں بلند مقام عطا کرتا ہے۔
- اگر تو کمزور ہے تو یہ تجھے استوار کر دیتا ہے اور پہاڑ کی مانند پختہ بنا دیتا ہے۔
- حضورِ اکرمؐ کا دین ہی دینِ فطرت ہے۔ اور شرعِ محمدیؐ آئینِ حیات کی تفسیر ہے۔
- اگر تو پست ہے تو یہ نسخۂ شریعت تجھے آسمان جیسی بلندی عطا کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ تمہیں کہا (مبرہن ہے (کنتم خیرامۃ) تمہیں وہی بنا دیتا ہے۔
- شریعت کا صیقل پتھر کو آئینہ بنا دیتا ہے۔ اور لوہے کے دِل سے زنگ دور کر دیتا ہے۔
- جب حضورِ اکرمؐ کا شعار (شریعت) ہاتھ سے نکل گیا تو قوم رمزِ بقا سے بھی محرُوم ہو گئی۔
- وُہ شتر سوار صحرائی مُسلمان جو درخت کی مانند سربلند و استوار تھا۔
- وادیٔ بطحا میں رہائش پذیر تھا اور جس نے گرمیٔ صحرا سے تربیت پائی تھی۔
- وُہ بادِ عجم سے نے کی طرح کمزور ہو گیا۔
- وُہ جو شیر کو بکری کی طرح کمزور سمجھ کے مار دیتا تھا۔ اب چیونٹی کے پاؤں تلے آ کر آہ و پکار شرُوع کر دیتا ہے۔
- جس کی تکبیر سے پتھر پانی ہو جاتے تھے اب وُہ بُلبل کی آواز سے گھبرا جاتا ہے۔
- جس کا عزم پہاڑ کو تنکا سمجھتا تھا اب اس نے توکل کے نام پر اپنے ہاتھ پاؤں باندھ لیے ہیں
- جس کے ہاتھ کی ضرب دشمنوں کی گردن توڑ دیتی تھی ۔اب وُہ سینہ کوبی سے اپنے قلب کو زخمی کر رہا ہے۔
- جس کے نقشِ قدم سے سینکڑوں ہنگامے وابستہ تھے۔ اب وُہ گوشۂ عزلت میں پاؤں توڑ کے بیٹھ گیا ہے۔
- جس کا حکم دنیا پر چلتا تھا۔ جس کے دروازے پر سکندر و دارا فقیروں کی مانند کھڑے رہتے تھے۔

کوششِ او با قناعت ساز کرد ۔۔۔ تا بہ کشکولِ گدائی ناز کرد

شیخ احمد سیدِ گردوں جناب (۱) ۔۔۔ کاسب نور از ضمیرش آفتاب

گل کہ می پوشد مزارِ پاکِ او ۔۔۔ لاالہ گویاں دمد از خاکِ او

با مریدے گفت اے جانِ پدر ۔۔۔ از خیالاتِ عجم باید حذر

زانکہ فکرش گرچہ از گردوں گذشت ۔۔۔ از حدِ دینِ نبی بیروں گذشت

اے برادر ایں نصیحت گوش کن ۔۔۔ پندِ آں آقائے ملت گوش کن

قلب را زیں حرفِ حق گرداں قوی

با عرب در ساز تا مسلم شوی

(۱) حضرت شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲

- اب اس نے اپنی کوشش کو قناعت کے سپرد کر دیا ہے ۔ یہاں تک کہ وہ کشکولِ گدائی پر ناز کرتا ہے ۔
- شیخ احمد سرہندیؒ جن کا آستانہ آسمان کی طرح بلند ہے آفتاب بھی ان کے نور سے کسبِ ضیا کرتا ہے ۔
- ان کے مزارِ پاک کو جو پھول ڈھانپے ہوئے ہیں وہ اس خاک سے لاالٰہ پڑھتے ہوئے اُگتے ہیں ۔
- انہوں نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ اے جانِ من ! عجمی خیالات سے بچنا چاہیئے ۔
- گو فکرِ عجم آسمان کی بلندیوں سے بھی آگے نکل گیا ہے ۔ لیکن وہ دینِ نبیؐ کی حدود سے بھی تجاوز کر گیا ہے ۔
- میرے بھائی ! اس نصیحت کو اچھی طرح سُن اور ملت کے پاسبان (مجددؒ) کی اس بات کو حرزِ جان بنا لے ۔
- اپنے قلب کو اس قولِ راست سے مضبوط کر (عجمی خیالات چھوڑ کر) عربی اخلاق ستودہ اختیار کر تا کہ تو صحیح معنوں میں مسلمان بن جائے ۔

در معنئ اینکہ حُسنِ سیرتِ ملّیہ از تادّب

بآدابِ محمدّیہ است

سائلے مثلِ قضائے مبرمے
بر درِ ما زد صدائے پیہمے

از غضب چوبے شکستم بر سرش
حاصلِ دریوزہ افتاد از برش

عقل در آغازِ ایامِ شباب
می نیندیشد صواب و ناصواب

از مزاجِ من پدر آزردہ گشت
لالہ زارِ چہرہ اش افسردہ گشت

بر لبش آہے جگر تابے رسید
درمیانِ سینۂ او دل تپید

کوکبے در چشمِ او گردید و ریخت
بر سرِ مژگاں دمے تابید و ریخت

ہمچو آں مرغے کہ در فصلِ خزاں
لرزد از بادِ سحر در آشیاں

در تنم لرزید جانِ غافلم
رفت لیلائے شکیب از محملم

گفت فردا امتِ خیر الرسلؐ
جمع گردد پیشِ آں مولائے کل

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّت کا حُسنِ سیرت جنابِ رسُولؐ کے آداب اختیار کرنے سے ہے

- ایک مانگنے والا نہ ٹلنے والی قضا کی طرح ہمارے دروازے پر متواتر صدا دیئے جا رہا تھا۔
- میں نے غُصّے سے اس کے سر پر ڈنڈا دے مارا جس سے اس کی جھولی میں جو بھیک جمع تھی وُہ نیچے گر گئی۔
- جوانی کے آغاز میں عقل نیک و بد میں تمیز نہیں کرتی۔
- میرے مزاج سے میرے والد صاحب آزردہ خاطر ہوئے۔ ان کے چہرے کی سُرخی ماند پڑ گئی۔
- ان کے لب سے آہِ جگر سوز نکلی ان کے سینے میں دِل تڑپ اٹھا۔
- ان کی آنکھ میں سے ستارے کی مانند آنسو پیدا ہوا تھوڑی دیر پلکوں پر چمکا اور ٹپک پڑا۔
- اس پرندے کی مانند جو خزاں کے موسم میں آشیانے میں بیٹھا ہوا صُبح کی ٹھنڈی ہوا میں لرز جاتا ہے۔
- غفلت میں پڑی ہوئی میری جان بھی میرے بدن میں لرز اُٹھی۔ اور صبر کی لیلا میرے محمل سے نکل گئی۔
- میرے والد صاحب نے کہا، کہ کل جب خیر الرّسلؐ کی اُمّت اس مولائے کلؐ کے گرد و پیش جب جمع ہو گی۔

غازیانِ ملتِ بیضائے او — حافظانِ حکمتِ رعنائے او
ہم شہیدانے کہ دیں را حجت اند — مثلِ انجم در فضائے ملت اند
زاہدان و عاشقانِ دل فگار — عالمان و عاصیانِ شرمسار
درمیانِ انجمن گردد بلند — نالہ ہائے ایں گدائے دردمند
اے حدا طے مشکل ز بے مرکبی — من چہ گویم چوں مرا پرسد نبیؐ

"حق جوانے مسلمے با تو سپرد
کو نصیبے از دبستانم نبرد
از تو ایں یک کار آساں ہم نشد
یعنی آں انبارِ گِل آدم نشد"

در ملامت نرم گفتار آں کریم — من رہینِ خجلت و امید و بیم
اندکے اندیش و یاد آر اے پسر — اجتماعِ امتِ خیر البشرؐ
باز ایں ریشِ سفیدِ من نگر — لرزۂ بیم و امیدِ من نگر
بر پدر ایں جورِ نازیبا مکن — پیشِ مولا بندہ را رسوا مکن
غنچۂ از شاخسارِ مصطفیؐ — گل شو از بادِ بہارِ مصطفیؐ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت — بہرہ از خلقِ او باید گرفت
مرشدِ رومی چہ خوش فرمودہ است — آنکہ یم در قطرہ اش آسودہ است

- ایک طرف ملتِ بیضا کے غازیان کھڑے ہوں گے۔ دُوسری طرف اس کی حکمتِ رعنا کے حافظاں ہوں گے۔
- اسی طرح شہیداں بھی موجود ہوں گے جو دین کے لیے حجت ہیں۔ اور ملت کی فضا میں ستاروں کی مانند چمک رہے ہونگے۔
- زاہد بھی ہونگے۔ دِل فگار عاشق بھی ہونگے۔ عالم بھی ہوں گے اور شرمسار گنہگار بھی۔
- وہاں اس محفل میں اس دردمند گدا کی فریاد بلند ہو گی۔
- اے بیٹے وہاں سواری (اعمالِ حسنہ) کے بغیر تیرا راستہ طے کرنا مشکل ہو جائے گا میں کیا جواب دوں گا جب حضور اکرمؐ مجھ سے دریافت فرمائیں گے۔
- "اللہ تعالیٰ نے ایک مسلم نوجوان تیرے سپرد کیا تھا (کہ تو اس کی صحیح تربیت کرے) مگر وُہ میری ادب گاہ سے کوئی سبق حاصل نہ کر سکا۔
- تو اتنا سا کام بھی سر انجام نہ دے سکا یعنی اس مٹی کے انبار کو آدمی نہ بنا سکا"
- وُہ کریم الطبع ذاتؐ، ملامت میں نرم گفتار، اور میں شرم میں ڈوبا ہوا اور امید و بیم کا شکار۔
- اے بیٹے ذرا سوچ اور امتِ خیر البشرؐ کے اس اجتماع کا تصوّر کر۔
- پھر میری اس سفید ریش کا خیال کر۔ اور (اس لمحہ) مجھے اُمید و بیم سے کانپتے ہوئے دیکھ۔
- اپنے باپ پر نازیبا ظلم نہ کر۔ اس غلام کو اپنے آقاؐ کے حضور رسوا نہ کر۔
- تو حضورِ اکرمؐ کی شاخسار کا ایک غنچہ ہے۔ بادِ بہارِ مُصطفیٰؐ سے کھل کر پھول بن۔
- تجھے آپؐ کی بہار سے رنگ و بُو حاصل کرنا چاہیئے تجھے آپؐ کے خلقِ (عظیم) سے حصہ لینا چاہیئے۔
- مُرشدِ رُومیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے اس کے کلام کے ہر قطرے میں سمندر سمایا ہوا ہے

"مگسل از ختم الرسلؐ ایامِ خویش ‖ تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش"
فطرتِ مسلم سراپا شفقت است ‖ در جہاں دست و زبانش رحمت است
آنکہ مہتاب از سر انگشتش دو نیم ‖ رحمتِ او عام و اخلاقش عظیم
از مقامِ او اگر دور استی ‖ از میانِ معشرِ ما نیستی (۱)
تو کہ مرغِ بوستانِ ماستی ‖ ہم صفیر و ہم زبانِ ماستی
نغمہ داری اگر تنہا مزن ‖ جز بہ شاخِ بوستانِ ما مزن
ہر چہ ہست از زندگی سرمایہ دار ‖ میرد اندر عنصرِ ناسازگار
بلبل استی در چمن پرواز کن ‖ نغمہ با ہم نوایاں ساز کن
ور عقاب استی تہِ دریا مزی ‖ جز بخلوت خانۂ صحرا مزی
کوکبی؟ می تاب بر گردونِ خویش ‖ پا منہ بیروں ز پیرامونِ خویش
قطرۂ آبے گر از نیساں بری ‖ در فضائے بوستانش پروری
تا مثالِ شبنم از فیضِ بہار ‖ غنچۂ تنگش بگیرد در کنار
از شعاعِ آسماں تابِ سحر ‖ کز فسونش غنچہ می بندد شجر
عنصرِ نم بر کشی از جوہرش ‖ ذوقِ رم از سالماتِ مضطرش (۲)

(۱) معشر : گروہ۔ جماعت ۱۲ (۲) سالمات : اجزائے ترکیبی ۱۲

- "اپنی زندگی کو ختم الرسلؐ سے منقطع نہ کر اپنے فن اور اپنی رفتار پر اعتماد نہ کر"۔
- مسلمان کی فطرت سراپا شفقت ہے۔ اس کے ہاتھ اور زبان دنیا کے لیے باعثِ رحمت ہیں۔
- آپؐ کی ذات مبارک وہ ہے جن کی انگلی کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپؐ کی رحمت عام اور خلقِ عظیم ہے۔
- اگر تو حضورؐ کے مقام سے دور ہے تو ہمارے گروہ میں سے نہیں ہے۔
- تو ہمارے باغ کا پرندہ ہے۔ تو ہمارا ہم آواز اور ہم زبان ہے۔
- اگر تو کوئی نغمہ رکھتا ہے تو اسے اکیلے نہ گا۔ ہمارے باغ کی شاخ کے علاوہ اور کہیں جا کے نہ بیٹھ۔
- جو بھی زندگی سے سرمایہ دار ہے وہ ناسازگار ماحول میں زندہ نہیں رہ سکتا۔
- اگر تو بلبل ہے تو چمن میں پرواز کر اور ہم نواؤں کے ساتھ مل کر گا۔
- اور اگر تو عقاب ہے تو دریا کی تہ میں نہ رہ صرف صحرا کے خلوت خانہ میں زندگی بسر کر۔
- اگر تو ستارہ ہے تو اپنے آسمان پر چمک۔ اپنے ماحول سے باہر پاؤں نہ رکھ۔
- اگر تو بارش سے ایک قطرہ لے اور اسے باغ کی فضا میں پرورش کرے۔
- یہاں تک کہ وہ فیضِ بہار سے شبنم کی مانند بند کلی کو اپنی آغوش میں لے لے۔
- پھر صبح کی آسمان کو روشن کرنے والی شعاع کے فسوں سے پودے میں کلیاں لگ جائیں۔
- لیکن اگر تو اس قطرے کے جوہر سے نمی کا عنصر نکال لے اور اس کے مرتعش اجزائے ترکیبی سے ذوقِ ارتعاش چھین لے۔

گوہرت جز موجِ آبِ ہیچ نیست — سعیِ تو غیر از سرابِ ہیچ نیست
در یمِ اندازِ کش کہ گردد گوہرے — تابِ او لرزد چو تابِ اخترے
قطرۂ نیساں کہ مہجور از یم است — نذرِ خاشاکے مثالِ شبنم است
طینتِ پاکِ مسلماں گوہر است — آب و تابش از یمِ پیغمبر است
آبِ نیسانی بآغوشش در آ — وز میانِ قلزمش گوہر بر آ
در جہاں روشن تر از خورشید شو
صاحبِ تابانیِ جاوید شو

در معنیِ ایں کہ حیاتِ ملّیہ مرکزِ محسوس می خواہد و مرکزِ ملّتِ اسلامیہ بیت الحرام است

می کشایم عقدہ از کارِ حیات — سازمت آگاہِ اسرارِ حیات
چوں خیال از خود رمیدن پیشہ اش — از جہت دامن کشیدن پیشہ اش

- اور پھر یہ توقع رکھے کہ وُہ گوہر بن جائے تو وُہ گوہر نہیں بنے گا صرف موجِ آب رہے گا تو تیری یہ ساری کوشش، سُراب ثابت ہو گی۔
- تو اس قطرے کو دریا میں ڈال کہ وُہ گوہر بنے اور اس کی آب و تاب سے ستارے لرزاں ہو۔
- بارش کا وُہ قطرہ جو دریا سے دُور رہے وہ شبنم کی مانند خس و خاشاک ہو جاتا ہے۔
- مُسلمان کی پاک طینت گوہر کی مانند ہے اور اس کی آب و تاب جناب رسُولِ پاکؐ کے دریا سے ہے۔
- تو بارش کا قطرہ ہے اس دریا کی آغوش میں آ۔ اور حضُورؐ کے سمندر سے گوہر بن کر نکل۔
- پھر دُنیا میں آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہو کر (چمک) اور ہمیشہ کی تابانی پالے۔

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّت کی زندگی مرکزِ محسوس چاہتی ہے اور ملّتِ اسلامیہ کا مرکز بیت الحرام ہے

- میں زندگی کے معاملات کا ایک عقدہ حل کرتا ہوں اور تجھے زندگی کے رازوں سے باخبر کرتا ہوں۔
- خیال کی طرح زندگی بھی ایک حالت پر برقرار نہیں رہتی۔ کبھی وُہ ایک جہت سے دامن بچا کر چلتی ہے کبھی دُوسری جہت کسی ایک جہت سے وابستہ نہیں رہتی۔

در جہانِ دیر و زود آید چسان؟ — وقتِ او فردا و دی زاید چسان؟

گر نظر داری یکے بر خود نگر — جز رم پیہم نئہ اے بے خبر

تا نماید تابِ نا مشہودِ خویش — شعلۂ او پردہ بند از دودِ خویش

سیرِ او را تا سکوں بیند نظر — موجِ جوشش بستہ آمد در گہر

آتشِ او دم بجوشش اندر کشید — لالہ گردید و ز شاخے بر دمید

فکرِ خامِ تو گراں خیز است و لنگ — تہمتِ گل بست بر پروازِ رنگ

زندگی مرغِ نشیمن ساز نیست — طائرِ رنگ است جز پرواز نیست

در قفس واماندہ و آزاد ہم — با نوا ہا می زند فریاد ہم

از پرش پرواز شوید دمبدم — چارۂ خود کردہ جوید دمبدم

عقدہ ہا خود می زند در کارِ خویش — باز آساں می کند دشوارِ خویش

پا بگل گردد حیاتِ تیز گام — تا دوبالا گرددش ذوقِ خرام

ساز ہا خوابیدہ اندر سوزِ او — دوش و فردا زادۂ امروزِ او

دمبدم مشکل گر و آساں گذار — دمبدم نو آفرین و تازہ کار

گرچہ مثلِ بو سراپایش رم است — چوں وطن در سینۂ گیرد دم است

رشتہ ہائے خویش را بر خود تند — تحمۂ گردد، گرہ بر خود زند

در گرہ چوں دانہ دارد برگ و بر — چشم بر خود وا کند گردد شجر

- یہ جہان جو حال و مستقبل سے مرکب ہے اس میں زندگی کیسے عمل فرما ہوتی ہے اس کا وقت کیسے ماضی اور مستقبل پیدا کرتا ہے؟
- اگر تو نظر رکھتا ہے تو اپنے آپ پر نگاہ ڈال، اے بے خبر تو بھی تو رم پیہم کے سوائے اور کچھ نہیں۔
- زندگی اپنے باطن کی تب و تاب کی نمائش کے لیے اپنے شُعلے کو اپنے دُھوئیں کے پردے میں بند رکھتی ہے۔ (کہ شُعلے میں پوشیدہ ہے موجِ دود)
- جب زندگی کی حرکت بظاہر پُرسکون نظر آتی ہے تو گویا اس کی موجِ آب گہر بن جاتی ہے۔ (ع گہر میں محو ہوا اضطراب دریا کا غالبؔ)
- پھر زندگی کی آتش نے دم سادھا تو لالے کا پھُول بن کر شاخ سے باہر نکل آئی۔
- تیری سوچ سست اور لنگڑی ہے اس نے پھُول پر یہ تہمت لگائی کہ اس کا رنگ اُڑ جاتا ہے۔ (حالانکہ یہ زندگی کی مسلسل حرکت کا اظہار ہے)۔
- زندگی ایسا پرندہ نہیں جو ہر وقت نشیمن میں بیٹھا رہے وُہ طائرِ رنگ ہے اور ہر لحہ اپنے رنگ بدلتا رہتا ہے۔
- زندگی کا پرندہ قفس میں عاجز بھی ہے اور آزاد بھی ہے وُہ اپنی خوش نوائی کے ساتھ فریاد کناں بھی رہتا ہے۔
- اس کے پروں سے ہر لحہ پرواز گم ہوتی رہتی ہے پھر وُہ ہر دم اپنے کیے کا خود علاج بھی کرتی رہتی ہے۔
- زندگی خود ہی اپنے معاملات میں مشکلات پیدا کرتی ہے اور پھر اپنی دشواریوں کو آسان بھی بناتی ہے۔
- حیاتِ تیز رو اپنے پاؤں کو مٹی میں مقید کرتی ہے تاکہ اس کا ذوقِ خرام دوبالا ہو۔

- اس کے سوز کے اندر بھی ساز چھپا ہوا ہے۔ اس کا ماضی اور مستقبل اس کے حال ہی کی پیداوار ہے۔
- زندگی ہر لمحہ مشکلات پیدا بھی کرتی ہے اور انہیں آسان بھی بناتی ہے وُہ ہر دم نئی چیز پیدا کرتی اور نیا انداز اختیار کرتی ہے۔
- اگرچہ زندگی کا سراپا حرکت سے عبارت ہے لیکن جب یہ سینے میں قیام کرتی ہے تو سانس بن جاتی ہے۔
- ممکنات کے دھاگوں کا جال اپنے اُوپر تنتی رہتی ہے کبھی گرہ کھا کر گُھنڈی بن جاتی ہے۔
- جب گرہ کے اندر دانہ برگ و بر پیدا کرتا ہے تو اپنی آنکھ کھولتا ہے اور شجر میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

خلعتے از آب و گل پیدا کند　　دست و پا و چشم و دل پیدا کند
خلوت اندر تن گزیند زندگی
انجمن ہا آفریند زندگی
ہمچناں آئینِ میلادِ امم　　زندگی بر مرکزے آید بہم
حلقہ را مرکز چو جاں در پیکر است　　خطِ او در نقطۂ او مضمر است
قوم را ربط و نظام از مرکزے　　روزگارش را دوام از مرکزے
راز دار و رازِ ما بیت الحرم　　سوزِ ما ہم سازِ ما بیت الحرم
چوں نفس در سینۂ او پروریم　　جانِ شیرین است او ما پیکریم
تازہ رو بستانِ ما از شبنمش　　مزرعِ ما آب گیر از زمزمش
تاب دار از ذرہ ہایش آفتاب　　غوطہ زن اندر فضایش آفتاب
دعویٰ او را دلیل استیم ما　　از براہینِ خلیل استیم ما
در جہاں ما را بلند آوازہ کرد　　با حدیثِ ما قدم شیرازہ کرد
ملتِ بیضا ز طوفش ہم نفس　　ہمچو صبحِ آفتاب اندر قفس
از حسابِ او یکی بسیاریت　　پختہ از بندِ یکی خودداریت
تو ز پیوندِ حریمے زندۂ　　تا طوافِ او کنی پایندۂ
در جہاں جانِ امم جمعیت است　　در نگر سرِ حرم جمعیت است

- پھر وہ آب و گل سے اپنے لیے خلعت پیدا کرتا ہے اور ہاتھ پاؤں اور چشم و دل پیدا کرتا ہے۔
- (اسی طرح) زندگی جب انسانی بدن میں خلوت اختیار کرتی ہے تو مختلف محفلیں وجود میں لاتی ہے۔
- قوموں کے قیام کا دستور بھی یہی ہے، مرکز ہی سے ان کے اندر جمعیت پیدا ہوتی ہے۔
- دائرے کے لیے مرکز وہی حیثیت رکھتا ہے جو بدن کیلئے جان۔ دائرے کا محیط اسکے مرکز میں مضمر ہے۔
- قوم کا ربط اور نظام مرکز سے وابستہ ہے مرکز ہی سے اسکی زندگی کو دوام حاصل ہوتا ہے۔
- ہماری (قومی زندگی کا) راز اور ہماری (توحید) کا راز دار بیت اللہ شریف ہے، ہمارا سوز بھی اسی سے ہے اور ہمارا ساز بھی اسی سے ہے۔
- ہم اسکے سینے میں سانس کی مانند پرورش پاتے ہیں، وہ (ہماری) جان شیریں ہے۔ اور ہم اسکا بدن۔
- ہمارا باغ اس کی شبنم سے تر و تازہ ہے ہماری کھیتی اسکے زمزم سے پانی حاصل کرتی ہے۔
- آفتاب اسکے ذروں سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اس کی فضا میں غوطہ زن رہتا ہے۔
- اسکے دعوائے (توحید) کی دلیل ہم ہیں حضرت ابراہیمؑ کی براہین میں سے ہے (حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی طرف اشارہ ہے)۔
- کعبہ ہی نے دنیا میں ہماری شان بلند کی ہے۔ نبی نے ہمارے وجود کو ذاتِ قدیم سے ملا دیا ہے۔
- اس کے طواف سے ملتِ بیضا میں یگانگت ہے، اس کی مثال قفس کے اندر صبح آفتاب کی سی ہے (کعبہ شریف آفتابِ صبح کی مانند نور بکھیر رہا ہے اور ملتِ اسلامیہ نے اس نور کو مقید کر رکھا ہے)۔
- اس کے تعلق سے ہماری کثرت وحدت ہے، اور اس وحدت کے سبب ہماری پختگی ہے۔
- تو حرم شریف کے ساتھ تعلق کی وجہ سے زندہ ہے۔ جب تک اس کا طواف کرتا رہے گا پائندہ رہے گا۔
- دنیا میں قوموں کی جان جمعیت ہے۔ اور یہی جمعیت حرم کا راز ہے۔

عبرتے اے مسلمِ روشن ضمیر — از مآلِ اُمتِ موسیٰ بگیر

داد چوں آں قوم مرکز را ز دست — رشتۂ جمعیتِ ملّت شکست

آنکہ بالید اندر آغوشِ رسل — جزوِ او دانندۂ اسرارِ کل

دہر سیلی بر بناگوشش کشید — زندگی خوں گشت و از چشمش چکید

رفت نم از ریشہ ہائے تاکِ او — بیدِ مجنوں ہم نروید خاکِ او

از گلِ غربت زباں گم کردۂ (۱) — ہم نوا ہم آشیاں گم کردۂ

شمع مُرد و نوحہ خواں پروانہ اش — مشتِ خاکم لرزد از افسانہ اش

اے ز تیغِ جورِ گردوں خستہ تن — اے اسیرِ التباسِ وہم و ظن

پیرہن را جامۂ احرام کن — صبح پیدا از غبارِ شام کن

مثلِ آبا غرق اندر سجدہ شو — آنچناں گم شو کہ یکسر سجدہ شو

مسلمِ پیشیں نیازے آفرید — تا بہ نازِ عالمِ آشوبے رسید

در رہِ حق پا بہ نوکِ خار خست
گلستاں در گوشۂ دستار بست

(۱) از گلِ غربت : یعنی غربت کی وجہ سے ۱۲

○ اے روشن ضمیر مسلمان اُمتِ موسیٰ کے انجام سے عبرت حاصل کر۔
○ جب اس قوم نے مرکز چھوڑ دیا تو اس کی جمعیت کا رشتہ ٹوٹ گیا۔
○ وہ قوم جو رسولوں کی گود میں پلی تھی، جس کے افراد کل کے اسرار سے واقف تھے۔
○ زمانے نے اس کی کنپٹی پر تھپیڑ مارا جس سے اس کی زندگی خون بن کر اس کی آنکھوں سے بہ نکلی۔
○ اس کے انگور کی رگوں سے نمی جاتی رہی۔ اب اس کی خاک سے انگور تو درکنار بیدِ مجنوں بھی پیدا نہیں ہوتا۔
○ بے وطنی کی وجہ سے وہ اپنی زبان بھی گم کر چکی ہے، وہ اپنی آواز بھی گم کر چکی ہے اور اپنا آشیانہ بھی۔
○ اس کی شمع بجھ چکی ہے اور اس پر پروانہ نوحہ خوان ہے، اس کی کہانی سے میرا بدن لرز اٹھتا ہے۔
○ اے مسلمان تو جو زمانے کی تیغِ ستم سے زخمی ہے تو جو تشکیک اور وہم و ظن کا اسیر ہے۔
○ جامۂ احرام کو اپنا پیرہن بنا۔ اور اس طرح اپنی شامِ زوال کے غبار سے صبح پیدا کر لے۔
○ اپنے آباء و اجداد کی مانند سجدے کے اندر غرق ہو جا۔ سجدے میں اس طرح گم ہو جا کہ یکسر سجدہ بن جا۔
○ دورِ اول کے مسلمان نے نیازمندی پیدا کی تھی تب اسے وہ ناز حاصل ہوا جو دنیا میں ایک انقلاب لے آیا۔
○ پہلے اس نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے پاؤں کو کانٹوں سے زخمی کیا تب اس نے اپنے گوشۂ دستار میں گلستان سجایا۔

در معنیٔ ایں کہ جمعیتِ حقیقی از محکم گرفتنِ نصب العین ملّیہ است و نصب العین امّتِ محمدیہ حفظ و نشرِ توحید است

با تو آموزم زبانِ کائنات — حرف و الفاظ است اعمالِ حیات

چوں ز ربطِ مدعائے بستہ شد — زندگانی مطلعِ برجستہ شد

مدّعا گردد اگر مہمیزِ ما — ہمچو صرصر می رود شبدیزِ ما

مدّعا رازِ بقائے زندگی — جمع سیمابِ قوائے زندگی

چوں حیات از مقصدے محرم شود — ضابطِ اسبابِ ایں عالم شود

خویشتن را تابعِ مقصد کند — بہرِ او چیند گزیند رد کند

ناخدا را ہم روی از ساحل است — اختیارِ جادہ ہا از منزل است

بر دلِ پروانہ داغ از ذوقِ سوز — طوفِ او گردِ چراغ از ذوقِ سوز

قیس اگر آوارہ در صحرا ستے — مدّعایش محملِ لیلا ستے

تا بود شہر آشنا لیلائے ما — بر نمی خیزد بصحرا پائے ما

ہمچو جاں مقصود پنہاں در عمل — کیف و کم از وے پذیرد ہر عمل

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّت کی اصل جمعیت نصب العین کو مضبوطی سے تھام لینے میں ہے اور اُمتِ محمدیہ ﷺ کا نصب العین توحید کی حفاظت اور اشاعت ہے۔

- میں تجھے زندگی کی زبان بتاتا ہوں زندگی کے اعمال (زندگی کی زبان) کے حروف و الفاظ ہیں۔
- جب زندگی کسی مقصود سے وابستہ و مربوط ہو جاتی ہے تو گویا یہ غزل کا برجستہ مطلع بن جاتی ہے۔
- اگر ہم مقصود کو اپنے لیے مہمیز بنا لیں تو ہماری زندگی کے گھوڑے کی رفتار بادِ صرصر کی مانند تیز ہو جائے۔
- مقصود ہی بقائے زندگی کا راز ہے اور اسی سے قوائے زندگی کا سیماب مجتمع ہوتا ہے۔
- جب زندگی کسی مقصد سے آشنا ہوتی ہے تو وہ اس جہان کے اسباب کو ضبط کے تحت لے آتی ہے۔
- پھر زندگی اپنے آپ کو مقصد کے تابع بنا لیتی ہے اور مقصد کی خاطر بعض چیزوں کا انتخاب کرتی ہے اور بعض کو رد کر دیتی ہے۔
- ملاح سمندر میں کشتی چلاتے ہوئے ساحل کو مقصود رکھتا ہے، مسافر راستوں پر چلتے ہوئے منزل کو سامنے رکھتے ہیں۔
- پروانے کے دل پر سوز سے لطف اندوز ہونے کا داغ ہے وہ اسی مقصد کی خاطر چراغ کا طواف کرتا ہے۔
- قیس اگر صحرا میں آوارہ ہے تو محملِ لیلیٰ اس کا مدعا ہے۔
- جب سے ہماری لیلیٰ شہر آشنا ہوئی ہے صحرا کی طرف ہمارے پاؤں نہیں اٹھتے۔
- مقصود عمل کے اندر جان کی طرح پوشیدہ ہے اسی سے عمل میں کمی بیشی واقع ہوتی ہے۔

گردشِ خونے کہ در رگہائے ماست — تیز از سعیِ حصولِ مدعاست
از تفِ او خویش را سوزد حیات — آتشے چوں لالہ اندوزد حیات
مدعا مضرابِ سازِ ہمت است — مرکزے کو جاذبِ ہر قوت است
دست و پائے قوم را جنباند او — یک نظر صد چشم را گرداند او
شاہدِ مقصود را دیوانہ شو — طائفِ ایں شمع چوں پروانہ شو
خوش نوائے نغمہ سازِ قم زد است — زخمۂ معنی بر ابریشم زد است
تا کشد خار از کفِ پا رہ سپر (۱) — می شود پوشیدہ محمل از نظر

گر بقدرِ یک نفس غافل شدی
دور صد فرسنگ از منزل شدی

ایں کہن پیکر کہ عالم نام اوست (۲) — ز امتزاجِ امہاتِ اندامِ اوست
صد نیستاں کاشت تا یک نالہ رست — صد چمن خوں کرد تا یک لالہ رست
نقشہا آورد و افگند و شکست — تا بہ لوحِ زندگی نقشِ تو بست
نالہ ہا در کشتِ جاں کاریدہ است — تا نوائے یک اذاں بالیدہ است
مدتے پیکار با احرار داشت — با خداوندانِ باطل کار داشت

(۱) رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں شد از نظر — یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد (ملکتی)
(۲) امتزاج امہات یعنی عناصر کا اختلاط ۱۲

○ ہماری رگوں میں جو خون دوڑ رہا ہے۔ مقصود حاصل کرنے کی کوشش سے وہ تیز ہو جاتا ہے۔
○ مقصود کی گرمی ہی سے زندگی میں جوش پیدا ہوتا ہے۔ اسی سے زندگی گل لالہ کی مانند آگ اکٹھی کرتی ہے۔
○ سازِ ہمت کا مضراب مدعا ہے یہ ایسا مرکز ہے جو انسان کی ہر قوت کو اپنی طرف متمرکز کر لیتا ہے۔
○ اسی سے قوم کے دست و پا میں حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی سے افراد کی سینکڑوں آنکھیں یک نظر بن جاتی ہیں۔
○ تو بھی شاہدِ مقصود کا دیوانہ بن۔ اور پروانے کی مانند اس شمع کا طواف کر۔
○ قم کے شاعر نے کیا خوب بات کہی ہے۔ گویا اس نے تارِ ابریشم کو معنی کے مضراب سے چھیڑ دیا ہے۔
○ جب تک مسافر اپنے پاؤں کے تلوے سے کانٹا نکالتا ہے۔ محمل اس کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتا ہے۔
○ اگر تو ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہو جائے تو اپنی منزل سے سینکڑوں میل دور جا پڑتا ہے۔
○ یہ کہن پیکر جس کا نام دنیا ہے جو عناصر کے اختلاط سے بنا ہے۔
○ سینکڑوں نیستاں کاشت کیے تاکہ بنسری سے نالہ پیدا ہو سکے۔ اسی طرح اس نے سینکڑوں باغوں کا خون کیا تاکہ ایک گل لالہ پیدا ہو۔
○ وہ کئی نقش لایا۔ انہیں قائم کیا اور توڑ دیا تاکہ تجھے لوحِ زندگی پر منقش کرے۔
○ جان کی کھیتی میں کئی نالے کاشت کیے تاکہ ان کے اندر سے ایک اذان کی آواز پیدا ہو۔
○ یہ دنیا مدت تک احرار سے لڑتی رہی کیونکہ اسے جھوٹے خداؤں سے محبت تھی۔

تخمِ ایماں آخر اندر گل نشاند / با زبانت کلمۂ توحید خواند

نقطۂ ادوارِ عالم لاالٰہ / انتہائے کارِ عالم اِلّا اللہ

چرخ را از زورِ او گردندگی / مہر را پایندگی رخشندگی

بحر گوہر آفرید از تابِ او / موج در دریا تپید از تابِ او

خاک از موجِ نسیمش گل شود / مشت پر از سوزِ او بلبل شود

شعلہ در رگہائے تاک از سوزِ او / خاکِ مینا تابناک از سوزِ او

نغمہ ہایش خفتہ در سازِ وجود / جویدت اے زخمۂ سازِ وجود

صد نوا داری چو خوں در تن رواں / خیز و مضرابے بہ تارِ او رساں

زانکہ در تکبیر رازِ بودِ تست / حفظ و نشرِ لاالٰہ مقصودِ تست

تا نہ خیزد بانگِ حق از عالمے / گر مسلمانی نیاسائی دمے

می ندانی آیۂ اُمّ الکتاب (۱) / اُمّتِ عادل ترا آمد خطاب

آب و تابِ چہرۂ ایام تو / در جہاں شاہد علی الاقوام تو

نکتہ سنجاں را صلائے عام دہ / از علومِ اُمّیے پیغام دہ

اُمّیے پاک از ہوٰی گفتارِ او (۲) / شرحِ رمزِ ما غوٰی گفتارِ او (۳)

(۱) وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ط

(۲) وما ینطق عن الھوٰی ۱۲ (۳) ما ضلّ صاحبکم وما غوٰی ۱۲

○ یہاں تک کہ اس نے انسانی بدن کے اندر ایمان کا بیج بویا اور تیری زبان پر کلمۂ توحید جاری کیا۔

○ جہانوں کی گردش کا مرکز لاالٰہ ہے۔ اور اس جہان کے کام کی انتہا بھی لاالٰہ ہے۔

○ آسمان اسی کے زور سے گھوم رہا ہے، سورج نے اسی سے پایندگی اور چمک حاصل کی۔

○ بحر نے اسی کی چمک سے موتی پیدا کیے۔ اور اسی کی تپش سے دریا میں موج تڑپی۔

○ اسی کی موجِ نسیم سے خاک پھول ہوئی۔ اور اسی کے سوز سے مشتِ پر بلبل بنی۔

○ انگور کی رگوں میں اسی کے سوز سے شعلہ پیدا ہوا اور خاکِ مینا چمکدار بنی۔

○ وجودِ عالم کے ساز کے اندر سوئے ہوئے نغمے۔ اے زخمہ (اے مسلمان) تیری تلاش میں ہیں۔

○ تو اپنے وجود کے اندر رواں خون کی مانند سینکڑوں خونیں نغمے رکھتا ہے۔ اٹھ اور تارِ عالم کو اپنے مضراب سے چھیڑ دے۔

○ چونکہ تیرے وجود کا راز نعرۂ تکبیر میں پنہاں ہے اس لیے توحید کی حفاظت و اشاعت تیرا مقصود ہے۔

○ اگر تو مسلمان ہے تو اس وقت تک آرام سے نہ بیٹھ جب تک آوازۂ حق ساری دنیا سے نہ اٹھ کھڑا ہو۔

○ کیا تجھے قرآنِ پاک کی وہ آیت یاد نہیں جس میں امتِ مسلمہ کو امتِ وسطیٰ (عادل) کہا گیا ہے۔

○ چہرۂ ایام کی آب و تاب تجھ سے ہے۔ تو دنیا کی اقوام پر شاہد یعنی معیار ہے۔

○ تو جویانِ حق کو دعوتِ عام دے۔ اور انہیں جنابِ رسولِ پاک کا پیغام پہنچا۔

○ آپ ایسے امّی ہیں جن کی گفتار ہوائے نفس سے پاک ہے اور رمزِ "ما غوٰی" کی شرح۔

تابدست آوردِ نبضِ کائنات — وانمود اسرارِ تقویمِ حیات
از قبائے لالہ ہائے ایں چمن — پاک شست آلودگیہائے کہن
در جہاں وابستۂ دینش حیات — نیست ممکن جز بآئینش حیات
اے کہ می داری کتابش در بغل — تیز تر نہ پا بہ میدانِ عمل
فکرِ انساں بُت پرستے بُتگرے — ہر زماں در جستجوے پیکرے
باز طرحِ آزری انداخت است — تازہ تر پروردگارے ساخت است
کاید از خوں ریختن اندر طرب — نامِ اُو رنگ است و ہم ملک و نسب
آدمیت کُشتہ شد چوں گوسفند — پیشِ پائے ایں بُتِ ناارجمند
اے کہ خوردستی زمینائے خلیلؑ — گرمیِ خونت زصہبائے خلیلؑ
بر سرِ ایں باطلِ حق پیرہن — تیغِ لَا مَوجُودَ اِلّا ھُوَ بزن
جلوہ در تاریکیِ ایام کن — آنچہ بر تو کامل آمد عام کن (۱)
لرزم از شرمِ تو چوں روزِ شمار — پرسدت آں آبروئے روزگار

حرفِ حق از حضرتِ ما بردہٖ
پس چرا با دیگراں نسپردہٖ

(۱) الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی.

- جب اس نبی امیؐ نے کائنات کی نبض اپنے ہاتھ میں لی تو زندگی کے استحکام کے راز کھول دیئے
- آپؐ نے اس چمن کے گل ہائے لالہ کی قبا سے تمام پرانی آلودگیاں دھو ڈالیں۔
- اب دُنیا میں زندگی آپؐ کے دین سے وابستہ ہے۔ آپؐ کے آئین (شریعت) کے بغیر زندگی ممکن نہیں
- اے مسلمان! تو جو آپؐ کی کتاب بغل میں لیے ہوئے ہے۔ اس کتاب پر عمل کی رفتار تیز تر کر۔
- انسانی فکر (باطل نظریات کے) بت بناتا اور ان کی پرستش کرتا ہے اور ہر دور میں ایک نئے بُت کی تلاش میں رہتا ہے۔
- اب اس نے آزری کا طریقہ اختیار کیا ہے اور ایک نیا خدا بنایا ہے
- جو خونریزی سے بے حد خوش ہوتا ہے اس نئے خدا کا نام رنگ بھی ہے اور ملک، نسب بھی۔
- انسانیت بھیڑ بکریوں کی طرح ان نامبارک بتوں کی بھینٹ چڑھ گئی ہے۔
- اے تو جس نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی مینا سے شرابِ توحید لی ہے اور اس کی گرمی تیرے خون کے اندر موجود ہے۔
- اس باطل بتانِ حق نما کے سروں پر 'لا موجود' 'الاّ ہو' (توحید) کی تیغ چلا۔
- دورِ حاضر کی تاریکی کو (نورِ ہدایت) سے جس کا تم پر اتمام ہوا ہے منور کر دے۔
- مجھ پر اس وقت کے تصور سے لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ جب وُہ آبروئے روزگار تجھ سے پوچھیں گے۔
- تُو نے مجھ سے جو حق کی تعلیم حاصل کی تھی اسے دُوسروں تک کیوں نہیں پہنچایا۔

در معنی این کہ توسیع حیاتِ ملیہ از تسخیر قوائے

نظامِ عالم است

اے کہ با نادیدہ پیماں بستۂ ۔ ہمچو سیل از قیدِ ساحل رستۂ

چوں نہال از خاکِ ایں گلزار خیز ۔ دل بغائب بند و با حاضر ستیز

ہستیِ حاضر کند تفسیرِ غیب ۔ می شود دیباچۂ تسخیرِ غیب

ماسوا از بہرِ تسخیر است و بس ۔ سینۂ او عرضۂ تیر است و بس

از کُنِ حق ماسوا شد آشکار ۔ تا شود پیکانِ تو سنداں گذار

رشتہ باید گرہ اندر گرہ ۔ تا شود لطفِ کشودن را فرہ

غنچہ؟ از خود چمن تعبیر کن ۔ شبنمی؟ خورشید را تسخیر کن

از تو می آید اگر کارے شگرف ۔ از دمِ گرمے گداز ایں شیرِ برف

ہر کہ محسوسات را تسخیر کرد ۔ عالمے از ذرۂ تعمیر کرد

آنکہ تیرش قدسیاں را سینہ خست ۔ اوّل آدم را سرِ فتراک بست

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّی زندگی کی توسیع عناصر فطرت کی تسخیر سے ہے

- اے امتِ مسلمہ جس نے لامحدود سے جو نظر نہیں آتے پیمانِ وفا باندھا ہوا ہے اور اس طرح تو قید ساحل سے سیلاب کی مانند آزاد ہو چکی ہے۔
- اس باغ (دنیا) سے شجر کی طرح اُٹھ اپنے دِل کا تعلق غائب سے استوار کر اور کائنات سے جو حاضر ہے مسلسل جد و جہد کر۔
- وجودِ کائنات (حاضر) غیب (صفاتِ ذات) کا مظہر ہے اور کائنات کی تسخیر اللہ تعالیٰ کی معرفت کا دیباچہ بن جاتی ہے۔
- ماسوا صرف اس لیئے ہے کہ اس کی تسخیر کی جائے اور اس کے سینہ کو انسانی جد و جہد کے تیر کا ہدف بنایا جائے۔
- اللہ تعالیٰ کے کُن کہنے سے ماسوا (کائنات) وجود میں آیا تاکہ تیرے تیر کا پیکان اس کا آہن کو چھوڑ دے۔
- دھاگا گرہ در گرہ ہونا چاہیئے تاکہ انہیں کھولنے میں زیادہ لطف آئے۔
- اگر تو غنچہ ہے تو اپنے آپ کو چمن سے تعبیر کر۔ اگر تو شبنم ہے تو سورج کی گرمی سے اڑ جلنے کی بجائے اس) کی تسخیر کر۔
- اگر تو کوئی اچھا کام کر سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ اس شیرِ برف (کائنات) کو اپنے دمِ گرم سے پگھلا دے۔
- جس نے محسوسات کو تسخیر کر لیا۔ وہ ایک ذرہ سے جہاں تعمیر کر سکتا ہے۔
- جس کے تیر نے فرشتوں (کو خلافت کا منصب عطا کر کے، ان) کا سینہ زخمی کر دیا تھا۔ اس نے آدم ہی کو اوّلیت دے کر اپنے فتراک میں باندھا تھا (اور اس کے لیے کائنات کی ہر شے مسخر کر دی تھی)۔

عقدۂ محسوس را اوّل کشود — ہمّت از تسخیرِ موجود آزمود
کوہ و صحرا دشت و دریا بحر و بر — تختۂ تعلیمِ اربابِ نظر
اے کہ از تاثیرِ افیوں خفتۂ — عالمِ اسباب را دوں گفتۂ
خیز و وا کن دیدۂ مخمور را — دوں مخواں ایں عالمِ مجبور را
غایتش توسیعِ ذاتِ مسلم است — امتحانِ ممکناتِ مسلم است
می زند شمشیرِ دوراں بر تنت — تا ببینی ہست خوں اندر تنت
سینۂ را از سنگِ زورے ریش کن — امتحانِ استخوانِ خویش کن
حق جہاں را قسمتِ نیکاں شمرد — جلوہ اش با دیدۂ مومن سپرد
کارواں را رہگذار است ایں جہاں — نقدِ مومن را عیار است ایں جہاں

گیر او را تا نہ او گیرد ترا
ہمچو مے اندر سبو گیرد ترا

دُلدلِ اندیشہ ات طوطی پر است — آنکہ گامش آسماں پہناور است
احتیاجِ زندگی میر اندش — بر زمیں گردوں سپر گرداندش
تا ز تسخیرِ قوائے ایں نظام — ذو فنونیہائے تو گردد تمام
نائبِ حق در جہاں آدم شود — بر عناصر حکمِ او محکم شود

- آدم ہی نے پہلے محسوسات کا عقدہ کھولا اور موجودات کی تسخیر سے اپنی ہمت کو آزمایا۔
- کوہ و صحرا، دشت و دریا، بحر و بر ارباب نظر کیلئے تعلیم حاصل کرنے کا میدان ہیں۔
- اے وہ شخص، جو افیون کی تاثیر سے سویا پڑا ہے، اور عالمِ اسباب (دُنیا) کو حقیر کہتا ہے۔
- اُٹھ اپنی خوابیدہ آنکھ کھول اس عالمِ مجبور (کائنات) کو حقیر نہ کہہ۔
- کائنات کا مقصد مسلمان کی شخصیت کی توسیع اور اس کے اندر جو ممکنات پوشیدہ ہیں، ان کا امتحان ہے۔
- زمانہ تیرے بدن پر تلوار چلاتا ہے، تاکہ تو دیکھ لے کہ تیرے جسم میں خون موجود ہے۔
- مگدر سے اپنا سینہ زخمی کر اور اپنی ہڈیوں کا امتحان لے۔
- اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو نیکیوں کی میراث فرمایا ہے۔ اور اس کے جلوے بندۂ مومن کی نگاہ کے لیے (وقف) رکھے ہیں۔
- یہ جہان قافلۂ حیات کا رہگذار اور مومن کی قوتوں کی آزمائش گاہ ہے
- تُو اس کو تسخیر کر، تاکہ وُہ تجھے تسخیر نہ کر لے
  ایسا نہ ہو کہ وُہ تجھے اپنے سبو کی مینا بنا لے
- تیرے فکر کے گھوڑے کو طوطی کے پر لگے ہوئے ہیں اس کا قدم آسمان کی وسعتوں تک پہنچتا ہے
- زندگی کی ضرورِیات اسے چلاتی ہیں اور اسے زمین پر رہتے ہوئے فلک پیما بناتی ہیں۔
- تاکہ اس نظامِ کائنات کی قوتوں کی تسخیر سے تیری ہُنرمندیوں کی صلاحیتیں تکمیل پائیں۔
- دُنیا میں آدم اللہ تعالیٰ کا نائب بنے اور عناصرِ فطرت پر اس کا حکم جاری ہو۔

تنگی ات پہنا پذیرد در جہاں (۱) کارِ تو اندام گیرد در جہاں
خویش را بر پشتِ بادا سوار کن یعنی ایں جمّازہ را ما ہار کن
دست رنگیں کن ز خونِ کوہسار جوئے آبِ گوہر از دریا برآر
صد جہاں در یک فضا پوشیدہ اند مہرہا در ذرہ ہا پوشیدہ اند
از شعاعش دیدہ کن نادیدہ را وانما اسرارِ نافہمیدہ را
تابش از خورشید عالمتاب گیر برق طاق افروز از سیلاب گیر
ثابت و سیارۂ گردوں وطن آں خداوندانِ اقوامِ کہن
ایں ہمہ اے خواجہ آغوشِ تو اند (۲) پیش خیزِ حلقہ در گوشِ تو اند (۳)
جستجو را محکم از تدبیر کن انفس و آفاق را تسخیر کن
چشمِ خود بکشا و در اشیا نگر نشہ زیرِ پردۂ صہبا نگر
تا نصیب از حکمتِ اشیا برد ناتواں باج از توانایاں خورد
صورتِ ہستی ز معنی سادہ نیست ایں کہن ساز از نوا افتادہ نیست
برق آہنگ است ہشیارش زنند خویش را چوں زخمہ بر تارش زنند
تو کہ مقصودِ خطابِ انظری پس چرا ایں راہ چوں کوراں بری

(۱) اندام گرفتن کار یعنی آراستہ شدن کار ۱۲ (۲) آغوشش : لونڈی کنیز ۱۲
(۳) پیش خیز : خدمت گار ۱۲

○ اس طرح تیری محدود قوتیں جہاں میں وسعت پائیں اور تیرے معاملات آراستگی حاصل کریں۔
○ تو ہوا کی پشت پر سواری کر۔ یعنی اس اونٹنی کو نکیل ڈال۔
○ سلسلہ کوہ کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کر اور دریا سے گوہر دار پانی کی نہر نکال۔
○ اس ایک فضا میں سینکڑوں جہاں مخفی ہیں۔ ایک ایک ذرّے میں کئی کئی خورشید پنہاں ہیں۔
○ ان آفتابوں کی شعاعوں سے نامعلوم کو دریافت کر۔ اور ایسے اسرار کو کھول جو ابھی تک انسان کے فہم سے بالا ہیں۔
○ خورشید عالمتاب سے اس کی توانائی لے۔ اور پانی سے بجلی حاصل کر جو گھروں کو روشن کرے۔
○ آسمان کے سیارے اور ستارے جنہیں پرانی اقوام نے اپنے معبود بنایا ہوا تھا۔ اے خواجہ یہ سب تیرے خدمت گار غلام اور کنیزیں ہیں۔
○ اپنی تحقیق کو پلاننگ سے محکم کر اور انفس و آفاق کو مسخر کرلے۔
○ اپنی آنکھ کھول اور اشیاء کی ماہیت سمجھ یعنی شراب کے پردہ میں چھپے ہوئے نشے کو دیکھ۔
○ تاکہ یہ ناتواں (انسان) اشیاء کی حکمت جان لے۔ اور کائنات کی قوتوں سے فائدہ اُٹھائے۔
○ موجودات کی صورت کی تہ میں معانی پنہاں ہیں۔ اس پرانے سازِ کائنات میں (ابھی تک) کئی نوائیں پوشیدہ ہیں۔
○ یہ ساز برق آہنگ ہے مگر صرف سمجھ دار ہی مضراب بن کر اس کے تاروں سے نغمے پیدا کرسکتے ہیں۔
○ تو "انظر" کے خطاب کا مقصود ہے۔ پھر تو کیوں اندھوں کی طرح اس راہ پر چل رہا ہے۔

قطرہ کز خود فروزی محرم است | بادہ اندر تاک و برگل شبنم است
چوں بدریا در رود گوہر شود | جوہرش تابندہ چوں اختر شود
چوں صبا بر صورتِ گلہا متن | غوطہ اندر معنئ گلزار زن
آنکہ بر اشیا کمند انداخت است | مرکب از برق و حرارت ساخت است
حرف چوں طائر بہ پرواز آورد (۱) | نغمہ را بے زخمہ از ساز آورد
اے ترا حسرت لنگ از رہِ دشوارِ زیست | غافل از ہنگامۂ پیکارِ زیست
ہمرہانت پے بہ منزل بردہ اند | لیلئ معنی ز محمل بردہ اند
تو بصحرا مثلِ قیس آوارۂ | خستۂ واماندۂ بیچارۂ

علم اسما (۲) اعتبارِ آدم است
حکمتِ اشیا حصارِ آدم است

(۱) مرزا غالب بہ تغیر الفاظ ۱۲ (۲) وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاۗءَ۔

- وُہ قطرہ جو اپنے آپ کو روشن رکھنے کا راز جانتا ہے۔ وُہ انگور میں شراب اور شاخِ گل پر شبنم بن جاتا ہے۔
- وُہ دریا میں جاتا ہے تو موتی بن جاتا ہے اور اس کا جوہر ستارے کی طرح چمکنے لگ جاتا ہے
- تو بادِ صبا کی طرح پھولوں کی ظاہری صُورت پر نہ اِترا۔ بلکہ باغ کے معنی کے اندر غوطہ زن ہو۔
- جس نے اشیائے کائنات کی تسخیر کی اس نے برق و حرارت کو اپنی سواری بنایا۔
- وُہ حروف کو پرندوں کی سی پرواز عطا کرتا ہے۔ وُہ ساز سے بغیر مضراب کے نغمے پیدا کرتا ہے۔
- تیرا گدھا زندگی کی دشوار راہ دیکھ کر لنگڑانے لگا ہے۔ وُہ ہنگامۂ کشمکش حیات سے غافل ہے۔
- تیرے ساتھی منزل تک پہنچ چکے ہیں۔ اُنہوں نے محمل کے اندر سے لیلیٰ معنی کو پالیا ہے۔
- تو ابھی تک قیس کی طرح صحرا میں زخمی۔ تھکا ہوا۔ بے چارہ اور آوارہ پھر رہا ہے۔
- اشیاء کائنات کا علم حاصل کرنے سے ہی آدم کا وقار ہے۔ اور اشیاء کی حکمت جان لینے سے اس کا تحفظ ہے۔

در معنی ایں کہ کمالِ حیاتِ ملیّہ ایں است کہ ملّت مثلِ فرد احساسِ خودی پیدا کند و تولید و تکمیل ایں احساس از ضبطِ روایاتِ ملیّہ ممکن گردد

کودکے را دیدی اے بالغ نظر
کو بود از معنیٔ خود بے خبر

ناشناسِ دور و نزدیک آنچناں
ماہ را خواہد کہ برگیرد عناں

از ہمہ بیگانہ آں مادر پرست
گریہ مست و شیر مست و خواب مست

زیر و بم را گوشِ او در گیر نیست
نغمہ اش جز شورشِ زنجیر نیست

سادہ و دوشیزہ افکارش ہنوز
چوں گہر پاکیزہ گفتارش ہنوز

جستجو سرمایۂ پندارِ او
از چہ و چوں و کجا گفتارِ او

نقش گیرِ ایں و آں اندیشہ اش
غیر جوئی غیر بینی پیشہ اش

اس مضمون کی وضاحت میں کہ ملّی زندگی کا کمال یہ ہے کہ ملّت بھی فرد کی مثل احساسِ خودی پیدا کرے اور اس احساس کا پیدا ہونا اور تکمیل پانا ملّی روایات کی حفاظت سے ممکن ہے

- اے بالغ نظر تو نے بچّے کو دیکھا ہے جو اپنی حقیقت سے بے خبر ہوتا ہے۔
- اسے دوری اور نزدیکی کا احساس نہیں ہوتا۔ وُہ چاہتا ہے کہ چاند کو اپنی گرفت میں لے لے۔
- وُہ صرف ماں ہی کو پہچانتا اور کسی کو نہیں پہچانتا۔ اسے رونے، سونے اور دُودھ پینے کے سوا کوئی کام نہیں۔
- اس کے کان زیر و بم میں تمیز نہیں کرتے۔ کنڈی کھٹکھٹانے کی آواز ہی اس کے لیے نغمہ ہے۔
- اس کے افکار سادہ۔ اور اچھوتے ہوتے ہیں۔ اس کی گفتگو میں موتی کی سی پاکیزگی پائی جاتی ہے۔
- اس کی سمجھ بُوجھ کا سرمایہ جستجو ہے۔ اس کی ساری گفتگو کیوں، کیسے، کب اور کہاں پر مشتمل ہوتی ہے۔
- اس کی سوچ، گرد و پیش سے تاثر حاصل کرتی ہے، اپنے علاوہ اور اشیاء کی تلاش اور ان کا مشاہدہ اس کا شغل ہوتا ہے۔

چشمش از دنبال اگر گیرد کسے — جانِ او آشفتہ می گردد بسے
پر کشا مانندِ بازِ نوشکار — فکرِ خاش در ہوائے وزگار
در پئے نخچیر ہا بگذاردش — باز سوئے خویشتن می آردش
تا ز آتشگیریٔ افکارِ او (۱) — گل فشاند زرچکِ پندارِ او
چشمِ گیرائیش فتد بر خویشتن — دستکے بر سینہ می گوید کہ "من"
یادِ او با خود شناسائش کند — حفظِ ربطِ دوش و فردائش کند
سفتہ ایامش دریں تارِ زراند — ہمچو گوہر از پئے یک دیگراند
گرچہ ہر دم کاہد افزاید گلش — "من ہمانستم کہ بودم" در دلش

این "من" نوزادہ آغازِ حیات
نغمۂ بیداری سازِ حیات

ملتِ نوزادہ مثلِ طفلک است — طفلکے کو در کنارِ مامک است
طفلکے از خویشتن ناآگہے — گوہرِ آلودۂ خاکِ رہے
بستہ با امروزِ او فرداش نیست — حلقہ ہائے روز و شب پاش نیست
چشمِ ہستی را مثالِ مردم است — غیر را بینندہ و از خود گم است
صد گرہ از رشتۂ خود وا کند — تا سرِ تارِ خودی پیدا کند

(۱) زرچک : ایک قسم کی آتشبازی جسے ہندی میں پھلجھڑی کہتے ہیں ۱۲

○ اگر پیچھے سے کوئی اس کی آنکھیں بند کر لے تو وہ بے قرار ہو جاتا ہے۔
○ اس کی ناپختہ سوچ زمانے کی فضا میں اس باز کی مانند پر کھولتی ہے جس نے نیا نیا شکار کرنا سیکھا ہو۔
○ پھر ایک مرحلہ آتا ہے جب وہ شکار کے تعاقب میں فکر کو چھوڑ کر اُسے دوبارہ اپنی طرف واپس لے آتا ہے۔
○ تاکہ اس کے افکار کی آتشگیری (روانی) اس کی سمجھ کی پھلجھڑی سے پھول برسائے۔
○ اب اس کی وہ نگاہ جو پہلے صرف دوسروں پر پڑتی تھی۔ اپنے آپ پر پڑتی ہے اور وہ اپنے سینے پر ہاتھ مار کر "میں" کہتا ہے یعنی اس کے اندر خودی کا احساس پیدا ہوتا جاتا ہے۔
○ اب اس کا حافظہ خود شناسائی پاتا ہے اور وہ اپنے گذشتہ و آئندہ میں ربط کی محافظت کرتا ہے۔
○ اب اس کے ایام (یاد کی) تارِ زر میں موتیوں کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے پروئے جاتے ہیں۔
○ اگرچہ اس کا بدن ہر وقت گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ مگر اس کے دل میں یہ احساس قائم رہتا ہے کہ میں وہی ہوں جو تھا۔
○ یہ نوزادہ "میں" حیات کی ابتداء اور سازِ حیات کا نغمۂ بیداری ہے۔
○ نوزائیدہ ملت بچے کی مانند ہے، جو ماں کی گود میں ہو۔
○ ایسا بچہ جو اپنے آپ سے بے خبر ہو اور ایسے موتی کی مانند ہو جو خاک راہ میں ملا ہو۔
○ اس کے امروز کا اس کے آنے والے کل سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اس کے پاؤں روز و شب کی (زنجیر) کے حلقوں سے آزاد ہوں۔
○ اس کی مثال یوں ہے جیسے وجود میں آنکھ کی پتلی جو دوسروں کو دیکھتی ہے مگر اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتی۔
○ وہ اپنے دھاگے کی سینکڑوں گرہیں کھولتا ہے تب کہیں جا کر اسے تارِ خودی کا سرا ملتا ہے۔

گرم چوں افتد بکار روزگار — ایں شعورِ تازہ گردد پایدار
نقشہا بردارد و اندازد او — سرگزشتِ خویش را می سازد او
فرد چوں پیوندِ ایامش گسیخت — شانۂ ادراکِ او دندانہ ریخت
قوم روشن از سوادِ سرگزشت — خودشناس آمد زیادِ سرگزشت
سرگزشتِ او گر از یادش رود — باز اندر نیستی گم می شود
نسخۂ بودِ ترا اے ہوشمند — ربطِ ایام آمدہ شیرازہ بند
ربطِ ایام است ما را پیرہن — سوزنش حفظِ روایاتِ کہن
چیست تاریخ اے ز خود بیگانہ — داستانے قصۂ افسانہ؟
ایں ترا از خویشتن آگہ کند — آشنائے کار و مردِ رہ کند
روح را سرمایۂ تاب است ایں — جسمِ ملت را چو اعصاب است ایں
ہمچو خنجر بر فسانت می زند — باز بر روئے جہانت می زند
وہ چہ سازِ جاں نگار و دلپذیر — نغمہ ہائے رفتہ در تارش اسیر
شعلۂ افسردہ در سوزش نگر — دوش در آغوش امروزش نگر
شمعِ او بختِ امم را کوکب است — روشن از وے امشب و ہم دیشب است
چشمِ پرکارے کہ بیند رفتہ را — پیشِ تو باز آفریند رفتہ را
بادۂ صد سالہ در مینائے او — مستیٔ پارینہ در صہبائے او

○ پھر جب وُہ دُنیا کے کاموں میں سرگرمی سے حصّہ لیتا ہے تو اسکا "میں" کا یہ تازہ شعور پائدار ہوتا جاتا ہے۔
○ پھر وُہ اس سے پرانے نقوش مٹاتا اور اس پر نئے نقوش ثبت کرتا جاتا ہے اور اس طرح اس سے اپنی سرگزشت تیار کرتا ہے۔
○ جب فرد کا رشتہ اس کے ماضی سے ٹوٹ جاتا ہے۔ تو اسکے ادراک کی کنگھی کے دندانے گر جاتے ہیں۔
○ اسی طرح قوم بھی اپنی تاریخ سے روشنی حاصل کرتی ہے اور اپنی روایات کی یاد سے اس کے اندر خودشناسی پیدا ہوتی ہے۔
○ اگر تاریخ کی سرگزشت اس کی یاد سے محو ہو جائے تو وُہ پھر نیستی میں گُم ہو جاتی ہے۔
○ اے عقلمند! تیری زندگی کا نسخہ یہ ہے کہ تو اپنے گذشتہ واقعات کی شیرازہ بندی کرے۔
○ ربطِ ایام ہمارا لباس ہے اور اسکی سوئی (جس سے اس کی شیرازہ بندی ہوتی ہے) پُرانی روایات کی حفاظت ہے
○ اے اپنے آپ سے بے خبر تاریخ کوئی داستان قصّہ یا افسانہ نہیں۔
○ بلکہ یہ وُہ چیز ہے جو تجھے اپنے آپ سے آگاہ کرتی ہے اور تجھے مردِ کار اور مردِ راہ بناتی ہے۔
○ تاریخ روحِ ملت کی قوت کا سرمایہ اور اسکے بدن کیلئے بمنزلۂ اعصاب ہے۔
○ وُہ تجھے خنجر پر سان کی طرح تیز کرتی ہے اور پھر دُنیا کے مقابلے میں آزماتی ہے۔
○ واہ تاریخ کیسا جان افروز و دل پذیر ساز ہے جسکے تار میں گذشتہ نغمے اسیر ہو جاتے ہیں۔
○ اس کے سوز میں ماضی کے بجھے ہوئے شعلے دیکھ اور اس کے آج میں گزشتہ کل کا نظارہ کر۔
○ اس کی شمع قوموں کے نصیب کا ستارہ ہے جس سے آج اور کل کی راتیں روشن ہوتی ہیں۔
○ وُہ ہوشیار آنکھ جو ماضی کو دیکھتی ہے وُہ تیرے سامنے اسے دوبارہ زندہ کر دیتی ہے۔
○ تاریخ کی صراحی میں ایسی صد سالہ پُرانی شراب موجود ہے جس کے اندر ماضی کی مستی محفوظ ہے۔

صید گیرے کو بدام اندر کشید — طائرے کز بوستانِ ما پرید

ضبط کن تاریخ را پاینده شو — از نفسہائے رمیدہ زندہ شو

دوش را پیوند با امروز کن — زندگی را مرغِ دست آموز کن

رشتۂ ایام را آور بدست — ورنہ گردی روزکور و شب پرست

سر زند از ماضیِ تو حالِ تو — خیزد از حالِ تو استقبالِ تو

مشکن ار خواہی حیاتِ لازوال — رشتۂ ماضی ز استقبال و حال

موجِ ادراکِ تسلسل زندگی است

مے کشاں را شورِ قلقل زندگی است

○ تاریخ وہ شکاری ہے جو اس پرندے کو اپنے دام میں لے آتی ہے جو ہمارے باغ سے اڑ چکا ہے۔

○ تاریخ کو محفوظ کر کے پائندہ اور گزرے ہوئے سانسوں سے زندہ ہو جا۔

○ ماضی کا تعلق حال سے جوڑ۔ اور زندگی کو اپنا پالتو پرندہ بنالے۔

○ ایام کے رشتے کو اپنے ہاتھ میں مضبوط پکڑ ورنہ تو دن کا اندھا اور رات کا پجاری بن کر رہ جائے گا۔

○ تیرا حال تیرے ماضی سے پیدا ہوتا ہے اور تیرا مستقبل تیرے حال سے۔

○ اگر تو حیات لازوال چاہتا ہے تو ماضی کا رشتہ حال و مستقبل سے قطع نہ کر۔

○ زندگی تسلسل واقعات کے فہم کی موج ہے جیسے مے کشوں کے لیے شورِ قلقل۔

در معنیٔ این کہ بقائے نوع از امومت است

و حفظ و احترام امومت اسلام است

نغمہ خیزد از زخمۂ زن سازِ مرد ۔ از نیازِ او دوبالا نازِ مرد

پوششِ عریانیٔ مردان زن است (۱) ۔ حسنِ دلجو عشق را پیراہن است

عشقِ حق پروردۂ آغوشِ او ۔ این نوا از زخمۂ خاموشِ او

آنکہ نازد بر وجودش کائنات (۲) ۔ ذکرِ او فرمود با طیب و صلوٰۃ

مسلمے کو را پرستارے شمرد ۔ بہرہ از حکمتِ قرآن نبرد

نیک اگر بینی امومت رحمت است ۔ زانکہ او را با نبوت نسبت است

شفقتِ او شفقتِ پیغمبر است ۔ سیرتِ اقوام را صورتگر است

از امومت پختہ تر تعمیرِ ما ۔ در خطِ سیمائے او تقدیرِ ما

ہست اگر فرہنگِ تو معنی رسے ۔ حرفِ اُمت نکتہ ہا دارد بسے

(۱) ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ (آیہ شریفہ) (۲) حدیثِ مشہور ۱۲

اس مضمون کی وضاحت میں کہ نسلِ انسانی کی بقا امومت (Mother Hood) سے ہے اور امومت کی حفاظت اور احترام (عین) اسلام ہے

- مرد کا ساز عورت کے ساز سے نغمہ پیدا کرتا ہے۔ عورت کے نیاز سے مرد کا ناز دوبالا ہو جاتا ہے۔
- مردوں کی عریانی کی پوشاک عورت ہے۔ دِل لبھانے والا حسن عشق کا لباس بن گیا۔
- اللہ تعالیٰ کا عشق عورت ہی کی آغوش میں پرورش پاتا ہے۔ یہ نوا اس کے خاموش مضراب ہی سے اٹھتی ہے۔
- وُہ جس کے وجود پر کائنات ناز کرتی ہے۔ انہوں نے خوشبو اور نماز کے ساتھ عورت کا ذکر فرمایا۔
- ایسا مسلمان جس نے عورت کو اپنی لونڈی بنا رکھا ہے۔ اس نے حکمتِ قرآن سے حصّہ نہیں پایا۔
- اگر تو غور سے دیکھے تو امومت رحمت ہے۔ کیونکہ وُہ نبوّت سے نسبت رکھتی ہے۔
- ماں کی شفقت پیغمبر کی شفقت کی مانند ہے۔ کیونکہ وُہ بھی اقوام کے کردار کی تعمیر کرتی ہے۔
- امومت سے ہمارے کردار کی تعمیر اور پختہ ہو جاتی ہے۔ ماں کی پیشانی کی لکیروں میں ہماری تقدیر پوشیدہ ہے۔
- اگر تیری سمجھ کو معانی تک رسائی حاصل ہے۔ تو لفظ امت ہی کے اندر بہت سے نکات پوشیدہ ہیں۔

گفت آں مقصودِ حرفِ کُن فکاں ... زیرِ پائے اُمّہات آمد جناں

ملّت از تکریمِ ارحام ست و بس ... ورنہ کارِ زندگی خام ست و بس

از امومت گرم رفتارِ حیات ... از امومت کشفِ اسرارِ حیات

از امومت پیچ و تابِ جوئے ما ... موج و گرداب و حبابِ جوئے ما

آں دُخِ(۱) رستاق زادے(۲) جاہلے ... پست بالائے سطبرے(۳) بد گلے

ناتراشے پرورش نا دادۂ ... کم نگاہے کم زبانے سادۂ

دل ز آلامِ امومت کردہ خوں ... گردِ چشمش حلقہ ہائے نیلگوں

ملّت ار گیرد ز آغوشش بدست ... یک مسلمانِ غیورِ حق پرست

ہستیِ ما محکم از آلامِ اوست ... صبحِ ما عالم فروز از شامِ اوست

واں تہی آغوش نازک پیکرے ... خانہ پرورد نگاہش محشرے

فکرِ او از تابِ مغرب روشن است ... ظاہرش زن، باطنِ او نازن است

بندہائے ملّتِ بیضا گسیخت ... تا ز چشمش عشوہ ہا حل کردہ ریخت

شوخ چشم و فتنہ زا آزادیش ... از حیا نا آشنا آزادیش

علمِ او بارِ امومت بر نتافت ... بر سرِ شامش یکے اختر نتافت

(۱) دُخ : مخففِ دختر (۲) رستاق زاد : گنوار

(۳) سطبر : فربہ

○ وُہ ذات جو حرفِ کُن مکاں کے مقصود ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا کہ جنّت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے۔

○ ملّت ماؤں کی تکریم ہی سے ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا کام ادھورا رہ جاتا ہے۔

○ امومت ہی سے زندگی گرم رفتار ہے۔ امومت ہی سے حیات کے پنہاں راز وا ہوتے ہیں۔

○ امومت ہی سے ہماری جوئے (حیات) کے اندر پیچ و تاب ہے۔ اسی سے اس میں موج گرداب اور حباب پیدا ہوتے ہیں۔

○ وُہ گنوار اور جاہل لڑکی جس کا قد چھوٹا جسم موٹا اور چہرہ بدصُورت ہے۔

○ جو غیر مہذب ہے جس کی اچھی تربیت نہیں ہوئی۔ جو کوتاہ نظر، کم زبان اور سادہ مزاج ہے۔

○ مگر اس نے زچگی کے مصائب سے اپنا دل خوں کیا ہے۔ اس کی آنکھوں کے گرد نیلگوں حلقے پڑ گئے ہیں۔

○ اگر اس کے آغوش سے ملّت کو ایک غیور اور حق پرست مُسلمان میسّر آجائے۔

○ (تو ہم سمجھیں گے) کہ اس کے مصائب نے ہمارے ملی وجود کو مُستحکم کر دیا اس کی شام سے ایسی صُبح ہویدا ہوئی جس نے سارے عالم کو منور کر دیا۔

○ لیکن وُہ بے اولاد نازک اندام قیامت خیز نگاہ گویا اس کی لونڈی ہے۔

○ اس کے افکار مغرب کی چمک دمک سے روشن ہیں۔ بظاہر وُہ عورت ہے لیکن بہ باطن وُہ نازن ہے۔

○ اس نے مِلّتِ بیضا کی عائد کردہ پابندیاں توڑ دیں اس لیے اس کی آنکھ بے حجابانہ غمزہ زن ہے۔

○ اس کی آزادی حیا سے ناآشنا ہے۔ اس نے اس کے اندر شوخ چشمی پیدا کر دی ہے۔ جس سے کئی فتنے جنم لیتے ہیں۔

○ اس کے علم نے بارِ امومت اٹھانے سے بیزار کر دیا۔ اس کی شام کے (افق) پر ایک ستارہ بھی نہ چمکا۔

ایں گل از بستانِ ما نارستہ بہ
داغش از دامانِ ملت شستہ بہ

لَآ اِلٰہ گویاں چو انجم بے شمار	بستہ چشم اندر ظلامِ روزگار
پا نبردہ از عدم بیرُوں ہنوز	از سوادِ کیف و کم بیروں ہنوز
مضمر اندر ظلمتِ موجودِ ما	آں تجلّی ہائے نا مشہودِ ما
شبنمے بر برگِ گل نہ نشستۂ	غنچہ ہائے از صبا نا خستۂ
بردمد ایں لالہ زارِ ممکنات	از خیابانِ ریاضِ اُمّہات
قوم را سرمایہ اے صاحب نظر	نیست از نقد و قماش و سیم و زر
مالِ او فرزندہائے تندرست	تر دماغ و سخت کوش و چاق و چست

حافظِ رمزِ اخوت مادراں
قوتِ قرآن و ملت مادراں

○ اس قسم کا پھول ہمارے باغ میں نہ ہی کھلے تو بہتر ہے۔ ایسی عورت دامانِ ملت پر داغ ہے جسے دھو دینا چاہیئے۔
○ کلمہ گو ستاروں کی طرح لاتعداد ہیں لیکن وہ زمانے کی تاریکی میں آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں۔
○ ابھی تک انہوں نے عدم سے کیف وکم کی دُنیا میں قدم نہیں رکھا۔
○ وُہ ہماری مستور تجلیات ہماری موجودہ تاریکیوں کے اندر مضمر ہیں۔
○ ایسی شبنم جو پھُول کی پتی پر نہیں گری، ایسے غنچے جنہیں صبا نے چھیڑا نہیں۔
○ ممکنات کا یہ لالہ زار ماؤں کے باغ سے پھوٹتا ہے۔
○ اے صاحبِ نظر نقدی، لباس اور چاندی سونا قوم کا سرمایہ نہیں۔
○ قوم کی دولت تندرست بیٹے ہیں۔ جن کے دماغ روشن ہوں اور وُہ محنتی اور چاق وچوبند ہوں۔
○ اُخوت کے راز کی حفاظت مائیں کرتی ہیں۔
مائیں ہی قرآن اور ملت کے لیے باعث قوت ہیں۔

در معنیٰ ایں کہ سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہرا اسوۂ کاملہ ایست برائے نساءِ اسلام

مریمؑ از یک نسبتِ عیسیٰؑ عزیز
از سہ نسبت حضرتِ زہراؓ عزیز

نورِ چشمِ رحمۃً للعالمینؐ
آں امامِ اوّلین و آخریں

آں کہ جاں در پیکرِ گیتی دمید
روزگارِ تازہ آئیں آفرید

بانوئے آں تاجدارِ ھَلْ اَتیٰ
مرتضیٰؑ مشکل کشا شیرِ خدا

پادشاہ و کلبۂ ایوانِ او
یک حسام و یک زرہ سامانِ او

مادرِ آں مرکزِ پرکارِ عشق
مادرِ آں کارواں سالارِ عشق

آں یکے شمعِ شبستانِ حرم
حافظِ جمعیتِ خیرالامم

تا نشیند آتشِ پیکار و کیں
پشت پا زد بر سرِ تاج و نگیں

واں دگر مولائے ابرارِ جہاں
قوّتِ بازوئے احرارِ جہاں

اس مضمون کی وضاحت میں کہ سیّدۃ النساء فاطمۃ الزہراؓ مسلم خواتین کے لیے اسوۂ کاملہ ہیں

- حضرت مریمؑ ایک نسبت سے محترم ہیں، سیّدہ فاطمہ تین نسبتوں سے محترم ہیں۔
- ایک یہ کہ وُہ جناب رسُولِ پاکؐ جو امامِ اوّلین اور آخرین تھے۔ کی صاحبزادی ہیں۔
- آپؐ نے زمانے کے پیکر میں نئی روح پھونک دی، اور ایک ایسا دور وجود میں لائے جس کا آئین تازہ و جدید ہے۔
- جو سیّدنا علی المرتضیٰ کی زوجہ محترمہ تھیں، آپؓ سورہ الدہر جو ہل اتٰی سے شروع ہوتی ہے کی آیۂ ۸ کے مصداق تھے۔ سیّدنا علیؓ کا لقب مشکل کشا اور شیرِ خدا ہے۔
- وُہ بادشاہ تھے مگر حجرہ ان کا محل تھا۔ اور ان کا سارا سامان ایک تلوار اور ایک زرہ پر مشتمل تھا۔
- ان کی تیسری نسبت یہ ہے کہ وُہ سیّدنا حسینؓ کی والدہ تھیں جو پرکارِ عشق کے مرکز اور کاروانِ عشق کے سالار تھے۔
- آپ سیّدنا حسنؓ کی بھی والدہ تھیں جو شبستانِ حرم کی شمع تھے۔ اور جنہوں نے خیرالامم (اُمّتِ مسلمہ) کے اتحاد کی حفاظت فرمائی۔
- اُنہوں نے حکومت کو ٹھکرا دیا تاکہ اُمّتِ مسلمہ کے اندر سے خانہ جنگی اور دُشمنی کی آگ ختم ہو جائے۔
- اور وہ دُوسرے بھائی دُنیا بھر کے نیکوں کو آقا اور احرار کے لیے قوّتِ بازُو تھے۔

در نوائے زندگی سوز از حسینؓ — اہلِ حق حریت آموز از حسینؓ

سیرتِ فرزندہا از اُمّہات — جوہرِ صدق و صفا از اُمّہات

مزرعِ تسلیم را حاصل بتولؓ — مادراں را اسوۂ کامل بتولؓ

بہرِ محتاجے دلش آں گونہ سوخت — با یہودے چادرِ خود را فروخت

نوری و ہم آتشی فرمانبرش — گم رضایش در رضائے شوہرش

آں ادب پروردۂ صبر و رضا — آسیا گردان و لب قرآں سرا

گریہ ہائے او ز بالیں بے نیاز — گوہر افشاندے بدامانِ نماز

اشکِ او برچید جبریل از زمیں — ہمچو شبنم ریخت بر عرشِ بریں

رشتۂ آئینِ حق زنجیرِ پاست — پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰ است

ورنہ گردِ تربتش گردیدمے

سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

- سیدنا حسینؓ کے اسوہ سے نوائے زندگی میں سوز پیدا ہوا اور اہلِ حق نے آپؓ سے حریت کا درس لیا۔
- مائیں بیٹوں کی سیرت و کردار و بناتی ہیں اور انہیں صدق و صفا کا جوہر عطا کرتی ہیں۔
- سیدہ فاطمہؓ تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل اور ماؤں کے لیے اسوۂ کاملہ ہیں۔
- ایک مسکین کے لیے آپؓ کا دِل اس طرح تڑپا کہ اپنی چادر یہودی کے پاس فروخت کر کے (اس کی مدد کی)۔
- نوری اور آتشی سب آپؓ کے فرماں بردار تھے۔ آپؓ نے اپنی رضا کو شوہر کی رضا میں گم کر دیا تھا۔
- آپؓ نے صبر و رضا کی ادب گاہ میں پرورش پائی تھی۔ ہاتھ چکی پیستے اور لبوں پر قرآنِ پاک کی تلاوت ہوتی تھی۔
- آپؓ کے آنسو تکیے پر کبھی نہ گرے (آپؓ نے تنگیٔ حالات پر کبھی آنسو نہ بہائے)۔ البتہ نماز کے دوران آپؓ کے آنسو موتیوں کی طرح ٹپکتے تھے۔
- جبریل امین آپؓ کے آنسو سمیٹ لیتے اور انہیں عرشِ بریں پر شبنم کی طرح ٹپکاتے۔
- شریعتِ حقہ کے احکام میرے پاؤں کی زنجیر بنے ہوئے ہیں مجھے جنابِ مصطفیٰؐ کے فرمان کا پاس ہے۔
- ورنہ میں سیدہ فاطمہؓ کی تربت کے گرد طواف کرتا اور ان کی قبر پر سجدہ ریز ہوتا۔

خطاب بہ مخدّراتِ اسلام

اے ردایت پردۂ ناموسِ ما (۱) — تابِ تو سرمایۂ فانوسِ ما
طینتِ پاکِ تو مارا رحمت است — قوّتِ دین و اساسِ ملّت است
کودکِ ما چوں لب از شیرِ تو شست — لَآ اِلٰہ آموختی او را نخست
می تراشد مہرِ تو اطوارِ ما — فکرِ ما گفتارِ ما کردارِ ما
برقِ ما کو در سحابت آرمید — بر جبل رخشید و در صحرا تپید
اے امینِ نعمتِ آئینِ حق — در نفسہائے تو سوزِ دینِ حق
دَورِ حاضر تر فروش و پُر فن است — کاروانش نقدِ دیں را رہزن است
کور و یزداں ناشناس ادراکِ او — ناکساں زنجیریٔ پیچاکِ او
چشمِ او بیباک و ناپروا ستے — پنجۂ مژگانِ او گیرا ستے

(۱) ردا: چادر ۱۲

خواتین (پردہ نشینانِ) اسلام سے خطاب

- اے مُسلمان خاتون تیری چادر ہمارے ناموس کا پردہ ہے، تیری روشنی سے ہمارا فانوس روشن ہے۔
- تیری پاک طینت ہمارے لیے رحمت اور ہمارے دین کے لیے قوت اور ہماری ملّت کی بنیاد ہے
- جب ہمارے بچے نے تیرے دُودھ سے اپنے لب تر کیے تو تُو نے سب سے پہلے اسے لاالٰہ سکھایا۔
- تیری محبت ہمارے اطوار یعنی ہمارے فکر، ہماری گفتار اور کردار کی تربیت کرتی ہے۔
- تیرے آغوش کے بادل میں ہماری جو بجلی آسودہ تھی وُہ پہاڑوں پر چمکی اور صحراؤں میں تڑپی۔
- تو آئینِ حق یعنی شریعتِ محمدؐی جیسی نعمت کی امین ہے، تیرے سانس میں دینِ حق کا سوز ملا ہوا ہے۔
- دورِ جدید عیار و مکار ہے اس کا کاروان متاعِ دین کو لوٹنے والا ہے۔
- اس کی عقل اندھی اور خُدا ناشناس ہے۔ ناکس اس کے پھندے میں پھنس جاتے ہیں۔
- اس کی آنکھ میں بے باکی اور بے حیائی ہے۔ اس کی پلکوں کا پنجہ اپنے شکار کو چھوڑتا نہیں۔

صیدِ او آزاد خواند خویش را — کشتۂ او زندہ داند خویش را
آب بندِ نخلِ جمعیت توئی — حافظِ سرمایۂ ملت توئی
از سرِ سود و زیاں سودا مزن — گام جز بر جادۂ آبا مزن
ہوشیار از دستبردِ روزگار — گیر فرزندانِ خود را در کنار
ایں چمن زاداں کہ پر نکشادہ اند — ز آشیانِ خویش دور افتادہ اند
فطرتِ تو جذبہ ہا دارد بلند — چشمِ ہوش از اسوۂ زہرا مبند (۱)
تا حسینے شاخِ تو بار آورد
موسمِ پیشیں بگلزار آورد

(۱) اسوہ : نمونہ ۱۲

○ (مگر لطف یہ ہے) کہ اس کا شکار اپنے آپ کو آزاد کہتا ہے اور اس کا مارا ہوا اپنے آپ کو زندہ سمجھتا ہے۔

○ اے مسلمان خاتون تو ہی ہماری جمعیت کے درخت کی آبیاری اور ملت کے سرمائے کی حفاظت کرنے والی ہے۔

○ تو معاملات کو دنیوی نفع و نقصان کے لحاظ سے نہ جانچ صرف اپنے آباء کے راستے پر گامزن رہ

○ زمانے کی دستبرد سے ہوشیار ہو جا اور اپنے بچوں کو اپنے آغوش میں لے لے۔

○ ہمارے چمن کے یہ نوزائیدہ پرندے جنہوں نے ابھی پر نہیں کھولے، اپنے آشیانے سے دور جا پڑے ہیں۔

○ تیری فطرت میں بلند جذبات موجود ہیں تو اپنی ہوشمندی کی آنکھ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے اسوہ پر رکھ۔

○ تاکہ تیری شاخ بھی حسین رضی اللہ عنہ جیسا پھل پیدا کرے۔ اور اسلام کے دورِ اوّل کا موسم (بہار) ہمارے گلزار میں واپس لائے۔

خلاصۂ مطالبِ مثنوی

در تفسیرِ سورۂ اخلاص

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

من شبے صدیق را دیدم بخواب ۔۔۔ گُل زخاکِ راہِ او چیدم بخواب
آں اٰمَنَّ النَّاس بر مولائے ما (۱) ۔۔۔ آں کلیمِ اوّلِ سینائے ما
ہمّتِ او کشتِ ملّت را چو ابر ۔۔۔ ثانیٔ اسلام و غار و بدر و قبر
گفتمش اے خاصۂ خاصانِ عشق ۔۔۔ عشقِ تو سرِ مطلعِ دیوانِ عشق
پختہ از دستت اساسِ کارِ ما ۔۔۔ چارۂ فرما پئے آزارِ ما
گفت تا کے در ہوس گردی اسیر ۔۔۔ آب و تاب از سورۂ اخلاص گیر

اٰمَنَّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَمَالِہٖ اَبُوْبَکْرٍ (حدیث)

مطالبِ مثنوی کا خلاصہ

سورۂ اخلاص کی تفسیر کی صورت میں

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

○ میں نے ایک رات سیّدنا صدیقِ اکبرؓ کو خواب میں دیکھا اور ان کے راستے کی خاک سے پھول چنے (انکے ارشادات سے استفادہ کیا)۔

○ وُہ جن کے احسانات ہمارے آقاؐ پر سب لوگوں سے زیادہ تھے۔ وُہ جو ہمارے طورِ سینا (اسلام کا نورِ ہدایت) کے پہلے کلیم تھے۔

○ ان کی ہمت و کوشش نے ملّت کی کھیتی کے لیے ابر کا کام کیا۔ وُہ جو اسلام غارِ ثور اور غزوۂ بدر اور اب قبر میں بھی حضورؐ کے ساتھ دُوسرے ہیں۔

○ میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے خاصۂ خاصانِ عشق (رسُولِ پاکؐ) آپ کا عشق دیوانِ عشق کا مطلع ہے۔

○ ہمارے کارِ اسلام کی بُنیاد آپ کے ہاتھ سے پختہ ہوئی۔ ہمارے دُکھ کا کوئی علاج تجویز فرمایئے۔

○ انہوں نے فرمایا تو کب تک ہوس کا قیدی رہے گا۔ سُورۂ اخلاص سے حرارت اور چمک حاصل کر

اینکہ در صد سینہ پیچد یک نفس ۔۔۔ سِرّے از اسرارِ توحید است وبس

رنگِ او بر کن مثالِ او شوی ۔۔۔ در جہاں عکسِ جمالِ او شوی

آنکہ نامِ تو مسلماں کردہ است ۔۔۔ از دوئی سوئے یکی آوردہ است

خویشتن را ترک و افغاں خواندۂ ۔۔۔ وائے بر تو آنچہ بودی ماندۂ

وارہاں نامیدہ را از نامہا ۔۔۔ ساز با خُم در گذر از جامہا

اے کہ تو رسوائے نام افتادۂ ۔۔۔ از درختِ خویش خام افتادۂ

با یکی ساز از دوئی بردار رخت ۔۔۔ وحدتِ خود را مگرداں لخت لخت

اے پرستارِ یکی گر تو توئی ۔۔۔ تا کجا باشی سبق خوانِ دوئی

تو درِ خود را بخود پوشیدۂ (۱) ۔۔۔ در دل آور آنچہ بر لب چیدۂ

صد ملل از ملتے انگیختی ۔۔۔ بر حصارِ خود شبیخوں ریختی

یک شو و توحید را مشہود کن ۔۔۔ غائبش را از عمل موجود کن

لذتِ ایماں فزاید در عمل

مردہ آں ایماں کہ ناید در عمل

(۱) پوشیدن معنی بستن ۱۲

- یہ توحید کے اسرار کا ایک سر ہے جو سینکڑوں سینوں میں ایک ہی سانس کی طرح آتا جاتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کا رنگ اپنا اسی کی مانند ہو جائے گا تو اس کے جمال کا عکس بن جائے گا۔
- یہ جو اس نے تیرا نام مسلمان رکھا ہے اس سے تجھے، کثرت سے وحدت کی جانب لایا گیا ہے،
- تو اپنے آپ کو ترک و افغان کہتا ہے افسوس ہے تجھ پر تو جو تھا وہی رہا۔
- اُمتِ مسلمہ کو ان ناموں سے چھٹکارا دلا خم (اسلام) سے اپنی نسبت قائم رکھ پیالوں پر نہ جا
- تو جو ان ناموں میں پڑ کر رسوا ہو چکا ہے، تو درخت اسلام سے کچے پھل کی طرح گر چکا ہے
- توحید کو اپنا اور کثرت کو خیر باد کہہ۔ اپنی وحدت کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر۔
- اے توحید کے پرستار اگر تو واقعی تو ہے تو کب تک دوئی کا سبق پڑھتا رہے گا۔
- تو نے اپنا دروازہ اپنے اوپر بند کر لیا ہوا ہے، جو کچھ لب سے پڑھتا ہے (کلمۂ توحید) اسے اپنے دل میں بھی اُتار۔
- تو نے ایک ملت سے سینکڑوں ملتیں بنا لی ہیں تو نے اپنے قلعہ پر خود ہی شبخون مار کے اسے تباہ و برباد کر دیا ہے۔
- ایک ہو جا اور توحید کا عملی نمونہ پیش کر۔ نظریۂ توحید کو عمل سے وجود میں لا۔
- عمل سے ایمان کی لذت بڑھ جاتی ہے، جو ایمان عمل میں نہ آئے مر جاتا ہے۔

اَللّٰہُ الصَّمَدُ

گر بہ اللہ الصمد دل بستۂ — از حدِ اسباب بیروں جستۂ

بندۂ حق بندۂ اسباب نیست — زندگانی گردشِ دولاب نیست

مسلم استی بے نیاز از غیر شو — اہلِ عالم را سراپا خیر شو

پیشِ منعم شکوہ گردوں مکن — دستِ خویش از آستیں بیروں مکن

چوں علی در ساز با نانِ شعیر — گردنِ مرحب شکن خیبر بگیر

منت از اہلِ کرم بردن چرا — نشترِ لا و نعم خوردن چرا

رزقِ خود را از کفِ دوناں مگیر — یوسف استی خویش را ارزاں مگیر

گرچہ باشی مور و ہم بے بال و پر — حاجتے پیشِ سلیمانے مبر

راہ دشوار است ساماں کم بگیر — در جہاں آزاد زی آزاد میر

سبحۂ اَقْلِلْ مِنَ الدُّنْیَا شمار (۱) — از تَعِشْ حُرًّا شوی سرمایہ دار

تا توانی کیمیا شو گل مشو — در جہاں منعم شو و سائل مشو

اے شناسائے مقامِ بوعلیؒ — جرعۂ آرم ز جامِ بوعلیؒ

(۱) اَقْلِلْ مِنَ الدُّنْیَا تَعِشْ حُرًّا (قولِ فاروقؓ)

اَللّٰہُ الصَّمَدُ

- اگر تو نے اللہ الصمد سے دِل لگایا ہے تو تو اسباب کی حدُود کو پھلانگ گیا۔
- اللہ تعالیٰ کا بندہ بندۂ اسباب نہیں۔ اس کے لیے زندگی رہٹ کی گردش نہیں۔
- اگر تو مُسلمان ہے تو غیر اللہ سے بے نیاز ہو جا اور دُنیا والوں کے لیے سراپا خیر بن جا۔
- دولتمند کے سامنے قسمت کی شکایت نہ کر اور نہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلا۔
- سیّدنا علی المرتضیٰؓ کی طرح جَو کی روٹی پر گزارہ کر۔ اور مرحب کی گردن توڑ اور خیبر فتح کر۔
- دولتمندوں کا احسان کیوں اٹھائے گا۔ ان کے "ہاں" اور "نہ" سے کیوں زخم کھائے گا۔
- رذیلوں کے ہاتھ سے رزق نہ لے تو یوسف ہے اپنی قیمت کم نہ لگا۔
- اگر تو بے بال و پر چیونٹی ہو تو بھی سلیمانؑ کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کر۔
- راہ کٹھن ہے تھوڑا سامان لے۔ دُنیا میں آزاد رہ اور آزاد مر۔
- "دُنیا سے بہت قلیل لے" کی تسبیح پھیر تا کہ تو "آزادانہ زندگی" کا سرمایہ پائے۔
- جہاں تک ہو سکے کیمیا بن۔ مٹی نہ بن۔ دُنیا میں غنا اختیار کر سائل نہ بن۔
- تو حضرت بوعلیؒ کے مقام کو پہچانتا ہے۔ میں تیرے لیے ان کے جام سے ایک گھونٹ لایا ہوں۔

"پشتِ پا زن تختِ کیکاؤس را ‏ ‏ ‏ سر بدہ از کف مدہ ناموس را"

خود بخود گردد درِ میخانہ باز

بر تہی پیمانگانِ بے نیاز

قائدِ اسلامیان ہاروں رشید (۱) ‏ ‏ ‏ آنکہ نقفور آبِ تیغِ او چشید

گفت مالکؒ را کہ اے مولائے قوم ‏ ‏ ‏ روشن از خاکِ درت سیمائے قوم

اے نوا پردازِ گلزارِ حدیث ‏ ‏ ‏ از تو خواہم درسِ اسرارِ حدیث

لعل تا کے پردہ بند اندر یمن ‏ ‏ ‏ خیز و در دار الخلافت خیمہ زن

اے خوشا تابانیِ روزِ عراق ‏ ‏ ‏ اے خوشا حسنِ نظر سوزِ عراق

می چکد آبِ خضر از تاکِ او ‏ ‏ ‏ مرہم از جسمِ مسیحا خاکِ او

گفت مالکؒ مصطفیٰؐ را چاکرم ‏ ‏ ‏ نیست جز سودائے او اندر سرم

من کہ باشم بستہ فتراکِ او ‏ ‏ ‏ بر نخیزم از حریمِ پاکِ او

زندہ از تقبیلِ خاکِ یثربم ‏ ‏ ‏ خوشتر از روزِ عراق آمد شبم

عشق می گوید کہ فرمانم پذیر ‏ ‏ ‏ پادشاہاں را بخدمت ہم مگیر

تو ہمی خواہی مرا آقا شوی ‏ ‏ ‏ بندۂ آزاد را مولا شوی

بہرِ تعلیمِ تو آیم بر درت ‏ ‏ ‏ خادمِ ملت نگردد چاکرت

(۱) نقفور : رومی بادشاہ جس کو ہارون نے متعدد بار شکست دی۔

○ "تختِ کیکاؤس کو ٹھوکر مار، جان دے دے مگر ناموس ہاتھ سے نہ دے"۔

○ ایسے خود دار لوگ جن کے پیمانے خالی ہیں ان پر میخانے کے دروازے خود بخود کھل جائیں گے۔

○ عباسی فرمانروا ہارون رشید جس کی تلوار کی کاٹ کا مزہ نقفور نے چکھا۔

○ اس نے امام مالکؒ سے کہا اے آقائے قوم تیرے دروازے کی خاک سے قوم کی پیشانی چمک اٹھی ہے۔

○ گلزارِ حدیث کے نغمہ خواں میں آپ سے حدیث شریف کا درس لینا چاہتا ہوں۔

○ کب تک لعل یمن کے اندر پردہ بند رہے گا۔ آپ اٹھیں اور دار الخلافہ میں تشریف فرما ہوں۔

○ عراق کے دنوں کی چمک کیا خوب ہے۔ عراق کا حسن نظر سوز کیا سہانا ہے۔

○ یہاں کے انگور سے آبِ حیات ٹپکتا ہے۔ یہاں کی خاک زخموں کے لیے مرہم مسیحا کا کام کرتی ہے۔

○ امام مالکؒ نے فرمایا میں جناب رسولِ پاکؐ کا غلام ہوں۔ میرے اندر صرف حضورؐ کی غلامی کا سودا سمایا ہوا ہے۔

○ میں انکیؐ محبت کے فتراک میں بندھا ہوا ہوں اس لیے ان کے حریم پاک (مدینہ منورہ سے) کہیں جا نہیں سکتا۔

○ خاکِ یثرب کو بوسہ دینا ہی میری زندگی ہے۔ اسی وجہ سے میری رات روزِ عراق سے بہتر ہے۔

○ عشق کہتا ہے کہ صرف میرا حکم مان۔ بادشاہوں کا حکم نہ مان۔

○ تو چاہتا ہے کہ تو میرا آقا ہے۔ اور مجھ جیسے بندۂ آزاد کو اپنا غلام بنائے۔

○ تجھے پڑھانے کے لیے میں تیرے دروازے پر آؤں۔ ملت کا خادم کسی فرد کا چاکر نہیں ہو سکتا۔

بہرہ خواہی اگر از علمِ دیں　　درمیانِ حلقۂ درسم نشیں

بے نیازی نازہا دارد بسے

نازِ او اندازہا دارد بسے

بے نیازی رنگِ حق پوشیدن است　　رنگِ غیر از پیرہن شوئیدن است

علمِ غیر آموختی اندوختی　　روئے خویش از غازہ اش افروختی

ارجمندی از شعارش می بری　　من ندانم تو توئی یا دیگری

از نسیمش خاکِ تو خاموش گشت　　وز گل و ریحاں تہی آغوش گشت

کشتِ خود را از دستِ خود ویراں مکن　　از سحابش گدیۂ باراں مکن

عقلِ تو زنجیریِ افکارِ غیر　　در گلوئے تو نفس از تارِ غیر

بر زبانت گفتگوہا مستعار　　در دلِ تو آرزوہا مستعار

قمریانت را نواہا خواستہ　　سروہایت را قباہا خواستہ

بادہ می گیری بجام از دیگراں　　جام ہم گیری بوام از دیگراں

آں نگاہش سرِّ مَازَاغَ الْبَصَر (۱)　　سوئے قومِ خویش باز آید اگر

می شناسد شمعِ او پروانہ را　　نیک داند خویش و ہم بیگانہ را

(۱) مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (آیہ شریفہ)

○ تو اگر علمِ دین حاصل کرنا چاہتا ہے تو آ کر میرے حلقۂ درس میں بیٹھ۔

○ بے نیازی کے اندر بھی بہت سے ناز ہیں،
اور اس ناز کے انداز بھی بہت سے ہیں۔

○ بے نیازی اللہ تعالیٰ کا رنگ اپنانا اور غیر کا رنگ اپنے آپ سے دھو دینا ہے۔

○ تو نے غیروں کا علم سیکھا اور اسے اکٹھا کیا، ان کے غازے سے اپنا چہرہ چمکایا۔

○ ان کے شعار اختیار کر کے ارجمند ہونے کی کوشش کی، میں نہیں جانتا کہ تو تو ہے، یا کوئی اور (اب تیری شکل بھی پہچانی نہیں جاتی)۔

○ غیروں کی نسیم نے تیری خاک کو بنجر بنا دیا اور گل و ریحان سے خالی کر دیا۔

○ اپنی کھیتی اپنے ہاتھ سے ویران نہ کر، غیروں کے بادل سے بارش کی بھیک نہ مانگ۔

○ تیری عقل بھی غیروں کے افکار کی قیدی بن چکی ہے، تیرے گلے میں جو سانس ہے وہ بھی غیروں کا مرہونِ منت ہے۔

○ تیری زبان کی گفتگو اور دل کی آرزو سب مستعار ہیں۔

○ تیری قمریوں کی نوا، اور تیرے سرو کی قبا مانگی ہوئی ہے۔

○ اپنے جام میں دوسروں سے شراب لیتا ہے، اور جام بھی دوسروں ہی سے قرض لیتا ہے۔

○ وہ پاک ذات جن کی نگاہ مازاغ البصر کا راز تھی اگر وہ موجودہ مسلمانوں کی طرف دوبارہ تشریف لائیں۔

○ تو آپ کی شمع اپنے پروانوں کو پہچان لے کہ کون ان میں سے اپنے ہیں اور کون بیگانے۔

لستَ مِنّی گویدت مولائے ما (۱)

وائے ما، ائے وائے ما، ائے وائے ما

زندگانی مثلِ انجم تا کجا
ہستیٔ خود در سحر گم تا کجا

ریوے (۲) از صبح دروغے خوردۂ
رخت از پہنائے گردوں بردہ

آفتاب استی یکے در خود نگر
از نجوم دیگراں تابے مخر

بر دلِ خود نقشِ غیر انداختی
خاک بردی کیمیا در باختی

تا کجا رخشی ز تابِ دیگراں
سر سبک ساز از شرابِ دیگراں

تا کجا طوفِ چراغِ محفلے
ز آتشِ خود سوز اگر داری دلے

چوں نظر در پردہ ہائے خویش باش
می پرد اما بجائے خویش باش

در جہاں مثلِ حباب اے ہوشمند
راہِ خلوت خانہ بر اغیار بند

فرد فرد آمد کہ خود را وا شناخت
قوم قوم آمد کہ جز با خود نساخت

از پیامِ مصطفیٰ آگاہ شو
فارغ از اربابِ دون اللہ شو

(۱) لستَ منّی : یعنی تو میری قوم سے نہیں ہے ۱۲ (۲) ریو : فریب ۱۲

○ ہم پر افسوس صد افسوس کہ (ہم میں سے بیشتر کے بارے میں) حضورؐ یہ ارشاد فرمائیں کہ "تو مجھ سے نہیں ہے"۔

○ کب تک ستاروں کی مانند اپنی ہستی کو دورِ حاضر کی صبحِ کاذب میں گم کیے رکھو گے۔

○ تو نے صبحِ کاذب سے فریب کھا کر اپنے آپ کو آسمان کی وسعت سے گم کر لیا ہے۔

○ ذرا اپنی طرف نظر ڈال تو آفتاب ہے۔ تجھے دوسروں کے ستاروں سے روشنی لینے کی ضرورت نہیں۔

○ تو نے اپنے دل پر غیروں کا نقش ثبت کر لیا ہے۔ تو نے ان سے خاک لے لی اور اپنی کیمیا کھو دی۔

○ تو کب تک دوسروں کی روشنی سے چمکے گا۔ غیروں کی شراب کا نشہ اپنے سر سے اتار دے۔

○ کب تک چراغِ محفل کا طواف کرے گا۔ اگر دل رکھتا ہے تو اپنی آگ میں جل۔

○ نظر کی مانند اپنے پردوں کے اندر رہ۔ پرواز کر مگر اپنی جگہ پر رہتے ہوئے۔

○ اے عقلمند حباب کی مانند اپنے خلوت خانے کے دروازے دوسروں پر بند رکھو۔

○ فرد وہ فرد ہے جس نے اپنے آپ کو پوری طرح سمجھ لیا قوم وہ قوم ہے جس نے اپنے سوائے کسی اور سے موافقت نہ کی۔

○ حضورؐ اکرم کے پیغام کو سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ کے سوائے اور جتنے آقا ہیں ان سے فارغ ہو جا۔

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ

قومِ تو از رنگ و خوں بالاتر است ۔۔۔ قیمتِ یک اسودش صد احمر است

قطرۂ آبِ وضوے قنبرے ۔۔۔ در بہا برتر ز خونِ قیصرے

فارغ از باب و ام و اعمام باش (۱) ۔۔۔ ہمچو سلمان زادۂ اسلام باش

نکتہ اے ہمدمِ فرزانہ بیں (۲) ۔۔۔ شہد را در خانۂ لانہ بیں

قطرۂ از لالۂ حمراستے ۔۔۔ قطرۂ از نرگسِ شہلاستے

ایں نمی گوید کہ من از عبہرم (۳) ۔۔۔ آں نمی گوید من از نیلوفرم

ملتِ ما شانِ ابراہیمی است (۴) ۔۔۔ شہدِ ما ایمانِ ابراہیمی است

گر نسب را جزوِ ملت کردۂ ۔۔۔ رخنہ در کارِ اخوت کردۂ

در زمینِ ما نگیرد ریشہ ات

ہست نامسلم ہنوز اندیشہ ات

ابنِ مسعودؓ آں چراغ افروزِ عشق ۔۔۔ جسم و جانِ او سراپا سوزِ عشق

(۱) سلمان فارسیؓ سے لوگوں نے اُن کا شجرۂ نسب دریافت کیا۔ اُنھوں نے جواب دیا۔ "سلمان ابنِ اسلام" (۲) لانہ : شہد کا چھتا ۱۲ (۳) عبہر : نرگس ۱۲

(۴) شان : شہد کا چھتا ۱۲

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ

- ملتِ اسلامیہ رنگ و خون سے بالاتر ہے، اس کے ایک سیاہ فام کی قیمت سینکڑوں گوروں سے بڑھکر ہے۔
- قنبر (حضرت علیؓ کا غلام) کے وضو کے پانی کا قطرہ خونِ قیصر کے قطرے سے قیمت میں کہیں بڑھکر ہے
- باپ، ماں اور چچاؤں کے رشتے سے فارغ ہوکر حضرت سلمان فارسیؓ کی طرح صرف اسلام زادہ بن۔
- اے عقلمند دوست بات کو سمجھنے کے لیے شہد کو شہد کے چھتے میں دیکھ۔
- اس کا ایک قطرہ سُرخ لالے سے بنا ہوا ہوتا ہے اور دُوسرا نرگس شہلا سے۔
- نہ یہ قطرہ کہتا ہے کہ میں نرگس سے ہوں اور نہ وُہ قطرہ کہتا ہے کہ میں نیلوفر سے ہوں۔
- ہماری ملتِ ابراہیمی شہد کا چھتہ ہے اور ہمارا شہد ایمانِ ابراہیمی ہے۔
- اگر تو نے نسب کو ملت کا جزو بنایا تو اخوت کے کام میں رخنہ ڈالا۔
- تیری جڑ ہماری زمین میں مستحکم نہ ہوگی۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تیری سوچ ابھی تک نامسلم ہے۔
- حضرت ابن مسعودؓ جو چراغِ عشق کی روشنی بڑھانے والے تھے اور جن کے جسم و جان سوزِ عشق کے بڑھانے والے تھے۔

سوخت از مرگِ برادر سینہ اش　　آب گردید از گداز آئینہ اش

گریہ ہائے خویش را پایاں ندید　　در غمش چوں مادراں شیون کشید

"اے دریغا آں سبق خوانِ نیاز　　یارِ من اندر دبستانِ نیاز"

"آہ آں سروِ سہی بالائے من　　در رہِ عشقِ نبیؐ ہمپائے من"

"حیف او محرم در بارِ نبیؐ

چشمِ من روشن ز دیدارِ نبیؐ"

نیست از روم و عرب پیوندِ ما　　نیست پابندِ نسب پیوندِ ما

دل بہ محبوبِ حجازی بستہ ایم　　زیں جہت بایک دگر پیوستہ ایم

رشتۂ ما یک تولّایش بس است　　چشمِ ما را کیفِ صہبایش بس است

مستیٔ او تا بخونِ ما دوید　　کہنہ را آتش زد و نو آفرید

عشقِ او سرمایۂ جمعیت است　　ہمچو خوں اندر عروقِ ملت است

عشق در جان و نسب در پیکر است　　رشتۂ عشق از نسب محکم تر است

عشق ورزی از نسب باید گذشت　　ہم ز ایران و عرب باید گذشت

اُمتِ او مثلِ او نورِ حق است　　ہستیٔ ما از وجودش مشتق است

"نورِ حق را کس نجوید زاد و بود　　خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود"

ہر کہ پا در بندِ اقلیم و جد است　　بے خبر از لَمْ یَلِدْ لَمْ یُوْلَدْ است

- بھائی کی موت سے اُنکا سینہ جل گیا اور ان کے دِل کا آئینہ گداز ہوکر پانی بن گیا۔
- ان کے آنسو تھمتے ہی نہ تھے۔ وُہ بھائی کے غم میں ماں کی طرح نالہ وفریاد کررہے تھے۔
- (اور کہتے تھے) ہائے افسوس میرا وُہ بھائی جو نیازِ عشق کا سبق خواں تھا۔
- جو مکتب نیاز میں میرا ساتھی تھا۔ آہ وُہ میرا بلند قامت سرو۔
- جو نبیؐ کے عشق کی راہ میں میرا ہم سفر تھا افسوس وُہ دربارِ نبیؐ کی حاضری سے محرُوم ہوگیا ہے اور میری آنکھ دیدارِ نبیؐ سے روشن ہے۔
- ہمارا باہمی تعلق روم وعرب کی وجہ سے نہیں نہ یہ تعلق نسب کا پابند ہے۔
- ہم نے اپنا دِل محبوبِ حجازی سے لگایا ہے اس لحاظ سے ہم ایک دُوسرے سے وابستہ ہیں۔
- صرف آپؐ کی محبت ہی سے ہمارا باہمی رشتہ ہے ہماری آنکھ صرف آپؐ ہی کی (محبت) کی شراب سے مست ہے۔
- جب آپؐ کی محبت کی مستی ہمارے خون میں رچ گئی تو فرسودہ (افکار) جل گئے اور نئے پیدا ہوئے۔
- آپؐ کا عشق ملت کی جمعیت کا سرمایہ ہے وُہ ملت کی رگوں میں خون کی مانند دوڑ رہا ہے۔
- عشق کا تعلق جان سے ہے اور نسب کا بدن سے اسلیے عشق کا رشتہ نسب سے زیادہ پختہ ہے۔
- اگر تو نے عشق اختیار کیا ہے تو نسب کو ترک کر۔ ایران وعرب وغیرہ ممالک سے تعلق چھوڑ دے۔
- حضورؐ کی اُمت آپؐ　　کی مانند اللہ تعالیٰ کا نُور ہے اور ہماری ہستی اس کے نُور سے وجود میں آئی ہے۔
- "کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے نُور کی جائے پیدائش نہیں ڈھونڈتا۔ حق تعالیٰ کے لباس کو تار وپود کی کیا ضرورت ہے۔"
- جو شخص ملک اور نسب کی بندشوں میں گرفتار ہے وہ لم یلد لم یولد کے معانی سے بے خبر ہے۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ

مسلم چشم از جہاں بر بستہ چیست؟ — فطرتِ این دل بحق پیوستہ چیست؟
لالہ کو بر سرِ کہسار دمید — گوشۂ دامانِ گلچینے ندید
آتشِ او شعلہ گیرد بر بر — از نفس ہائے نخستینِ سحر
آسماں ز آغوشِ خود نگذاردش — کوکبِ وا ماندہ پنداردش

بوسدش اوّل شعاعِ آفتاب
شبنم از چشمش بشوید گردِ خواب

رشتہ با لَمْ یَکُنْ باید قوی — تا تو در اقوامِ بے ہمتا شوی
آنکہ ذاتش واحد است و لاشریک — بندہ اش ہم در نسازد با شریک
مومنِ بالائے ہر بالا ترے — غیرتِ او بر نتابد ہمسرے
خرقۂ لَا تَحْزَنُوْا اندر برش (۱) — اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ تاجے بر سرش
می کشد بارِ دو عالم دوشِ او — بحر و بر پروردۂ آغوشِ او
بر غوِ تندر، رعد، ام افگندہ گوش (۲) — برق اگر ریزد ہمی گیرد بدوش
پیشِ باطل تیغ و پیشِ حق سپر — امر و نہی او عیارِ خیر و شر

(۱) وَلَا تَہِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ (آیہ شریفہ) (۲) غوِ تندر: بجلی کی کڑک۔

وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ

- مُسلمان جس نے دُنیا سے آنکھیں بند کرلی ہیں (اسے قابلِ التفات نہیں سمجھا) اور اللہ تعالیٰ سے دل لگا لیا ہے اس کی فطرت کیا ہے؟
- اس کی مثال یوں ہے جیسے گل لالہ پہاڑ کی چوٹی پر اگا۔ اس نے گل چین کا گوشۂ دامن نہیں دیکھا۔
- صُبح کے اوّلیں جھونکوں سے آگ بھڑک کر شعلہ بن گئی۔
- آسمان نے اسے اپنی آغوش سے باہر نہ جانے دیا، بلکہ اسے ایسا ستارہ سمجھا، جو دُوسرے ستاروں سے پیچھے رہ گیا ہو۔
- پہلی شعاعِ آفتاب نے اسے بوسہ دیا، شبنم نے اس کی آنکھوں سے نیند کی گرد دھو ڈالی۔
- تجھے اللہ تعالیٰ کی اس صفت "کہ کوئی اس کا ہمسر نہیں" کے ساتھ اپنا تعلق قوی رکھنا چاہیئے تاکہ تو اقوامِ عالم میں بے مثل ہو جائے۔
- وُہ جس کی ذات واحد اور لاشریک ہے اس کا بندہ بھی اپنے ساتھ کسی کا شریک ہونا گوارا نہیں کرتا۔
- مومن ہر بلند تر سے بھی اُونچا ہے، اس کی غیرت کوئی ہمسر برداشت نہیں کرتی۔
- اس نے لا تحزنوا (غم نہ کھا) کا خرقہ پہن رکھا ہے اور انتم الاعلون (تم ہی بلند ہو گے) کا تاج اپنے سر پر سجا رکھا ہے۔
- اس نے اپنے کندھوں پر دونوں جہانوں کا بوجھ اُٹھا رکھا ہے بحر و بر دونوں اس کی آغوش میں پرورش پاتے ہیں۔
- وُہ ہر وقت بجلی کی کڑک سُننے کا منتظر رہتا ہے اگر برق گرے تو وُہ اسے اپنے کندھوں پر برداشت کرتا ہے۔
- وُہ باطل کے مقابلے میں تلوار ہے اور حق (کی مدافعت میں) سپر اس کا کسی کام کا کرنا یا نہ کرنا خیر و شر کا معیار ہے۔

در گره صد شعله دارد اخگرش ‌ ‌ ‌ زندگی گیرد کمال از جوہرش

در فضائے ایں جہانِ ہائے و ہو ‌ ‌ ‌ نغمہ پیدا نیست جز تکبیر او

عفو و عدل و بذل و احسانش عظیم ‌ ‌ ‌ ہم بقہر اندر مزاجِ او کریم

سازِ او در بزم ہا خاطر نواز ‌ ‌ ‌ سوزِ او در رزم ہا آہن گداز

در گلستاں با عنادل ہم صفیر ‌ ‌ ‌ در بیاباں جُرّہ بازِ صید گیر

زیرِ گردوں می نیاساید دلش ‌ ‌ ‌ بر فلک گیرد قرار آب و گلش

طائرش منقار بر اختر زند ‌ ‌ ‌ آں سوئے ایں کہنہ چنبر پر زند

تُو بہ پروازے پرے نکشودۂ ‌ ‌ ‌ کرمکِ استی زیرِ خاک آسودۂ

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی ‌ ‌ ‌ شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی

اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ ‌ ‌ ‌ در بغل داری کتابِ زندۂ

تا کجا در خاک می گیری وطن؟

رخت بردار و سرِ گردوں فگن

○ اسکا انگارہ اپنے اندر سینکڑوں شُعلے رکھتا ہے۔ اس کے جوہر سے زندگی کمال تک پہنچتی ہے۔

○ اس جہان ہائے وہو کی فضا میں صرف اس کا نعرۂ تکبیر ہی نغمہ پیدا کرتا ہے۔

○ وُہ عفو، عدل، سخاوت اور احسان کی عظیم صفات کا حامل ہے۔ قہر کے اندر بھی اس کے مزاج پر لُطف وکرم غالب رہتا ہے۔

○ بزم احباب میں اس کا ساز دلوں کو خوش کرتا ہے۔ جنگ میں اس کی حرارت پگھلا دیتی ہے۔

○ گُلستان میں وُہ بلبلوں کے ساتھ ہم نوا ہوتا ہے۔ اور صحرا میں نرباز کی طرح شکار کرتا ہے

○ اس کا دل دنیا میں آسودگی نہیں پاتا۔ اس کا بدن آسمان پر قرار حاصل پاتا ہے۔

○ اس کا پرندہ ستاروں پر چونچ مارتا ہے وُہ اس بوڑھے آسمان سے پرلی طرف اڑتا ہے۔

○ مگر پرواز کے لیے اپنے پر نہیں کھولتا تو کیڑے کی طرح خاک کے اندر ہی خوش رہتا ہے۔

○ تو قرآنِ پاک (پر عمل) چھوڑنے کی وجہ سے ذلیل وخوار ہو چکا ہے اور شکوہ گردشِ دوراں کا کرتا ہے۔

○ اے وُہ جو زمین پر گرے ہوئے شبنم کے قطرے کی مانند ہے (اس بات کو سمجھ) کہ تیری بغل میں کتاب زندہ موجود ہے۔

○ تو کب تک خاک کو اپنا وطن بنائے رکھے گا۔ یہاں سے اپنا سامان اٹھا اور اور اسے آسمان تک لے جا۔

عرضِ حالِ مصنّف بحضور رحمۃ للعالمینؐ

اے ظہورِ تو شبابِ زندگی
جلوہ ات تعبیرِ خوابِ زندگی

اے زمیں از بارگاہت ارجمند
آسماں از بوسہ بامت بلند

شش جہت روشن ز تابِ روئے تو
ترک و تاجیک و عرب ہندوئے تو

از تو بالا پایۂ ایں کائنات
فقرِ تو سرمایۂ ایں کائنات

در جہاں شمعِ حیات افروختی
بندگاں را خواجگی آموختی

بے تو از نابودمندیہا خجل
پیکرانِ ایں سرائے آب و گل

تا دمِ تو آتشے از گل کشود
تودہ ہائے خاک را آدم نمود

ذرہ دامنگیرِ مہر و ماہ شد
یعنی از نیروئے خویش آگاہ شد

تا مرا افتاد بر رویت نظر
از اب و امّ گشتۂ محبوب تر

عشق در من آتشے افروخت است
فرصتش بادا کہ جانم سوخت است

نالہ مانندِ نَے سامانِ من
آں چراغِ خانۂ ویرانِ من

از غمِ پنہاں نگفتن مشکل است
بادہ در مینا نہفتن مشکل است

عرضِ حالِ مصنّف بحضور رحمۃ للعالمینؐ

- آپؐ کی تشریف آوری سے زندگی اپنے شباب کو پہنچی آپؐ کا ظہور خوابِ زندگی کی تعبیر ہے (آپؐ مقصودِ کائنات ہیں)
- اس زمین نے آپؐ کی بارگاہ کے سبب شرف پایا۔ آسمان نے آپؐ کی بارگاہ کے بام کو بوسہ دے کر بلند مرتبہ حاصل کیا۔
- آپؐ کے چہرہ مبارک کے نُور سے شش جہت روشن ہیں، تُرک تاجیک اور عرب سب آپؐ کے غلام ہیں۔
- اس کائنات کا مرتبہ آپؐ کی وجہ سے بلند ہوا۔ آپؐ کا فقر کائنات کی دولت ہے۔
- آپؐ نے جہان میں زندگی کی شمع روشن کی۔ اور غلاموں کو آقائی سکھائی۔
- آپؐ کے بغیر اس سرائے آب و گل (دُنیا) کے سارے پیکر اپنی کم مائیگی کے سبب شرمسار ہیں۔
- جب آپؐ نے مٹی کے پیکروں کے اندر سے (عشق) کی آگ نکالی۔ تو ان خاک کے تودوں نے آدم کی صُورت اختیار کر لی۔
- پھر یہ انسان جو ذرّہ تھا۔ مہر و ماہ کا ہم پایہ ہو گیا۔ یعنی اس نے اپنی قوتوں سے آگاہی پائی۔
- جب سے میری نظر آپؐ کے چہرہ مُبارک پر پڑی ہے۔ آپؐ مجھے ماں باپ سے زیادہ محبوب ہو گئے۔ (تم میں سے کوئی شخص صاحبِ ایمان نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے والدین اولاد اور تمام انسانوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں)
- آپؐ کے عشق نے میرے اندر آگ بڑھکا دی ہے حدیث شریف عشق کو فرصت مُبارک کیونکہ اب میری جان جل چکی ہے۔
- بانسری کی مانند نالہ ہی میرا سامان ہے اور یہی میرے خانۂ ویران کا چراغ ہے۔
- غمِ پنہاں کی بات نہ کرنا بہت مشکل ہے جیسے شراب کو مینا میں چھپانا مُشکل ہے۔

مسلم از سرِّ نبیؐ بیگانہ شد — باز این بیت الحرم بتخانہ شد

از منات و لات و عزّیٰ و ہبل — ہر یکے دارد بتے اندر بغل

شیخِ ما از برہمن کافر تر است — زانکہ او را سومنات اندر سر است

رختِ ہستی از عرب برچیدہ — در خمستانِ عجم خوابیدہ

شل ز برفابِ عجم اعضائے او — سرد تر از اشک او صہبائے او

ہمچو کافر از اجل ترسندہ — سینہ اش فارغ ز قلبِ زندہ

نعشش از پیشِ طبیبان بردہ ام — در حضورِ مصطفیٰؐ آوردہ ام

مردہ بود از آبِ حیواں گفتمش — سرّے از اسرارِ قرآں گفتمش

داستانے گفتم از یارانِ نجد — نکہتے آوردم از بستانِ نجد

محفل از شمعِ نوا افروختم — قوم را رمزِ حیات آموختم

گفت برما بندد افسونِ فرنگ — ہست غوغایش ز قانونِ فرنگ (۱)

اے بصیری را ردا بخشندہ (۲) — بربطِ سلما مرا بخشندہ

ذوقِ حق دِہ ایں خطا اندیش را — اینکہ نشناسد متاعِ خویش را

(۱) قانون: ایک قسم کا ساز ۱۲ (۲) بصیری: مصنف قصیدۂ بُردہ جس نے عالمِ رویا میں نبی کریمؐ کو اپنا مشہور قصیدہ (امن تذکر جیرانِ بذی سلم الخ) سنایا حضورؐ نے اس کے صلے میں خوش نصیب بصیری کو اپنی چادرِ مطہر عطا فرمائی ۱۲

○ مسلمان عشقِ نبیؐ سے بیگانہ ہوا اور اس وجہ سے یہ بیت الحرم (دل) دوبارہ بُت خانہ بن گیا۔

○ ہر مسلمان لات، منات، عزّیٰ اور ہبل جیسے بتوں میں سے کوئی نہ کوئی بُت اپنی بغل میں رکھے ہوئے ہے۔

○ ہمارا شیخ برہمن سے زیادہ کافر ہے کیونکہ اس کا سومنات اس کے سر کے اندر ہے۔

○ اس نے عرب سے اپنی زندگی کا تعلق منقطع کر لیا ہے اور عجم کے خمستان میں جا کے سو گیا ہے۔

○ عجم کے برفاب سے اس کے اعضا شل ہو گئے ہیں اس کی شراب اس کے آنسوؤں سے بھی زیادہ سرد ہے۔

○ وُہ کافروں کی طرح موت سے ڈرتا ہے، اس کا سینہ قلبِ زندہ سے محرُوم ہے۔

○ میں نے اس کی نعش کو طبیبوں کے سامنے سے اٹھایا اور اسے جناب رسُولِ پاکؐ کے حضُور میں لے آیا۔

○ (میں نے عرض کیا) یہ مردہ تھا میں نے اسے آبِ حیات کی باتیں سنائی ہیں۔ میں نے اسے قرآنِ پاک کے اسرار میں سے بعض سر بیان کیے۔

○ میں نے اسے یارانِ نجد کی داستان سنائی ہے اس کے لیے نجد کے گلستان کی خوشبو لایا۔

○ میں نے محفل کو اپنی آواز کی شمع سے روشن کیا اور قوم کو رمزِ حیات سکھائی۔

○ اس نے کہا کہ یہ شخص ہم پر فرنگیوں کا افسوں پھونک رہا ہے اس کا سارا غوغا سازِ فرنگ کا مرہونِ منت ہے۔

○ آپؐ نے بُوصیری کو اپنی چادر مُبارک عطا فرمائی تھی اور آپؐ نے مجھے بربطِ سلمیٰ عطا فرمائی ہے۔

○ ان غلط سوچ رکھنے والوں کو جو اپنی متاع کو بھی نہیں پہچانتے سچائی کا ذوق عطا فرمائیے۔

گردلم آئینہ بے جوہر است — ور بحرفم غیرِ قرآں مضمر است

اے فروغت صبحِ اعصار و دہور — چشمِ تو بینندۂ مَا فِی الصُّدُوْر

پردۂ ناموسِ فکرم چاک کن — ایں خیاباں را ز خارم پاک کن

تنگ کن رختِ حیات اندر برم — اہلِ ملت را نگہدار از شرم

سبز کشتِ نابسامانم مکن — بہرہ گیر از ابرِ نیسانم مکن

خشک گرداں بادہ در انگورِ من — زہر ریز اندر مئے کافورِ من

روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا — بے نصیب از بوسۂ پا کن مرا

گر درِ اسرارِ قرآں سفتہ ام — با مسلماناں اگر حق گفتہ ام

اے کہ از احسانِ تو ناکس کس است — یک دعایت مزدِ گفتارم بس است

عرض کن پیشِ خدائے عزوجل — عشقِ من گردد ہم آغوشِ عمل

دولتِ جانِ حزیں بخشندۂ — بہرۂ از علمِ دیں بخشندۂ

در عمل پایندہ تر گرداں مرا

آبِ نیسانم گہر گرداں مرا

رختِ جاں تا در جہاں آوردہ ام — آرزوئے دیگرے پروردہ ام

ہمچو دل در سینہ ام آسودہ است — محرم از صبحِ حیاتم بودہ است

از پدر تا نامِ تو آموختم — آتشِ ایں آرزو افروختم

- اگر میرے دل کا آئینہ جوہر کے بغیر ہے اگر میرے اشعار میں قرآنِ پاک کے علاوہ کچھ اور پوشیدہ ہے۔
- آپؐ کا نور اعصار و دہور (عصر و دہر کی جمع) کی صبح ہے آپؐ کی آنکھ پر دلوں کی بات روشن ہے۔
- (اگر میں قرآنِ پاک کے علاوہ کچھ اور کہہ رہا ہوں) تو آپؐ میرے فکر کے شرف کا پردہ چاک کر دیجئے اور خیابانِ (دُنیا) کو میرے کانٹے سے پاک کر دیجئے۔
- زندگی کے لباس کو مجھ پر تنگ کر دیجئے اور مسلمان کو میری شاعری کی شرم سے محفوظ رکھیئے۔
- میری کشتِ ویراں کو سرسبز نہ کیجئے۔ اسے ابرِ بہار سے بہرہ مند نہ فرمایئے۔
- میرے انگور کے اندر جو شراب ہے اسے خشک کر دیجئے میری کافوری شراب کے اندر زہر ڈال دیجئے۔
- مجھے قیامت کے روز خوار و رسوا کیجئے، یعنی اپنے بوسۂ پا سے محروم رکھیئے۔
- لیکن اگر میں نے اپنی شاعری میں قرآنِ پاک کے موتی پروئے ہیں اور اگر میں نے مسلمانوں سے حق بات کہی ہے
- تو اے وُہ ذات جیکے احسان سے ناکس کس بن جاتا ہے (میرے لیے دُعا فرمایئے) اور یہ ایک دُعا ہی میری ساری گفتار کا اجر ہوگا۔
- خدائے عزوجل کے سامنے عرض کیجئے کہ میرا عشق عمل سے ہم کنار ہو۔
- آپ نے مجھے غمگسارِ جاں کی دولت عطا فرمائی ہے۔ آپ نے مجھے علمِ دین کا وافر حصہ بخشا ہے۔
- مجھے عمل میں پائندہ تر کر دیجئے۔ میں بارش کا قطرہ ہوں مجھے گوہر بنا دیجئے۔
- جب سے میں دُنیا میں جان کا سامان لایا ہوں (پیدا ہوا ہوں) میرے دِل میں ایک آرزو بھی پرورش پا رہی ہے۔
- یہ آرزو میرے سینے میں دِل کی مانند آسُودہ رہتی ہے۔ اور صبحِ حیات (شروع ہی سے) میرے ساتھ رہی ہے۔
- جب سے میں نے اپنے والد صاحب سے آپ کا نام سیکھا۔ اسی وقت سے اس آرزو کی آگ میرے دِل میں روشن رہی۔

تا فلک دیرینہ تر سازد مرا
در قمارِ زندگی بازد مرا

آرزوئے من جواں تر می شود
ایں کہن صہبا گراں تر می شود

ایں تمنا زیرِ خاکم گوہر است
در شبم تابِ ہمیں یک اختر است

مدتے با لالہ رویاں ساختم
عشق با مرغولہ مویاں باختم

بادہ ہا با ماہ سیمایاں زدم
بر چراغِ عافیت داماں زدم

برقہا رقصید گردِ حاصلم
رہزناں بردند کالائے دلم

ایں شراب از شیشہ جانم نہ ریخت
ایں زرِ سارا (۱) از داما نم نہ ریخت

عقلِ آزر پیشہ ام زنار بست
نقشِ او در کشورِ جانم نشست

سالہا بودم گرفتارِ شکے
از دماغِ خشکِ من لاینفکے

حرفے از علم الیقیں ناخواندۂ
در گمانِ آبادِ حکمت ماندۂ

ظلمتم از تابِ حق بیگانہ بود
شامم از نورِ شفق بیگانہ بود

ایں تمنا در دلم خوابیدہ ماند
در صدف مثلِ گہر پوشیدہ ماند

آخر از پیمانۂ چشمم چکید
در ضمیرم نغمہا آفرید

اے ز یادِ غیر تو جانم تہی
بر لبش آرم اگر فرماں دہی

زندگی را از عمل ساماں نبود
پس مرا ایں آرزو شایاں نبود

(۱) سارا : خالص ؟

○ جب زمانے نے مجھے معمر کیا۔ اور زندگی کے کھیل میں مجھے آگے بڑھایا۔
○ میری یہ آرزو اور جوان ہوتی گئی۔ یہ شراب پرانی ہو کر اور قیمتی بن گئی۔
○ میری خاکِ بدن کے اندر یہ تمنا موتی بن کر چمکتی رہی۔ میری زندگی کی تاریک رات اسی ایک ستارے سے روشن رہی۔
○ ایک عمر تک میں نے حسینوں سے راہ و رسم رکھی، اور گھنگریلے بالوں والے محبوبوں سے عشق کرتا رہا۔
○ ماہ رخوں کے ساتھ میں نے شراب کے جام لنڈھائے اور اطمینان و سکون کا چراغ بجھاتا رہا۔
○ میرے خرمن کے گرد بجلیاں رقص کرتی رہیں اور ان رہزنوں نے میرے دل کی دولت لوٹ لی۔
○ مگر اس تمنا کی شراب میری جان کے جام سے نہ نکل سکی۔ یہ زرِ خالص میرے دامن میں محفوظ رہا۔
○ میری عقلِ آزر پیشہ نے زنار باندھا۔ اور میری جان کی ولایت میں اس کا نقش بیٹھ گیا۔
○ کئی برس تک میں شکوک میں گرفتار رہا۔ اور یہ شکوک میرے خشک دماغ کا جزو لاینفک بن گئے
○ میرے دماغ نے علم الیقین کا کوئی حرف نہ پڑھا۔ وہ فلسفے کے گماں آباد ہی میں بھٹکتا رہا۔
○ میرے دماغ کی سیاہی حق کی روشنی سے ناآشنا تھی۔ میری شام نورِ شفق سے بیگانہ تھی۔
○ مگر یہ تمنا میرے دل میں خوابیدہ رہی، اور صدف میں موتی کی طرح پوشیدہ رہی۔
○ آخر یہ میری آنکھوں کے پیمانے سے چھلک پڑی اور اس نے میرے ضمیر کے اندر سے نغمے پیدا کیے۔
○ میری جان آپؐ کی یاد کے علاوہ کسی اور کی یاد سے خالی ہے (میرے دل میں صرف آپؐ ہی بستے ہیں) اگر اجازت ہو تو میں وہ آرزو لبوں تک لے آؤں۔
○ میں جانتا ہوں کہ میری زندگی میں عمل کا کوئی سامان نہیں اس لیے مجھے یہ آرزو زیب نہیں دیتی۔

شرم از اظہارِ او آید مرا
شفقتِ تو جرأت افزاید مرا

ہست شانِ رحمتت گیتی نواز
آرزو دارم کہ میرم در حجاز

مسلمے از ما سوا بیگانۂ
تا کجا زنّاریِ بتخانۂ

حیف چوں او را سر آید روزگار
پیکرش را دیر گیرد در کنار

از درت خیزد اگر اجزائے من
وائے امروزم خوشا فردائے من

فرّخا شہرے کہ تو بودی در آں
اے خنک خاکے کہ آسودی در آں

"مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من
پیشِ عاشق ایں بود حبّ الوطن"

کوکبم را دیدۂ بیدار بخش
مرقدے در سایۂ دیوار بخش

تا بیاساید دلِ بیتابِ من
بستگی پیدا کند سیمابِ من

با فلک گویم کہ آرامم نگر
دیدۂ آغازم انجامم نگر

○ اس کے اظہار سے میں شرم محسوس کرتا ہوں لیکن آپؐ کی شفقت میرا حوصلہ بڑھاتی ہے۔
○ آپؐ کی شانِ رحمت ایک زمانے کو نوازتی ہے میری یہ آرزو ہے کہ میرا آخری وقت حجاز میں آئے۔
○ وہ مسلم جو غیر اللہ سے بیگانہ ہے، کب تک بتخانے کا زنّاری رہے۔
○ صد حیف کہ جب اس کا آخری وقت آئے تو اس کے بدن کو بتخانہ اپنے پہلو میں جگہ دے۔
○ (لیکن) اگر میرے بدن کے اجزا آپؐ کے درِ مبارک سے اٹھیں، تو اگرچہ میرا امروز اچھا نہیں (مگر) میرا کل مبارک ہو جائے۔
○ مبارک ہے وہ شہر جہاں آپؐ تشریف فرما ہیں، کیا ٹھنڈی ہے وہ خاک جس میں آپؐ آرام فرما رہے ہیں۔
○ "یہ ہمارے شاہ کا شہر اور ہمارے محبوبؐ کا مسکن ہے۔ عاشقوں کے ہاں یہی حب الوطنی ہے۔"
○ میری قسمت کے ستارے کو بھی دیدۂ بیدار عطا فرمائیے (میری قسمت بھی چمک اٹھے) اپنی دیوار کے سایے میں مجھے مرقد نصیب فرمائیے۔
○ تاکہ میرے دلِ بیتاب کو سکون نصیب ہو اور میرا دل جو سیماب کی طرح مضطرب ہے اسے قرار آ جائے۔
○ اور میں فلک سے کہہ سکوں کہ میری آخری آرام گاہ دیکھ تو نے میرا آغاز بھی دیکھا تھا اب میرا انجام بھی دیکھ۔